اسلام

(تحقیقِ تعلیمِ ثقلین کی روشنی میں)

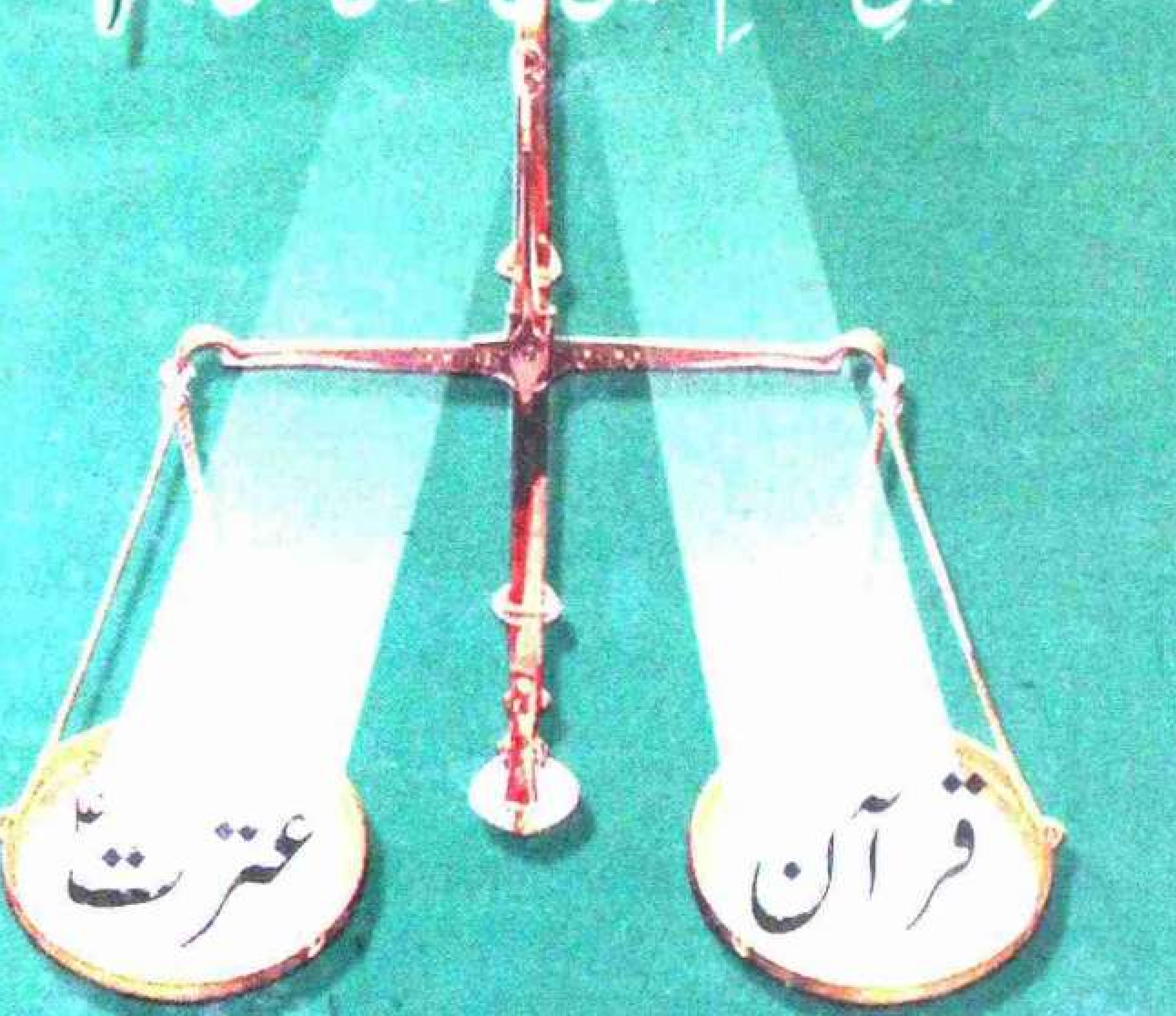

حدیث ثقلین

"اے گروہِ انسان! میں تم میں دو (۲) گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ کتابِ خدا اور میرے اہلِ بیتؑ۔ جب تک تم ان دونوں کی پیروی کرتے رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہونگے۔ ان دونوں میں کبھی افتراق نہیں ہوگا۔"

(حدیثِ پیغمبرِ اسلامؐ)

ناشر
محمد سبطین۔ کراچی

انتساب

اُس باایمان اور بااخلاق

ڈاکٹر محمد رضا پیرانی

کے نام

جس کو بتاریخ ۲۰۰۱-۶-۲۶ کو

دُشمنانِ اسلام نے

شہید کردیا۔

- محمد سبطین۔ کراچی (پاکستان)

کتاب کا نام	:	اسلام (تحقیقِ تعلیمِ ثقلین کی روشنی میں)
تعداد	:	۱۰۰۰
تاریخ اشاعت	:	نومبر، ۲۰۰۴ء ، رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ
ہدیہ	:	غور وفکر کی التماس کے ساتھ بلا معاوضہ
کمپوزنگ اور ٹائٹل	:	اسلامک کمپوزنگ اینڈ کمپیوٹر ورکس، کراچی۔ (پاکستان) 0300-2082215
ناشر	:	محمد سبطین۔ کراچی۔ (پاکستان) (فون نمبر:6313580)

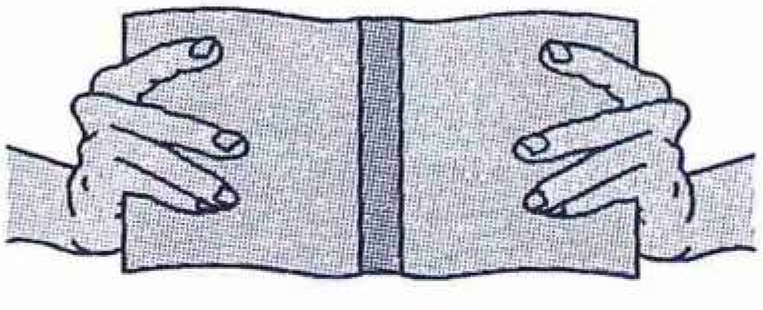

فہرست

۱۔عرض ناشر	۴
۲۔مقدمہ	۹
۳۔اللہ	۱۰
۴۔''قرآنِ مجید کا اسلوبِ بیان''	۱۳
۵۔غرضِ خلقت اور مقصدِ حیات	۲۱
۶۔مسلمانوں کو چاہیئے کہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش کریں	۲۲
۷۔اہلِ حل وعقد کے نام: پیغامِ حق	۲۵
۸۔عاقل سے خطاب	۲۸
۹۔قرآنِ مجید کیسے پڑھنا چاہیئے	۳۱
۱۰۔تحقیقِ تعلیمِ ثقلین (نمبر۱)	۳۵
۱۱۔تحقیق تعلیم ثقلین (نمبر۲)	۴۲
۱۲۔قرآن کا سمجھنا واجب ہے	۴۸
۱۳۔قرآن خوانی کیجیئے لیکن سمجھ کر	۴۹
۱۴۔سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔(قرآنِ مجید)	۵۱
۱۵۔سمجھنا اور نہ سمجھنا	۵۲
۱۶۔واجب یا حرام، مستحب یا مکروہ۔کیا سمجھیں؟	۵۳
۱۷۔تعلیماتِ قرآن وحدیث تحقیق کی روشنی میں	۵۴
۱۸۔قرآن اور اہلِ بیتؑ کی صحیح معرفت حاصل کیجئے	۵۵
۱۹۔تعلیماتِ قرآن وحدیث: تحقیق کی روشنی میں	۵۶
۲۰۔قرآن اور اہلِ بیتؑ کی صحیح تعلیم سمجھے بغیر ہدایت حاصل ہو ہی نہیں سکتی	۵۸
۲۱۔تعلیم ثقلین میں زندگی کے تمام مسائل کا حل ہے، بشرطیکہ ثقلین کے یقینی اور واضح فیصلے کو تسلیم کر لیا جائے،	۵۹
۲۲۔تمسکِ ثقلین ہی ہدایت ہے	۶۱

۲۳۔ ثقلین کی خالص تعلیمِ حق سے ذہن انسانی میں حق کا کرنٹ دوڑنا چاہیئے۔ جب تک نہیں دوڑتا ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ذہن بیمار ہے۔ اور تزکیہ کی ضرورت ہے ۶۲
۲۴۔ مومن ہونا تعلیم ثقلین سمجھنے کے اوپر موقوف ہے۔ نہ سمجھنا یقیناً گمراہی ہے ۶۴
۲۵۔ ثقلین کے حکم سے ٹکرانا کھلی ہوئی گمراہی ہے ۶۵
۲۶۔ ثقلین کی تعلیم سمجھنے والے موت کو بھیانک نہیں بلکہ نعمت سمجھتے ہیں ۶۶
۲۷۔ خالص فیصلہ حق تک پہنچنے کا خدا، رسولؐ اور حضرت علیؑ کا بتلایا ہوا واضح اور یقینی راستہ ۶۸
۲۸۔ خدائے عادل کی طرف سے رسولِ اکرمؐ نے جب پیغامِ حق کا اعلان کیا تو دورِ جاہلیت کے سردارانِ کفر مخالفت پر کیوں اٹھ کھڑے ہوئے؟ ۶۹
۲۹۔ علیؑ میزانِ حق ہیں۔ (ارشادِ رسول اکرمؐ) ۷۱
۳۰۔ کربلا حق اور باطل کا کھلا ہوا فیصلہ ہے۔ حقانیتِ حسینی نے حق پسند انسان کیلئے شک کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی ہے ۷۳
۳۱۔ تلاشِ حق کا جذبہ اگر زندہ نہیں ہے تو انسانیت مرچکی ہے۔ جو شخص اپنی انسانیت کو زندہ رکھنا چاہتا ہو اسے اپنے باطن کو عنداللہ پرکھنا چاہیئے اور حق کو چھوڑ کر باطل پر اصرار نہ کرنا چاہیئے۔ (پیغامِ کربلا) ۷۴
۳۲۔ حسینی تعلیم اسلام کی روح ہے۔ مومن بننے کیلئے مقصدِ حسینی سمجھنا ضروری ہے ۷۶
۳۳۔ مقصدِ شہادتِ امام حسینؑ سمجھنے کی کوشش کیجیئے تو اسلام کی روح سمجھ میں آجائے گی ۷۷
۳۴۔ حسینیت معراجِ انسانیت ہے ۷۸
۳۵۔ واقعۂ کربلا انسان کو مسلسل سبق دے رہا ہے بشرطیکہ انسان عقل سے کام لے اور سبق حاصل کرے ۷۸
۳۶۔ تائیدِ حق کر کے ہر شخص ہر زمانے میں انصارِ امامِ حسینؑ میں شامل ہوسکتا ہے۔ نصرتِ حسینؑ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ نصرتِ حق معرفتِ حق پر موقوف ہے ۸۰
۳۷۔ تائیدِ حق نہ کرنا حسینی مقصد سے غداری ہے ۸۲
۳۸۔ فطری جذبۂ حق پرستی ۸۳
۳۹۔ انسان کا حشر اسکی اختیاری کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جناب حر کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے اور ابن سعد کے ساتھ بھی۔ اپنی کوشش اور کارروائیوں کا جائزہ لیجیئے ۸۵
۴۰۔ حسینی ذہنیت کا نتیجہ اعلیٰ علیین ہے اور یزیدیت کا ٹھکانہ اسفل السافلین ہے ۸۶
۴۱۔ ہزاروں تقریروں کا حاصل اگر یہ نہ ہوا تو...... ۸۷
۴۲۔ علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ (ارشادِ رسولؐ) ۸۸

۴۳۔ تلاشِ حق تقاضائے انسانیت ہے۔ حقیقت کو اچھی طرح سمجھ کر حق کو تسلیم کرنا انسانیت کے زندہ ہونے کی دلیل ہے ۹۰
۴۴۔ اسلامی تعلیمات کو جھٹلانا ۹۲
۴۵۔ مقصد حیات تمسکِ ثقلین ہے ۹۳
۴۶۔ حق کو حق کہو اور باطل کو باطل ۹۴
۴۷۔ علماء کے قلم کی روشنائی شہید کے خون سے افضل ہے۔ (حدیثِ نبویؐ) ۹۵
۴۸۔ حق پسند ہی اہلِ بیت کا محبّ ہے ۹۶
۴۹۔ حق پرست دلیل پسند ہوتا ہے، توجہ سے سنتا ہے اور معقولیت سے جواب دیتا ہے ۹۷
۵۰۔ خالص تعلیم قبول کرنے میں ذہنی طہارت شرطِ اوّل ہے ۹۸
۵۱۔ حق سے منہ پھیرنے سے انسان ضرور گمراہ ہو جاتا ہے۔ (حضرت علیؑ) ۹۹
۵۲۔ ذہنیت کو چیک کیجیئے، حق پرست ہے یا رواج پرست؟ ۱۰۰
۵۳۔ غور و فکر شفاف آئینہ کی طرح ہے۔ (ارشادِ حضرت علیؑ) ۱۰۱
۵۴۔ تحقیقِ حق انسانی زندگی کا مقصد ہے۔ حق اور باطل میں فرق نہ سمجھنے والا حیوان سے بدتر ہے ۱۰۲
۵۵۔ بار بار غور کرنے سے شک دور ہو جاتا ہے۔ (حضرت علیؑ) ۱۰۳
۵۶۔ صرف دو قسم کی کوشش ہمیشہ ہوتی رہی ہے ۱۰۴
۵۷۔ جنابِ حرؑ کی پیروی ہر انسان کے لئے ہر زمانے میں شرف ہے۔ کیونکہ یہ ضمیر کی حق پرستی کا اعلان ہے ۱۰۵
۵۸۔ کیا روشنی اور اندھیرا برابر ہو سکتا ہے؟ (قرآنِ مجید) ۱۰۶
۵۹۔ تعلیم ثقلین کو حجت نہ ماننے والے کو رسولِ خداؐ نے گمراہ کہا ہے ۱۰۷
۶۰۔ خیر کی طرف رہنمائی کرنے والا خیر پر عمل کرنے والے کے برابر ہے ۱۰۹
۶۱۔ ثقلین کی مخالفت کرنے والا منافق ہے۔ چاہے کوئی بھی ہو! ۱۱۰
۶۲۔ اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؐ کی مخالفت کرنے والا ملعون ہے ۱۱۱
۶۳۔ سورۃ الممتحنہ یعنی کسوٹی کی ہوئی ۱۱۲
۶۴۔ اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؐ کا دشمن یقیناً جہنمی ہے ۱۱۵
۶۵۔ ابلیس کو ظاہری طور پر برا مت کہو جب کہ در پردہ دلی طور پر تم ابلیس سے دوستی رکھتے ہو۔ (حضرت علیؑ) ۱۱۶
۶۶۔ تعلیم ثقلین پاکیزگی کا لامحدود سمندر ہے۔ ان سے وابستہ ہونے سے روح اور ذہنیت ہر قسم کی نجاست

سے پاک ہو جاتی ہے ۱۱۸
۶۷۔ انسان کو غفلت سے بیدار کرنا صاحبان علم کا فریضہ ہے ۱۱۹
۶۸۔ جو شخص اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش نفس کی پیروی کرے اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا؟ (سورۃ القصص۔ آیت ۵۰) ۱۲۱
۶۹۔ تلاش حق کیلئے تھوڑی دیر سوچنا ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (ارشادِ رسولؐ) ۱۲۵
۷۰۔ سمجھنے کی مخالفت مذہب حق کے بنیادی اصول سے بے خبر ہونیکی دلیل ہے ۱۲۶
۷۱۔ پاک روحیں ہمیشہ ثقلین سے وابستہ رہیں گی۔ صرف خبیث النفس مادی خواہش کے بندے ہی ثقلین کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ روح کو پاک رکھنا ہے تو ثقلین سے تمسک کیجیئے دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے ۱۲۷
۷۲۔ آج تم خود اپنے حساب کیلئے کافی ہو۔ (قرآنِ مجید) نمبر۱ ۱۲۹
۷۳۔ آج تم خود اپنے حساب کیلئے کافی ہو۔ (قرآنِ مجید) نمبر۲ ۱۳۰
۷۴۔ صرف حق پسند ہی امام حق کا منتظر ہو سکتا ہے ۱۳۲
۷۵۔ قرآنی تعلیمات ۱۳۴
۷۶۔ "مالك يوم الدين" یعنی روزِ جزا کا مالک ۱۳۵
۷۷۔ عقل اور انسانیت مذہب کی روح ہے ۱۳۷
۷۸۔ عقل کے صحیح استعمال سے مذہب سمجھ میں آسکتا ہے۔ بغیر عقل کا مذہب جنون ہے ۱۳۸
۷۹۔ روح بدن کیلئے زندگی ہے اور عقل روح کیلئے زندگی ہے۔ (حضرت علیؑ) ۱۴۰
۸۰۔ حق واضح اور روشن ہو چکا ہے گمراہ وہ ہیں جو عقل سے صحیح کام نہیں لے رہے ہیں۔ (تعلیم کربلا)۔ ۱۴۲
۸۱۔ مذہب اور انسانیت ۱۴۰
۸۲۔ افسوس قوم کی حالت پر جبکہ بہت سے امراض پیدا ہو جائے تو کبھی ان افراد کو اپنی زندگی پر فخر و ناز نہ کرنا چاہیئے ۱۴۲
۸۳۔ ابھی وقت ہے ۱۴۵
۸۴۔ یقین۔ روح کی صحت ۱۴۸
۸۵۔ مولانا وزیر علی صاحب کے نام ایک خط: ۱۵۲
۸۶۔ مولانا وزیر علی صاحب کے نام ایک خط: ۱۵۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

تمام تعریفوں کے لائق وہ علیم و قادر، خالقِ کائنات ہے، جس کی ذات ہر موجود و غیر موجود شئے پر اور ہر ظاہر و باطن نعمات، کیفیات و تشبیہات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ زمان و مکان اسکے قبضہ قدرت میں ہے۔ اُس عظیم و اعلیٰ ذات نے انسانوں کو عقل و ارادہ و اختیار دے کر اور دیگر تمام موجودات اور مخلوقات پر اشرفیت دی۔

درود و سلام خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰؐ اور اُنکے پاک اہل بیتؑ پر جنہوں نے دین کی تعلیمات کو اپنے قول و فعل کے ذریعہ سے پھیلا کر قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کیلئے حق کے واضح اور روشن راستے کی طرف نشاندہی کی۔

ہدایت بشر کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نمونہ عمل بن کر آئے۔ انبیاءؑ اور عترت اہل بیتؑ کے قول و فعل اور خطبات (یا خاموشی) حجت قرار پائے۔

قرآن و عترتؑ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ آلِ رسولؐ کا احسان عظیم ہے کہ جنہوں نے ناروا پابندیوں اور سختیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ابتلا و آزمائش اور قربانیوں سے گزر کر قرآن اور احادیث پیغمبرؐ کی حفاظت کی۔ اسی لئے پیغمبر اسلامؐ نے قرآن کو عترتؑ کے ساتھ کیا اور عترتؑ نے سنت کی حفاظت کی۔

حدیث ثقلین ہے کہ:

"(اے لوگوں) میں تم لوگوں کے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور دوسرے میرے عترت اہل بیتؑ جب تک تم ان سے (یعنی انکے واضح احکام اور تعلیمات سے) وابستہ رہوگے ہرگز گمراہ نہیں ہونگے۔" (پیغمبرِ اسلامؐ)

غور و فکر و تدبر یہ بتلا رہا ہے کہ حدیث ثقلین نوع بشر کی ہدایت کے لئے کافی ہے لیکن عالم اسلام کا المیہ ہے کہ اس حدیث کو ان گنت مرتبہ پڑھنے اور سننے کے بعد بھی کتاب خدا، قرآن کو دل کی آنکھوں سے نہیں پڑھا گیا۔ عقل و شعور اور دل کی پاکیزگی کے ساتھ اگر قرآن مجید کا مطالعہ کیا جائے تو یہ کتاب واضح

ہدایت کا راستہ بتلاتی ہے۔

جو کتاب ''یآ بنی آدم'' اور ''یاأیُّھا النّاس'' کہہ کر اپنے بندوں کو پکارتی ہو اُس میں ہمیں کیا تعلیم دی گئی ہے۔اُس سے ہم نابلد!! جیسے مخاطب کوئی اور ہے!! ذرا سوچیئے کہ قرآن مجید واضح الفاظ میں کیا فرمارہاہے: ''ہم نے یقیناً ایک کتاب نازل کی ہے، جس میں نصیحت موجود ہے۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے!!؟ (سورۃ الانبیاءؑ)

معلّم کتاب معصومینؑ کی حیات طیبہ بھی راہِ نجات کو روشن تر کر رہی ہے، جس پر چل کر انسان دنیوی و اُخروی کامیابیوں سے ہم کنار ہوسکتا ہے۔ یہ معصومینؑ کی زندگیاں موعظت و نصیحت سے لبریز ہیں لیکن۔۔۔ وہی المیہ کہ لوگوں کی اکثریت سیرتِ عترتؑ سے ناواقف ہے۔ ہاں! اگر یاد ہیں تو ولادت اور شہادت کے چند روز اور بس!

حضرت علیؑ کے فرمان کے مطابق جو کتاب (قرآن) آئین حیات ہو اور جسکے سیکھنے سے قبل کوئی اُس سے بے نیاز نہیں رہ سکتا اور جسکی تعلیمات کے بعد کسی لغتِ حیات کی ضرورت بھی نہ رہے اُس قرآن کے ساتھ ہمارا رویہ کیسا رہا ہے؟ یہ سوال ہمیں اپنی ذات سے کرنا ہے۔

- جہالت شر کی کان ہے۔
- علم کا حصول ہر مرد و عورت پر واجب ہے۔
- سوال علم کے خزانے کی کنجی ہے۔
- بغیر علم کا عمل ایسا ہے جیسے بغیر ثمر کا درخت۔ (احادیثِ معصومینؑ)

زمانۂ جاہلیت کے اُن اَجڈ آدمیوں کے مانند نہ ہوجاؤ کہ جو نہ دین میں فہم و بصیرت سے اور نہ اللہ کے بارے میں عقل و شعور سے کام لیتے تھے۔ (حضرت علیؑ)

''(اے رسول!) یہ کتاب ہم نے تمہارے پاس اس غرض سے اُتاری ہے کہ اللہ کے حکم کے بموجب لوگوں کو (کفر کے) اندھیریوں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف نکال لاؤ، یعنی اس زبردست لائقِ تعریف اللہ کے راستے کی طرف۔'' (سورۃ ابراہیم۔آیت ۱)

''یقیناً یہ قرآن اُس راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے جو سب سے سیدھا ہے۔''

(سورۃ بنی اسرائیل۔آیت۔۹)

''تمہارے درمیان میری مثال ایسی ہے جیسے اندھیرے میں چراغ، کہ جو اس کی طرف بڑھے وہ اس سے روشنی حاصل کرے۔'' (حضرت علیؑ)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین کے بنیادی اصولوں کے متعلق جب تک عقل و شعور کے ذریعہ دلیلوں کے ساتھ سمجھا نہیں گیا ہوگا، تب تک علمِ دین کی طلب پیدا نہیں ہو سکتی ہے اور جہالت کی وجہ سے صحیح مقصدِ حیات طے نہ کرنے سے ہم میں کسی قسم کی سماجی، اخلاقی اور دینی ذمہ داری کا احساس پیدا ہونا مشکل ہے۔

''دین کی اساس عقل پر ہے۔ جہاں عقل نہیں وہاں دین نہیں۔'' (حضرت علیؑ)

تعلیم ثقلین یعنی قرآن اور اہل بیتؑ کی تعلیمات کو سمجھنا ہم پر واجب قرار دیا گیا ہے۔ اس بات میں دلیل کی ضرورت نہیں کہ معنوں کو سمجھے بغیر صرف تلفظ کے ذریعہ کبھی بھی انسان اپنی سمجھ اور فرائض میں کوئی پختگی پیدا کر سکے۔ اگر ہماری عقل کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ سمجھنا ہدایت اور واجب ہے تو یقیناً 'نا سمجھنا' گمراہی ٹھہرے گا۔

اللہ نے انسانوں کو جو ذہنی قابلیت عطا کی ہے اُسے صرف دنیوی مفادات کیلئے استعمال کیا جائے تو رفتہ رفتہ وہ قابلیت ختم ہو جاتی ہے اور مادہ پرستی اس کا شیوہ بن جاتا ہے جس کا اُسے احساس تک باقی نہیں رہتا۔ قرآن گواہ ہے کہ:

''اور اگر ہم چاہتے تو اُنہی آیتوں کے سبب سے اُس کو بلند مرتبہ دیتے لیکن وہ خود سے زمین کی طرف جھک پڑا اور اپنی خواہش نفسانی کا پیرو ہو گیا۔ پس اس کی مثل کتے کی سی مثل ہو گئی کہ اگر تم اُس پر حملہ کرو تو بھی زبان نکالے اور اُسے چھوڑے رکھو تب بھی زبان نکالے۔ یہ اُن لوگوں کی سی مثل ہوئی جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے ہیں۔ تم (اے رسولؐ) یہ قصے بیان کرتے رہو تا کہ وہ (کچھ تو) فکر کریں۔'' (سورۃ اعراف۔ آیت ۱۷۶)

یاد رہے کہ قرآن مجید کے واضح احکام کے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو اُجاگر کر کے اور انبیاءؑ و اوصیاءؑ و اولیاءؒ کے اُسوۂ حسنہ سے سبق حاصل کرتے ہوئے دین کی روشن راہ پر اپنی دُنیوی زندگی کا اختتام ہی ہر مومن کی دلی خواہش ہونی چاہیئے۔

''اور جو شخص بعد اس کے کہ حق اس کے لئے کھل جائے، رسولؐ کی مخالفت اختیار کرے گا اور

مؤمنوں کے راستہ کے سوااور کوئی راہ اختیار کرے گا ہم بھی اُسے اسی راہ پر چلائیں گے اور اُسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔'' (سورۃ النساء۔ آیت ۱۱۵)

''اللہ نے تمھیں بیکار پیدا نہیں کیا اور نہ اُس نے تمھیں بے قید و بند چھوڑ دیا ہے۔ صرف موت آنے کی دیر ہے اُسکے آتے ہی تمہارے لئے (ہمیشہ ہمیشہ کیلئے) جنت ہے یا دوزخ۔'' (حضرت علیؑ)

اتنی تمہید اور وضاحتوں کے بعد اس کتاب ''اسلام (تحقیق تعلیم ثقلین کی روشنی میں)'' کے طبع کا خلاصہ پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

آج سے تقریباً ۴۸ سال قبل ایک عالم دین مجتہد جناب وزیر علی صاحب نے ۱۹۵۶ء سے اثناء عشری برادری کی خدمت میں اصولِ دین کے حوالے سے قرآن اور اہل بیتؑ کے تعلیمات کو مختصر انداز میں تحریری اور تقریری طور پر پیش کیا جس میں مرکزی نقطہ یہ تھا کہ ''دین میں فہم اور بصیرت سے کام لینا چاہیئے۔ قرآن مجید ہماری ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے اسے ہمیں امکان بھر سمجھنا چاہیئے۔ قرآن اور معصومینؑ کے تعلیمات ہم پر حجت ہیں۔ ان سے روگردانی ہلاکتِ ابدی کا سبب بنتی ہے۔

جب تک گمراہی کا اندھیرا ہدایت کی روشنی کے ذریعہ سے دور نہیں ہوگا اور وہ رسم و رواج جو تعلیم ثقلین سے سراسر ٹکراتے ہوں اُسکی پیروی کرتے رہنے میں اُخروی نجات ممکن نہیں۔ بلکہ اس صورتحال میں دُنیوی اور اُخروی عذاب کا سامنا ناگزیر ہے۔''

مندرجہ بالا بنیادی باتوں کے متعلق تقریباً ہر جمعہ کو تحریری اور ہر اتوار کو تقریری طور سے مؤمنین کرام کو یہ بات سمجھائی گئی کہ ہدایت اور گمراہی دو متضاد راہیں ہیں۔ دین کو عقل و شعور کی روشنی میں اچھی طرح سوچ سمجھ کر اُس پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔

اُس زمانے میں تقریباً ۲۵۰ تحریریں اس موضوع پر شائع ہوئیں جس میں چند اور حضرات نے بھی تحریری طور پر موضوع کی تصدیق کی۔

عالمِ دین کی کسی ایک تحریر کا جواب شائع نہیں ہوا۔ ہماری دعا ہے کہ مولانا وزیر علی مجتہد کو اللہ جوارِ رحمت اور جوار معصومینؑ میں جگہ دے۔ (آمین) وہ جب تک زندہ رہے کہتے رہے کہ:

''کسی تحریر کا جواب نہ دے سکنا جواب نہ ہونیکی دلیل ہے اور ان تمام بنیادی باتوں، موضوعات اور معروضات کا ممبع قرآن اور اہل بیتؑ کی ذات ہے۔ میں نے صرف تعلیم حق پیش کر کے

اسکی واضح حمایت کی ہے۔کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کی۔''

مولانا مرحوم وزیر علی صاحب کی تحریروں کے علاوہ چند ان لوگوں کی، اور چند علماء کی تحریریں بھی اس میں شامل کی گئی ہیں جو'' کلام الٰہی'' کو سمجھ کر پڑھنے کی تائید کرتے رہے ہیں۔اور اس کتاب کے آخر میں ان دو خطوط کو بھی شامل کیا گیا ہے، جو مولانا صاحب کو لکھے گئے ہیں۔

اس کتاب 'اسلام' کی مختصر اصولی تعلیمات کا دل کی گہرائیوں کے ساتھ چشم بینا سے مطالعہ کیا جائے تو مقصدِ حیاتِ انسانی سمجھ میں آنے لگے گا۔ دین مبین کے تقاضوں اور ذمہ داریوں کو سمجھنے کیلئے قرآن مجید، نہج البلاغہ، صحیفہ علویہ اور صحیفہ کاملہ کا وسیع مطالعہ ایمان ویقین کی پختگی پیدا کرتا ہے۔یہی صراطِ مستقیم ہے اور یہی راہِ نجات ہے۔

آخر میں اس کتاب کی اشاعت میں مخلصانہ تعاون کیلئے ہم جناب امیر علی اے پیرانی صاحب اور جناب اصغر علی وکیل کے ممنون ومشکور ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔بلخصوص ہم بزرگ عالمِ دین جناب ڈاکٹر محسن نقوی صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اتنی مصروفیات کے باوجود اپنا قیمتی وقت دیا اور اس کتاب کا مقدمہ تحریر فرما کر اس میں وہ مطالب عیاں کر دیئے، جو ہدایت حاصل کرنے والوں کیلئے مشعلِ راہ ثابت ہونگے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔آمین۔

تاریخ: اکتوبر ۲۰۰۴ء

خاکپائے اہل بیتؑ

محمد سبطین۔کراچی (پاکستان)

فون نمبر: 6313580

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

مقدمہ

نحمده و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم واعلی أهلبيته الطيبين الطاهرين۔

امابعد، حمد ہے خداء قدوس کی جس نے اپنا آخری کلام اپنے رسول، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعے ہم تک پہنچایا اور اسے دست بردِ زمانہ اور تحریفاتِ لفظی ومعنوی سے محفوظ رکھنے کیلئے بعداز ختمی مرتبت آئمہَ ھدیٰ، صلوات اللہ علیھم اجمعین، کا سلسلہ قائم کیا جن میں کا آخری فرد۔ اَرواحنالہ الفداء۔لوگوں کی ہدایت کیلئے اب بھی موجود ہیں۔عجل اللہ فرجہ الشریف۔

یہ انتظام وانصرامِ ہدایت خود اس امر کو ثابت کرنے کیلئے بہت کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس آخری پیغام کو صرف سمجھنا ہی نہیں بلکہ تعلیماتِ محمدؐ وآلِ محمد علیھم السلام کی روشنی میں سمجھنا ہے تاکہ اس کی تعلیمات ''تحریفِ معنوی'' سے محفوظ رہیں۔

قرآنِ مجید نے خود بار بار استعمال عقل پر، سوچ وسمجھ پر، فہم وفراست پر زور دیا ہے۔اس موضوع پر اس کتاب میں آپ کیلئے عمدہ مواد موجود ہے اور مولانا وزیر علی مجتھد اعلیٰ اللہ مقامہ نے قرآن واحادیث واقوال معصومین علیھم السلام سے جو گوہر ہائے آبدار اپنے ان مضامین میں جمع کردئے ہیں وہ کم سہی پر 'اثبات حق' کیلئے بہت کافی ہیں۔جسے اللہ اور اُس کے رسولؐ اور معصومین علیھم السلام کی بات ماننی اور اُس پر عمل کرنا ہے اس کے لئے ایک آیت اور ایک حدیث ہی کافی ہے جسے نہیں ماننا ہے اور نہ عمل کرنا ہے اس کے لئے دفتر کے دفتر بھی بے کار ہیں۔

ہمیں افسوس ہے کہ اس مردِ مجاہد اور عالم باعمل حضرت وزیر علی مجتھد طاب اللہ ثراہ سے ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوسکا لیکن ان کی علمی صحبتوں میں بیٹھنے والوں سے ان کے افکارِ عالیہ سے شناسائی ہوئی اور اب اس ''عجالہَ نافعہ'' میں شامل مولانا کی تحریروں نے اُن کے جہاد اور اجتہاد کے مزید دریچے وا کر دیئے۔اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے۔

ہمارے علم میں یہ بات بھی لائی گئی ہے کہ مولانا نے جب فہم قرآن کی تحریک شروع کی ہے تو عوام نے خواص کی ایماء پر مولانا کی بھرپور مخالفت کی تھی۔ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایسا کیوں ہوا جب کہ فہم قرآن تو جزو قرآن ہے۔ رہا یہ سوال کہ عوام اپنی زبان میں قرآن کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے تو فہمِ قرآنی کے حصول کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے، توان دعویداروں کو سوچنا چاہیئے کہ وہ اساطین علم وادب تفسیر و فقہ جنہوں نے ماضی میں عربی زبان میں تفاسیر لکھی ہیں ان میں سے کس نے دعویٰ کیا کہ وہ قرآن کو پوری طرح سمجھ سکا یا یہ کہ قرآن کو فرد واحد پوری طرح سمجھ سکتا ہے؟ یہ سب طفلانہ باتیں ہیں۔

ہماری اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ ہمیں اور سب مسلمین و مسلمات کو قرآن مجید کا مطالعہ کرنے اور اسکا فہم حاصل کر کے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ اس کتاب میں شامل تحریریں یقیناً لوگوں کی ہدایت کا موجب بنیں گی۔

۱/۸/۲۰۰۴ء

والسلام

خادمِ قرآن وسنت معصومینؑ

محسن نقوی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اللّٰہ

بے شک عبادت اور بندگی کے لائق صرف اللہ کی ذات پاک ہے جو عظیم ہے، ارفع واعلیٰ ترین ہے۔ ابتداء سے موجود ہے اور ہمیشہ باقی رہے گی۔ جب کچھ بھی نہ تھا تب بھی وہ موجود تھا اور جب کچھ بھی نہ رہے گا اس وقت بھی اس کی ذات باقی رہے گی۔ کوئی بھی شے اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی شے سے بے خبر ہے۔ ہر زندہ اور غیر زندہ چیز پر اس کی مسلسل نگرانی ہے۔ اسے نہ کبھی نیند آتی ہے نہ اس پر غنودگی طاری ہوتی ہے۔ اس کی سلطنت کی حدود انسانی تصور سے ماورا ہیں۔ سائنس خواہ کتنی ہی ترقی کر لے اس کی قدرت کے راز پھر بھی راز ہی رہیں گے۔

جتنی بھی حمد وثناء کی جائے اس پروردگار کی کم ہے۔ جس نے پوری کائنات کو تخلیق کر کے اپنی

حاکمیت اعلیٰ قائم کی۔ قسم قسم کی مخلوقات پیدا کیں۔ ان کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والے روزی کے خزانے تشکیل دیئے۔ مٹی کے پتلے میں روح پھونک کر انسان کو تخلیق کیا۔ پھر اسے ساری مخلوق سے افضل مقام حاصل کرنے کی اہلیت عطا کی۔ اسے مالا مال کیا، اس پر اپنی بے بہا نعمتوں کی بارش کی جن کا شمار ناممکن ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں کرم نوازیوں کے نتیجہ میں انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ عنایت کیا گیا اور پھر اللہ نے فرشتوں اور جنوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے سامنے سجدہ کریں۔ اس طرح اس کی عزت بڑھائی گئی پھر اسے زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کر کے اپنی فرمانبرداری کے ضمن میں اپنے مکمل اعتماد کا اظہار فرمایا۔ اسے آزادی بھی دی اور اس طرح غیر متزلزل اعتماد فرمایا۔

ہمارے اردگرد بہت سی ایسی مثالیں نظر آتی ہیں، جن میں بندہ اپنے معبود سے نا اُمید ہو جاتا ہے۔ اس کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے لیکن ایسی ایک بھی مثال نہیں ملتی جس میں معبود اپنے بندے سے مایوس ہوا ہو۔ بندہ چاہے اس کی نافرمانی کرے اور اس کے خلاف کچھ بھی کہتا رہے، چاہے ''روزِ الست'' کو کیا ہوا وعدہ فراموش کر دے، لیکن پھر بھی وہ رحیم و کریم وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ حالانکہ اگر وہ چاہے تو اس کی نافرمانی کی سزا کے طور پر اپنی نعمتوں سے اسے محروم کر سکتا ہے۔ ایسا کرنے سے اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ ذرا غور کریں۔ اگر وہ ہوا اور پانی ہی بند کر دے جو زندگی کی بنیادی ضرورت ہیں، تو انسان کا کیا حال ہوگا؟

رب العزت کی شان کریمی اور حکمت سے لبریز کرشمہ سازی پر ذرا ایک نظر ڈالیں۔ انسان کی بہتری کے لئے اس نے کیا کیا جتن نہیں کئے۔ انسان دنیا کی بھول بھلیوں میں پڑ کر اپنے مقصد حیات کو اور اپنے وعدے کو بھلا نہ بیٹھے اس کے لئے اس نے کیا کچھ نہیں کیا تا کہ وہ سیدھی راہ سے بھٹک نہ جائے۔ اس نے ہدایت کی مستقل طور پر روشن رہنے والی جیوت جلائی تا کہ قیامت تک آنے والی انسانی نسلیں گمراہی کے اندھیروں میں الجھ کر نہ رہ جائیں اور پھر اس جیوت اور اس شمع کی حفاظت کے لئے ہادی بھیجے اور اس ضمن میں کوئی کسر نہ رہنے دی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے علاوہ اماموں اور دیگر لاتعداد برگزیدہ بندوں کو اس نے انسانی معاشرے کی مناسب تشکیل کا کام سونپا اور اس کے ذریعہ ایک ایسا آئین اور لائحہ عمل (قرآنِ مجید کی شکل میں) لوگوں تک پہنچایا جو اس دنیا میں اور آئندہ زندگی میں ان کی

کامیابیوں میں معاون ہوگا۔ آئین اور لائحہ عمل میں اخلاق حسنہ اور عادات خبیثہ کے متعلق معلومات، حلال وحرام، معاملات باہمی اور ایک دوسرے کے حقوق نیز جزااور سزا کے بارے میں مفصل علم موجود ہے۔ پھر اخلاق حسنہ سے مزین پاکیزہ ہستیوں کو ہم میں بھیجا تا کہ ان کی زندگیاں ہمارے لئے نمونہ بنیں اور ہم ان اصولوں پر آسانی سے عمل پیرا ہوسکیں۔

یہ ساری نعمتیں کیا کم تھیں کہ اس نے اپنی نوازشوں کی بارش مزید جاری رکھی۔ اس کی رحمت بے پایاں کا صحیح اندازہ بے شک انسان کے بس کی بات نہیں۔ رحمتوں کی انتہا تو دیکھئے کہ اس نے توبہ جیسی انمول شے سے نواز کر انسان کا نصیبہ جگا دیا۔ گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکے ہوئے ایک عمر ضائع کر دینے والا بدبخت انسان اگر کبھی راہ راست پر آنا چاہے تو اس کے لئے اس نے توبہ کے دروازے کھلے رکھے ہیں۔ معافی اور درگزر کا سہارا اس کے لئے بھی موجود ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ توبہ کی جائے تو اس کے ساتھ پشیمانی اور شرمندگی کے جذبات بھی شامل ہوں اور جو کچھ ہوا ہے اس کا اعادہ نہ کرنے کا عزم صمیم بھی اس میں موجود ہو۔ مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل کرنے کے بہانے تلاش کرتا ہے کہ کب میرا بندہ عجز وانکسار کے ساتھ میری طرف آئے اور میں اس کو اپنے دامن رحمت میں سمیٹ لوں۔ اس جہاں میں کوئی ہستی ایسی ہے جو بہت جلد راضی ہو جاتی ہے تو وہ صرف اللہ کی ذات ہے۔ اگر بیوی یا دوست روٹھ جائے تو اسے منانے میں بہر حال کچھ وقت درکار ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو تو ایک لمحے سے بھی کم وقت میں راضی کیا جا سکتا ہے۔ یہ ہے اللہ اور بندے کی درمیان تعلق خاص اور اس کا بندے پر ایک احسان عظیم جسے یہ کم ظرف انسان کبھی بھی اتار نہیں سکتا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ کسی مقصد عظیم کے تحت دیا ہے۔ اس لئے مقصد حیات صرف یہی ہوسکتا ہے کہ اس مقصد کو ذہن نشین کر لیا جائے، اسی کی فرمانبرداری کی جائے اور اسی کی حاکمیت کو تسلیم کیا جائے۔

(گجراتی کتاب ''نور ہدایت'' سے اردو ترجمہ شکریہ کیساتھ)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

قرآنِ مجید کا اسلوبِ بیان

قرآنِ مجید کا ترجمہ (خواہ کسی بھی زبان میں ہو) پڑھنے والے کو بظاہر بے ربط سا معلوم ہوتا ہے، لوگ اکثر یہ شکایت کرتے ہیں اور غیر مسلموں نے تو اسے اعتراض کی صورت دے دی ہے کہ قرآن کی آیات میں ربط موجود نہیں، وہ ایک بات کرتے کرتے دوسرے موضوع پر اور دوسرے سے پھر تیسرے موضوع پر بات کرنی شروع کر دیتا ہے۔ یہ نظریہ ''ترجمہ'' پڑھنے والوں ہی کا نہیں ہے بلکہ عام عربی دان حضرات اور اہل عرب بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ علمائے سلف کو آیات میں ربط تلاش کرنے میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے جس کا اندازہ مفصّل تفاسیر سے ہوسکتا ہے۔ تفسیر ابو سعود تو اس ضمن میں خاصی شہرت رکھتی ہے۔

ہمارے خیال میں اس کی بنیادی وجہ قرآن کو مروّجہ مفہوم میں ''کتاب'' یعنی لکھی ہوئی سمجھنا ہے جبکہ قرآن موجودہ مروّجہ مفہوم کے لحاظ سے ''کتاب'' نہیں بلکہ ''تقریر'' ہے، اور جب تک اسے **''خطابِ خداوندی''** کی حیثیت سے نہیں دیکھا جائے گا، اور جب تک اسکے **''اسلوبِ تقریر''** اور **''مختلف محرکاتِ تقریر''** کو نہیں سمجھا جائے گا یہ مسئلہ حل ہونے والا نہیں۔ درج بالا امور کو سمجھ لیا جائے تو ''قرآنِ مجید'' کی آیات یا رکوعات کے مفاہیم کو سمجھنا اور ان میں ربط کا تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

قرآنِ مجید کے اسالیبِ بیان کو ضبطِ تحریر میں لانے سے پہلے یہ بات سمجھ لینی ضروری ہے کہ قرآنِ مجید کا نزول تدریجی ہوا ہے۔ اس کے نزول میں **''زمان و مکان''** کو مدّ نظر رکھنا ضروری ہے کہ قرآن کا کون سا جزو کس مقام پر، کن حالات میں ہوا اسے مختصراً شانِ نزول کہا جاتا ہے۔

ایک ماہرِ تاریخ دان کی مثال سے آپ اسے سمجھ سکتے ہیں، جس کے ساتھ مثلاً کسی بڑے شہر کی شاہراہ سے آپ گزر رہے ہیں اور مختلف عمارتوں اور سڑکوں کے بارے میں آپ اس سے سوالات کرتے جاتے ہیں اور وہ جواب دیتا جاتا ہے۔ کبھی وہ کسی مسجد کی تاریخ بتاتا ہے، کبھی مسلمانوں کی عبادت کے

طریقے پر روشنی ڈالتا ہے، کبھی سرکاری آفس اوراس کی کارگردگی کو بیان کرتا ہے۔ وعلیٰ ھذا القیاس، آپ کے نزدیک آپ کی گفتگو باربط، جبکہ صورتحال سے ناواقف کے لئے وہی گفتگو بے ربط ہوگی۔ یا بلا تشبیہ کرکٹ یا ہاکی کی کمنٹری سے اندازہ لگائیں کہ جو کچھ کمنٹیٹر کے سامنے ہورہا ہوتا ہے وہ بیان کرتا رہتا ہے آپ اسے ٹی وی پر دیکھ رہے ہوتے ہیں، لہٰذا اس کی گفتگو کو مربوط سمجھتے ہیں۔ جسے صورتِ حال کا پتہ نہ ہو وہ اس گفتگو کو انتہائی لغو سمجھے گا۔

قرآنِ مجید کا نزول بھی اسی طرح ہوا ہے اس کے اجزاء کی تنزیل کا ''زمان ومکان اورصورتحال'' سے گہرا ربط ہے جب تک ہم اس پورے قضیے کو نہ سمجھیں قرآن کی آیت ہمیں سمجھ میں نہیں آسکتی۔

ذیل میں قرآنِ مجید کے اسالیب پر مختصراً گفتگو کریں گے۔

التفات: آپ کسی ایک ایسے عالم کا تصور کریں جو ایک علمی محفل میں بیٹھا ہواوراس کے طلاب اردگرد جمع ہوکر اس سے مسائل دریافت کررہے ہوں تو وہ کبھی ایک طرف متوجہ ہوتا ہے کبھی دوسری طرف اسی طرح اس کی گفتگو حاضر سے متکلم، اور متکلم سے غائب اور غائب سے پھر حاضر کے صیغوں میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اسے صنعتِ التفات کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

وما ارسلنا من قبلك الاّ رجالًا نوحی الیهم۔ ''ہم نے تم سے پہلے بھی آدمیوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا جن پر ہم وحی کرتے تھے''۔ یہاں ''قبلك'' میں براہِ راست آنحضرتؐ سے خطاب ہورہا ہے اور یکا یک رُخ مڑ کر دوسری طرف ہوتا ہے:

فاسئلوا أهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ ''اے لوگو اگر تم کو علم نہیں تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔'' یہاں جمع کے صیغے ہیں رخ خطاب کا عام مسلمانوں کی طرف ہے۔ "بالبیّنٰت والزبر" روشن نشانیوں اور صحیفوں کے بارے میں یہاں موضوع کا تعین کردیا ہے، پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مخاطب ہوکر کہتا ہے: ''و انزلنا الیك الذکر لتبین للنّاس مانُزّلِ الیهم و لعلّهم یتفکّرون۔'' (النحل۔ ۴۳۔۴۴)۔ ''اور ہم نے آپکی طرف ذکر بھیجا تاکہ آپ ان کے لئے نازل ہونے والے پیغام کو واضح کرکے بتادیں اور یہ کہ شاید وہ غور وفکر سے کام لیں۔''

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کس طرح قرآن ایک ہی سورے کی دو آیات میں ''صنعتِ التفات'' کو

کیسے استعمال کرتا ہے۔

عربی کے مدحیہ قصائد میں بھی اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ ان میں مخاطب کی عظمت کے لحاظ سے ابتدائے کلام غیب کے صیغے سے کی جاتی ہے پھر مخاطب سے براہِ راست خطاب کیا جاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں بھی اس کی بکثرت مثالیں ہیں۔

مثلاً سورۂ عبس وتولیٰ میں اوّلاً آنحضرتؐ کا غائب کے صیغے سے ذکر ہوا پھر مخاطب کی طرف التفات ہے۔ "عبس و تولیّٰ ہ أن جاءَهُ الاعمیٰ۔" "وہ درشت رد ہوا اور مڑ گیا، جب کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا"۔ پھر روئے سخن تبدیل کر کے فرمایا: "وما یدریك علّهٗ یزکّٰی۔" "تمہیں کیا پتہ ہو سکتا ہے کہ وہ سدھرنا چاہتا ہو۔" (آیات ۱ تا ۳) اسی طرح بنی اسرائیل میں ہے:

"و کُلّ انسان الزمناه طائرهُ فی عُنقهٖ و نخرِجُ لهٗ یوم القیامة کتاباً یلقاهُ منشورا"۔ "اور ہم نے ہر انسان کے اعمال نامے کو اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے ہم یومِ قیامت کھلی کتاب کی طرح اس کے سامنے لائیں گے۔"

اگلی آیت میں التفات ہے۔ لہٰذا خود انسان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: "اقراء کتابك کفیٰ بنفسِكَ الیوم علیك حسیبا"۔ (بنی اسرائیل ۱۳۔۱۴) "پڑھ اپنے نامۂ اعمال کو، تو ہی آج اپنا حساب کرنے کو کافی ہے۔"

صفتِ التفات کو برتنے کے بہت سے فوائد ہیں ایک تو یہ کہ سننے والا متوجہ ہو جاتا ہے اور اہم مضمون سمجھ کر اس پر کان دھرتا ہے اور سوچنے سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ بعید کو قریب و موجود کر دیتا ہے اور عظمت دل میں بڑھا دیتا ہے، غائب سے حاضر کی طرف التفات زورِ بیان اور شدتِ خطاب کا فائدہ دیتا ہے تیسرے یہ کہ مخاطب اور سامع کو بعض دفعہ حقیر سمجھ کر بھی غائب کا صیغہ لانا بہتر سمجھا جاتا ہے۔ چوتھے یہ کہ سخت خطاب کا رُخ عوام سے موڑ کر ان کے سردار کی طرف شدت اظہار کے لئے کیا جاتا ہے پانچویں یہ کہ وہ لوگ جن سے اگر کھل کر صاف صاف بات کی جائے تو وہ انکار کر دیں گے اُن کا ذکر کنایۃً غائب کے صیغے سے کیا جاتا ہے۔ چھٹے یہ کہ زجر و توبیخ کے موقع پر بھی عربی میں پہلے غائب اور پھر حاضر کا صیغہ لانا زیادہ اچھا سمجھا جاتا ہے، اس طرح غصے اور غضب کی شدت کا بیان ہوتا ہے کبھی اس

غیر سے خطاب کیا جاتا ہے اور کبھی اس شخص کی کیفیت سے ملتے جلتے قصے کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے۔

تصریفِ آیات: قرآن کے اسلوبِ بیان میں ایک انتہائی اہم عنصر تصریف آیات کا ہے۔ یعنی ایک ہی مضمون کو بدل بدل کر موقع ومناسبت کے لحاظ سے بار بار دہرانا۔

"وانظر کیف تُصَرِّفُ الآیاتِ لَعَلَّھُم یفقَھُون" (انعام ۶۵)۔ **"اور دیکھو تو ہم کیسے آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور وفکر سے کام لیں۔"**

قرآن مجید کی تعلیمات پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اصلاً تین چیزوں کی دعوت دی گئی ہے۔ (۱) توحید۔ (۲) نبوّت یا رسالت یعنی نظامِ ہدایت کو تسلیم کرنا۔ (۳) معاد یعنی اللہ کی طرف واپس پلٹ کر جانا اور اپنے اعمال کا حساب دینا۔ قرآن مجید میں یہ مضامین پلٹ پلٹ کر بار بار بیان ہوئے ہیں اور ہر جگہ سیاق وسباقِ کلام میں ان کا مفہوم دوسرے سے مختلف مگر اپنی جگہ فصیح ہے۔ اس کی مثالیں قرآن مجید میں بہت زیادہ ہیں۔

قصصِ القرآن: قرآن مجید میں مختلف قوموں، افراد اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات بار بار بیان ہوئے ہیں۔ قومِ لوط، عاد وثمود، فرعون نیز قوم نوح کا ذکر بار بار آیا ہے، یہ تذکرہ کہیں محض اجمالی طور پر ہے اور کہیں مفصّل اس کا اسلوب ہر جگہ بدلا ہوا ہے جس کی وجہ سے کلامِ مجید میں بے فائدہ تکرار کا عیب پیدا نہیں ہوتا۔ کہیں ان قوموں کا تمرّد بیان کیا ہے کہیں شان وشوکت کہیں اجتماعی عیوب کی طرف اشارہ ہے تو کہیں ان کی ہنر مندی کا ذکر ہے، کسی مقام پر انبیاءؑ سے ان کے برے سلوک کا ذکر ہے تو کہیں انبیاءؑ کے ان سے حسن سلوک پر گفتگو ہے، کہیں انبیاءؑ کی تبلیغ بیان ہوئی ہے اور کہیں انبیاءؑ کی عظمت کہیں کسی قوم کی بربادی کا ذکر ہے اور کہیں اللہ کی نعمتوں کی فراوانی کا اور آخرت میں درجاتِ عالیہ پانے کا، اس طرح قرآنی حکایتیں ہر جگہ نئے رنگ میں نظر آتی ہیں۔

حذف: قرآن مجید پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں ایک اہم بات حذفِ الفاظ ہے، یعنی قرآن مجید غیر ضروری الفاظ کا استعمال نہیں کرتا بلکہ قلیل ترین الفاظ میں مفہوم کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ عربی میں سب سے بہتر، فصیح وبلیغ کلام وہ شمار ہوتا ہے جو "مَا قَلَّ وَمَا دَلَّ" یعنی جس کے الفاظ قلیل جبکہ معنی بہت سے امور پر دلالت کرنے والے ہوں۔ بولنے اور لکھنے میں یہ ملکہ بہت مشکل سے پیدا

ہوتا ہے۔ اہلِ عرب کی خاص خوبی یہ تھی کہ وہ اپنے کلام میں سے ایسے تمام اجزاء نکال دیتے تھے جن پر قرآئن دلالت موجود ہو۔ مثلاً سورہ نحل کی آیت ۱۱۲ ملاحظہ ہو:

''فَاَذَا قَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الجوعِ وَالخُوفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُوْنَ ہ''۔ **''پھر اللہ نے اس قوم کو بھوک اور خوف کا لباس پہنایا اس کے بدلے میں جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔''** حالانکہ بھوک اور خوف کا لباس نہیں ہوتا احساس ہوتا ہے، اور لباس خوف تو عمدہ تعبیر ہے۔ یہاں حذف نہ ہوتا تو جملہ یوں ہوتا:

فَاَذَا قَهَا اللّٰهُ طعمُ الْجُوعِ وَالبسهَا لِبَاسَ الْخَوفِ۔ حذف نے اسے واضح بھی کر دیا اور فصیح بھی۔

ایجاز: ایجاز کی تعریف نیل الامانی شرح مختصر المعانی ج ۲ ص ۲۷ پر یوں ہے۔

فالایجازُ اداءُ المقصودِ باقلّ من عبارة المتعارف والا طناب اداؤُ ہ باأكثر منها۔ **''پس ایجاز کے معنی ہیں مقصود کو متعارف عبارت سے کم کے ساتھ ادا کرنا اور اطناب کے معنی ہیں اس سے زائد الفاظ سے ادا کرنا۔''**

ابن احمر کا شعر ہے:

تضع الحديث على مواضعه و كلا مها من بعدہ نزد

وہ اپنی گفتگو موقع و موضع کے حساب سے کرتی ہے اس کے بعد اُس کا کلام بے مزہ ہو جاتا ہے۔

اور بشار کا شعر ہے:

و كان تحت لِسانُها　　　　هاروت ينفث و سحراً

گویا کہ اُس کی زبان کے نیچے ہاروت چھپا ہوا ہے جو اس کے کلام میں جادو پھونک دیتا ہے۔

ایجاز کلام میں یقیناً سحر ہوتا ہے۔ کمترین الفاظ میں انتہائی بلیغ بات کہنا ایجاز ہے۔

قرآن مجید میں جنتیوں کی شراب کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ ''لَا يُصَدَّعُونَ عِنهَا وَلَا يُنزِفُونَ'' (واقعہ ۱۹) **''نہ اس سے سر میں درد ہوگا نہ ہی اُن کی عقلیں زائل ہوں گی۔''** دنیا والوں کی شراب کی ساری خرابیوں اور جنت کے مشروب کی ساری خوبیوں کو اس جملے میں سمیٹ دیا گیا ہے۔ اسی طرح جنت کے پھلوں کے لئے کہا گیا ہے: ''لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ'' (واقعہ ۳۳) ''نہ کبھی

ختم ہوں گے اور نہ ہی کوئی ان کے استعمال سے روکے گا۔"

ان دونوں الفاظ کے معنی کی وسعت پر غور کریں تو اس میں سے مطالب نکلتے ہی چلے جائیں گے۔

قرآن کے ایجاز کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ سورۃ الفاتحہ کو جو صرف سات آیات پر مشتمل ہے قرآن مجید کے سارے مضامین کا خلاصہ جبکہ سورۂ اخلاص کو ایک تہائی قرآن کہا گیا ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں اگر لوگ سورۂ العصر پر غور و فکر کرلیں تو یہی ان کی ہدایت کیلئے کافی ہے۔ اسی طرح امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر مفاتیح الغیب اور جار اللہ زمخشری نے سورۂ الکوثر میں ایجاز و بلاغت کے وجوہ پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے جو لائقِ مطالعہ ہے۔ سورۂ الکوثر پر زمخشری نے علیحدہ رسالہ بھی لکھا ہے۔ ایجاز کی بہترین صورت ابتدائی مکی آیات میں ملتی ہے۔

اجمال کے بعد تفصیل: جس طرح بعض مواقع پر ایجاز میں کلام کا حسن پوشیدہ ہوتا ہے اسی طرح بعض مواقع تفصیل طلب ہوتے ہیں لہٰذا قرآن مجید پہلے ایک مضمون کو اجمالاً بیان کرتا ہے پھر اس کی تفصیل وہیں پر یا آگے چل کر بیان کرتا ہے۔ "کِتَابٌ اُحۡکِمَتۡ آیاتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَکِیۡمٍ خَبِیۡرٍ ہ"۔ " یہ وہ کتاب ہے جس سے آیات پہلے محکم کی گئیں پھر حکیم و خبیر کی طرف سے ان کی تفصیل کی گئی" (ھود:۱)۔ قرآن مجید میں اس کی مثالیں بہت سی ہیں جن میں میراث کے احکام، نکاح و طلاق کے احکام اور بہت سی عمومی باتیں وغیرہ بھی شامل ہیں۔ مثال کے طور پر سورۂ بقرۃ کی آیت ۲۵ کو لیجئے۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ آمَنُوا یُخۡرِجُھُمۡ مِنَ الظلماتِ اِلَی النُّور وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوا اَوۡلِیآءُ ھُمُ الطَّاغُوت یُخۡرِجُوۡنَھُمۡ مِنَ النُّورِ اِلَی الظُّلماتِ اولٰئکَ اَصۡحابُ النَّارِ ھُمۡ فِیۡھَا خالِدُوۡنَ ہ

"اللہ ایمان لانے والوں کا دوست ہے وہ انہیں تاریکیوں سے روشنی میں لاتا ہے اور جو لوگ کفر کرنے والے ہیں ان کے دوست طاغوت ہیں جو انہیں نور سے تاریکی میں لے جاتے ہیں یہی لوگ جہنمی ہیں جو وہاں ہمیشہ رہیں گے۔" اس آیت کے بعد تین آیات ہیں تین اشخاص کی تمثیل کے طور پر اس آیت کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ پہلے نمرود کا ذکر ہے جو اپنی طاقت کے نشے میں چور ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اسے

نکالنا چاہتے ہیں لیکن وہ سرکشی کرتا ہے۔ دوسرا شخص نیک نیتی سے یقین و بصیرت کا طالب ہے اللہ اُسے عطا فرماتا ہے اور تیسرے شخص خود حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جنہیں شرح صدر کی آرزو تھی اللہ نے جسے پورا کر دیا۔

عود علیٰ البداء: قرآن مجید کے اسالیب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ایک مضمون کو شروع کرتا ہے۔ پھر بات میں سے جب بات نکلتی ہے تو کوئی دوسرا مضمون شروع ہو جاتا ہے اور پھر اس کے خاتمے پر دوبارہ اصل مضمون کی طرف واپسی ہو جاتی ہے، یہ گفگو کا عیب نہیں بلکہ ایک طرح کا تسلسل ہے جو ہم لوگوں کی گفتگو میں بھی عام مشاہدے میں آتا ہے۔ اس کی مثالوں میں ہم سورۂ بقرہ اور انعام کو لے سکتے ہیں۔ اسی طرح سورۂ الحشر اور الممتحنہ کی بھی صورت ہے۔

جملۂ معترضه: جملہ معترضہ ایسا جملہ ہے جو اثنائے کلام میں سلسلہ گفتگو سے ہٹ کر کسی خاص نکتے کی وضاحت کے لئے بولا جاتا ہے مثلاً آپ کسی فقہی مسئلے کو امام ابوحنیفہ سے نقل کرتے وقت یہ کہیں: ''واضح ہو کہ امام ابوحنیفہ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔'' یہ جملہ فقہی مسئلے سے مربوط نہیں لیکن ابوحنیفہ کے متعلق وضاحتی جملۂ معترضہ ہے مثلاً مشرکین کے بارے میں فرمایا: "وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنّ" ۔ "انہوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرالیا۔'' اس کے آگے جملہ معترضہ ہے۔" وخَلَقَهُمْ و خَرَقوا له بنين و بناتٍ بغير علمٍ" (الانعام ۱۰۱)۔ ''حالانکہ اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے'' (جو مخلوق ہو وہ اللہ کی شریک نہیں ہو سکتی) اور بے دلیل اس کے لئے بیٹیاں اور بیٹے گڑھ لیے۔ یہاں "دَخلَقَهُم" لا کر جنوں کے اللہ کے شریک ہونے کی نفی کی گئی ہے۔

اسی طرح سورہ صافات کی یہ آیت ملاحظہ ہو: "وجعلوا بينه و بين الجنة نسبا و لقد عَلِمَت الجنةُ انّهمْ لمُحضرون ط سبحان اللّٰهِ عمّا يصِفون (الصافات ۱۵۹-۱۵۸)"۔ ''انہوں نے اللہ اور جنوں کے درمیان رشتہ ٹھہرالیا ہے حالانکہ جن جانتے ہیں کہ وہ حاضر کئے جانے والے ہیں۔ اللہ اُس سے پاک ہے جو کچھ کہ یہ کہتے ہیں۔'' ان آیات میں "و لقد علمت الجنة انهم لمحضرون'' جملۂ معترضہ ہے۔

تمثیلات: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''ولقد ضربنافی هذا القرآن مِنْ كُلِّ مثلٍ لعلهم

یتذ کّرون ہ "۔ "اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔" (زمر ۲۷) مثال اُس وقت دی جاتی ہے جب کسی نا قابل فہم یا نا قابلِ محسوس چیز کو فہم انسانی سے قریب تر کرنا ہو (ابن القیم)۔ دنیا کی تمام زبانوں اوران کے ادب میں تمثیل وتشبیہ کا اسلوب ملتا ہے اور اسے اعلیٰ درجے کی ادبی صنعت سمجھا جاتا ہے۔ اس سے فہم انسانی حقیقت سے قریب ہونے کے ساتھ ساتھ غور فکر کی طرف بھی مائل ہوتا ہے۔

ارشادربّانی ہے:"وتِلْكَ الْامثالُ نُضرِبها للنّاس لعلّهُم يتفكّرون ہ" (الحشر ۲۱)۔ "یہ مثالیں لوگوں کے لئے ہم اس لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ فکر کریں۔"

تقابُل: قرآن مجید کے عام اسالیب میں سے ایک تقابل ہے چنانچہ اکثر مقامات پر قرآن مجید میں آپ کو تقابل مل جائے گا۔ عموماً مؤمنین کے بعد کفار یا مشرکین کا، یا مشرکین کے بعد بطور تقابل مؤمین کا ذکر مل جائے گا، کبھی مومنین کے انجام کا ذکر کرتے کرتے کفار کے انجام کا اور بالعکس بھی ہو جاتا ہے:

ارشادِ ربّانی ہے:"الحمدُ لِلّٰهِ الذی خَلَق السّمٰوٰتِ والارض وَ جَعَلَ الظُّلُماتِ والنّور۔" (انعام : ۱)۔ "حمد ہے اُس اللہ کی جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا اور تاریکی وروشنی بنائی۔" یہاں ظلمات ونور کو ایک دوسرے کے بالمقابل ذکر کیا ہے۔

اسی طرح سورہ عبس میں انسان کی صفات خیر وشر کو مقابلے کے اصول پر ایک خاص ترتیب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ صفاتِ خیر میں تزکی، تذکر اور خشیتِ الٰہی کا ذکر ہے اور صفاتِ شر میں استغناء کفر اور فجور کو بیان کیا ہے۔ یہ باتیں پورے سورۂ عبس ۸۰ کا عمیق نظر سے مطالعہ کرنے سے واضح ہوتی ہیں۔

قسمیں: قرآن مجید کا ایک حیرت انگیز اسلوب جو غالباً سب سے پیچیدہ بھی ہے قسموں کا استعمال ہے۔ قرآن مجید میں بہت سی چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ "والعصرِ" "قسم ہے زمانے کی۔" "وَلَآ اُقسِمُ بنفس اللّوّامة" ۔ "میں نفسِ ملامت گر کی قسم کھاتا ہوں۔" عربی زبان میں واؤ اور تاء دونوں قسم کے لئے استعمال ہوتے ہیں واللہ کے معنی ہیں قسم بخدا اور تَاللّٰہِ کے معنی بھی یہی ہیں۔

قسم کے معنی دلیل وشہادت کے ہیں (غریب القرآن مرزا ابوالفضل)۔ جو حق وباطل کو الگ

الگ کردے۔"وَاِنَّهُ لَقَسَمُ لَوُ تَعلَمُون عظِيمٌ ۔"(۷۶/۵۶)۔''اگر تم جان سکو تو یہ گواہی ایک عظیم گواہی ہے۔''۔"اقسِمُ بالشئی "۔ کسی چیز کو بطور دلیل و گواہی پیش کرنا۔لیکن یہ لفظ جب عام لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے تو اس کے معنی قسم کھانے کے ہوتے ہیں۔قرآن مجید میں ہے۔" يُقسِمُ الُمُجرِمُونَ"(۵۵/۳۰) ۔ ''مجرم قسم کھاتے ہیں۔''اسی طرح شیطان کے لئے ہے۔" وَقَاسَمَهُمَا" (۷/۲۱)۔''اُس نے ان دونوں یعنی آدم وحوا سے قسم کھائی''۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب خدا قسم کھاتا ہے تو اس چیز کو بطورِ دلیل پیش کرتا ہے تا کہ بندہ غور وفکر کرے اور جب بندہ قسم کھاتا ہے تو اپنی بات باور کرانے کے لئے اپنے سے بڑی چیز کی قسم کھاتا ہے۔

واؤ قسم حرفِ جار ہے صرف اسمِ ظاہر پر آتا ہے اور اس کا متعلق ہمیشہ محذوف ہوتا ہے جیسے "وَالتِین والُقلم، والضُّحی" لیکن اس کے بعد دوسرا واؤ موجود ہوتو وہ عاطفہ ہوگا مثلاً "والتِینِ والزَّیتوُنِ" میں پہلا واؤ بمعنی قسم کے اور دوسرا بطور عاطفہ ہے۔

"والعصرِ" سے مراد یہ ہے کہ زمانہ یعنی تاریخ اس بات پر دلیل ہے اور شاہد کہ "اِنَّ الُانسانَ لَفِی خُسرِہ"۔ ''بے شک انسان خسارے میں ہے۔''یعنی اگر تعالیٰ کے اس بیان کی تصدیق کرنا چاہتے ہو کہ ''انسان خسارے میں ہے'' تو تاریخ عالم کا مطالعہ کرو حقیقت روشن ہو جائے گی مگر وہ لوگ ہمیشہ کامیاب وکامران رہے جو "اِلَّا الَّذِینَ آمَنُوا"۔''مگر وہ لوگ جو ایمان لائے''۔ "وَعَمِلُوا الصّالِحَاتِ"۔''اور نیک کام انجام دئے'' "وَتَوَاصَو بالُحَق''۔''اور انہوں نے حق کی وصیت کی۔'' "وتَوَاصَو بالصّبر ہ"۔''اور جنہوں نے ایک دوسرے کو ثابت قدم رہنے کی تلقین کی۔''

ازقلم: ڈاکٹر محسن مظفر نقوی۔

(ماخوذ از شرح:'قرآن: حیرت انگیز کتاب')

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

غرضِ خلقت اور مقصدِ حیات

"ذکر" سے مراد یہ کہ دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہے، اور "فکر" یہ ہے کہ انسان خلقت کائنات و مظاہر فطرت پر نظر غائر ڈال کر صانع کے حسنِ صنعت کا کرشمہ دیکھے۔ ذکر سے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور غفلت کے پردے چاک ہو جاتے ہیں۔ اور فکر سے علم و یقین کی روشنی بڑھتی ہے۔ چنانچہ جب وہ تعقل و تفکر سے کام لیتا ہے۔ اور اپنے اندر اور باہر کی کائنات میں غور و فکر کرتا ہے تو اسے ہر چیز کی تہہ میں ایک حکیمانہ تدبّر و فہم کارفرما نظر آتا ہے۔ خود اپنی ذات پر نظر کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ نطفہ کے ایک حقیر قطرہ سے اس کے وجود کی بنیاد رکھی گئی اور ایک معیّنہ مدّت تک شکم مادر میں اس کی نشو نما کے سامان ہوتے رہے اور دنیائے ہست و بود میں قدم رکھتے ہی سانس لینے کے لئے ہوا، تشنگی بجھانے کے لئے پانی اور گرسنگی دور کرنے کے لئے ہر طرف رزق کے انبار فراوانی سے موجود اور جسمانی ساخت کا ایسا مستحکم نظام جس میں ذرّہ بھر نقص نہیں۔ اس طرح کہ ہڈیوں کے سہارے پر جسم کو کھڑا کیا گیا۔ اس میں رگوں کا جال اس طرح پھیلایا گیا کہ از سرتا پا خون کی گردش ہوتی رہے۔ اور ہر عضو کو اس کی ضرورت کے مطابق غذا ملتی رہے۔ اور ہڈیوں کے جوڑ بند اس طرح ملائے کہ اُٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے میں رکاوٹ نہ ہو اور تمام وظائف خوش اسلوبی سے انجام پاتے رہیں۔ اس منظّم کارخانہ اور اس کے نظم و نسق کو دیکھنے کے بعد وہ یہ تسلیم کرنے کے لئے کبھی آمادہ نہ ہوگا کہ یہ بے شعور مادہ کی کارفرمائی اور بعض عناصر کے اتفاقی تصادم کا نتیجہ ہے۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو کائنات میں یکسانیت اور نظمِ خلقت میں وحدت نظر نہ آتی۔ جب کہ یہ مسلّم ہے کہ اتفاق نہ حدود کا پابند ہوتا ہے نہ قیود کا۔ لہٰذا یہ نظم و انضباط عالم اس کی قوی دلیل ہے کہ دیکھ بھال کرنے والی کوئی مدبّر ہستی موجود ہے۔ اور جوں جوں غور و فکر میں ترقی ہوگی، اللہ تعالیٰ کی ہستی کا یقین دل کے ہر رگ و ریشہ میں سرائیت کرتا جائے گا اور اس کے رُخ مستور سے شک و ابہام کا پردہ اُٹھ جائے گا۔ چنانچہ امام جعفرِ صادق؏ کا ارشاد ہے:

"تعجب ہے اس پر جو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کی نظروں سے اوجھل ہے حالانکہ وہ اپنے اندر اس کی صنعت کے ایسے آثار دیکھتا ہے، جن کی ترکیب و ترتیب اس کی عقل کو حیران اور اس کے

خلاف اس کی ہر دلیل کو توڑ دیتی ہے۔''

یونہی کائناتِ عالم کی طرف نگاہ دوڑاتا ہے تو دیکھتا ہے کہ کس حکمت کاملہ سے سورج، چاند، اور انگنت ستارے ضیا پاشی کا سامان کر رہے ہیں، اور فضا میں ہر طرف ہوائیں پھیلی ہوئی ہیں۔ تاکہ زمین کے ہر حصّہ پر سانس لی جاسکے اور اس کی متموّج لہروں کے ذریعہ شرق و غرب عالم کی آوازوں کو سمیٹا جائے اور اس فرشِ زمین کو کس طرح انسانی بود و ماند کے قابل بنایا گیا ہے کہ نہ اتنا سخت کہ چلنے پھرنے میں تکلیف ہو اور نہ اتنا نرم کہ پیر اندر دھنسنے لگیں۔ اور اجزائے ارضی میں قوّتِ نامیہ ودیعت کرکے اس کی عریانی کو سبزے سے ڈھانپا اور اس کی گود کو پھلوں اور خوش رنگ پھولوں سے بھرا گیا ہے۔ اور اس کی سیرابی کے لئے بادلوں سے مینہ برسائے گئے اور پہاڑوں سے آب شیریں کے چشمے جاری کئے گئے۔ اور اس کی تہہ میں قیمتی دھاتوں کے خزانے بھر دیئے گئے۔ کیا یہ سب کچھ خود بخود ہو گیا ہے یا کسی صانع کی اعجاز نمائی ہے جب وہ اپنے اندر اور عالم میں بکھری ہوئی نشانیوں کو دیکھتا ہے تو اس میں شک و تذبذب کا شائبہ بھی باقی نہیں رہتا۔ اور اس کی ہستی کا یقین دل میں راسخ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے۔

''یقین رکھنے والوں کے لئے زمین میں بے شمار نشانیاں ہیں۔ اور خود تمھارے اندر بھی، تو کیا تم اتنا بھی نہیں دیکھتے۔'' (قرآنِ مجید)

پھر دنیا کے تغیّرات و انقلابات کو دیکھتا ہے کہ جو بنتا ہے وہ بگڑتا ہے، جو کھلتا ہے ہو مُرجھاتا ہے اور جو پیدا ہوتا ہے وہ مرتا ہے۔ تو کیا یہ تمام کارخانہ شکست و ریخت بغیر کسی مقصد کے ہے۔ غور و فکر اسے اس نتیجہ تک پہنچائے گا کہ جب ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے تو اس دنیا کی عظیم زندگانی کا بھی کوئی مقصد ہونا چاہیئے۔ اور جب کہ ہر بگاڑ کے پیچھے بناؤ اور سلجھاؤ ہے۔ تو اس فانی زندگی کے پیچھے بھی کوئی باقی و جاوداں زندگی ہونا چاہیئے۔ جسے دنیوی زندگی کا مقصد قرار دیا جاسکے۔ اور جب ان دونوں زندگیوں میں موازنہ کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ایک کا نتیجہ فنا اور ایک کا انجام بقا ہے۔ تو وہ آخرت کی دائمی راحت کو دنیا کی چندروزہ زندگی پر ترجیح دیگا۔ جب غور و فکر سے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے تو عمل کی تحریک اور آخرت کے سرو سامان کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔ اور اس طرح وہ ذخیرۂ آخرت فراہم کرنے اور عمل صالح بجالانے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

(مرحوم مولانا مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ۔ از صحیفہ کاملہ)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

مسلمانوں کو چاہیئے کہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش کریں

''کیا وہ قرآن میں (ذرا بھی) غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔'' (سورۂ محمد۔ آیت نمبر ۲۴)

''قرآن پر غور کیئے بغیر کوئی اسے کیسے سمجھ سکتا ہے۔ کیسے اس سے ہدایت حاصل کر سکتا ہے اور کیسے اسے دنیا و آخرت میں اپنا رہبر بنا سکتا ہے؟ امین الاسلام مرحوم نے اپنی تفسیر ''مجمع البیان'' کے مقدمے میں لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''جس شخص نے قرآن پڑھا اور سمجھا ہے اُسے قیامت کے دن حساب کے بعد کہا جائیگا قرآن پڑھتا جا اور ترقی کرتا جا۔ جس طرح دنیا میں ترتیل کے ساتھ یعنی ٹھہر ٹھہر کر اور صحت کے ساتھ پڑھتا تھا۔ اب بھی پڑھ جتنا قرآن پڑھے گا اتنے ہی تیرے درجات بلند ہونگے۔''

اس حدیث کا یہ مطلب سمجھنا چاہیئے کہ جنت میں وہی قرآن پڑھیگا اور آیات کے شمار کے لحاظ سے جنت کے درجات طے کریگا جس نے دنیا میں قرآن کی تلاوت کی ہوگی اور ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ روحانی، اخلاقی اور ایمانی بلندی حاصل کی ہوگی۔ جنت میں ہر شخص کو وہی درجہ اور مقام حاصل ہوگا جس کا استحقاق اس دنیا میں پیدا کیا ہوگا۔ اللہ نے قرآن مجید کو اسی لئے عطا کیا ہے کہ وہ اسے مقدس و مطہر کتاب سمجھیں اس پر غور کریں، اس سے استفادہ (فائدہ حاصل) کریں، مسلمانوں کو دوسری ہر کتاب سے پہلے اور دوسری ہر کتاب سے زیادہ قرآن مجید سے لگاؤ پیدا کرنا چاہیئے۔ قرآن سے فایدہ اٹھانا چاہیئے اور اس پر عمل کرنے کے نیت سے اسے پڑھنا چاہیئے۔

کتنا اچھا ہو جو ہر مسلمان ہر روز اس نیت سے قرآن کی کچھ تلاوت کیا کرے اور ان پر خوب غور کرے۔ اگر عربی نہیں جانتا تو ترجمہ دیکھے اور اپنے پروردگار کے کلام سے جس کی برابری کوئی دوسرا کلام نہیں کر سکتا کسب فیض کرے۔ اگر دس آیتیں ثواب کی غرض سے پڑھتا ہے تو ایک آیت روحانی اور اخلاقی تربیت کیلئے بھی پڑھ لے۔ سچ تو یہ ہے کہ جب تک کوئی عمل انسان پر اچھا اثر نہ چھوڑے ثواب کا

کچھ مطلب ہی نہیں۔ ہر حال میں ہر روز پابندی سے قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہیئے۔حتی الامکان اسکا مفہوم سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔اگر قرآن اور اسکے مفہوم سے مناسبت پیدا ہوگئی اور اس کے مواعظ وحکم سے استفادہ کی عادت پڑھ جائے تو پھر قرآن کی تلاوت میں بھی لذت محسوس ہونے لگے گی۔اس لئے قرآن پڑھیئے، اس کی جگہ دوسری کتاب کو نہ دیکھیئے۔ ہر روز قرآن کی تلاوت کی عادت ڈالیئے، مقدار کا تعین آپکی اپنی سہولت پر منحصر ہے۔حتی الامکان آیات کے ترجمے پر توجہ دیں، اگر عربی سمجھ میں نہیں آتی تو ترجمہ بھی ساتھ ساتھ دیکھیئے۔ جب موقع اور فرصت ہو، ان آیات کے متعلق اپنے گھر والوں اور بیوی بچوں سے بھی گفتگو کیجیئے۔قرآن سے بیگانہ رہنا اور قرآن کو نہ سمجھنا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔قرآن پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے ہی کیلیئے نازل ہوا ہے۔اسلیئے قرآن سے لگاؤ پیدا کریں۔قرآن کی تلاوت سے ثواب کا مطلب یہی ہے کہ اس سے روحانی تربیت ہوتی ہے جو اچھا کام کرتا ہے اسے ثواب ملتا ہے۔ یعنی روحانی بلندی حاصل ہوتی ہے۔بہ الفاظ دیگر نیک کام سے آدمی میں اخلاقی لحاظ سے کچھ اضافہ ہو جاتا ہے اگر یہ اضافہ نہیں ہوتا اور آدمی کچھ اوپر نہیں اٹھتا تو پھر ثواب کے کچھ معنی نہیں، اسی طرح گناہ کا یہ مطلب ہے کہ آدمی پہلے سے کچھ پست ہو جاتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو گناہ کے کچھ معنی نہیں۔قرآن کی تلاوت پسندیدہ عمل ہے بشرطیکہ نیکیوں میں اضافہ اور برائیوں میں کمی کا سبب ہو۔نیکی کی عادت کو تقویت دے اور برائیوں کو ختم کرے۔'' (ماخوذ از ''تاریخ عاشورہ'' مصنف: ابراھیم آیتی)

عرضِ ناشر: مصنف کی یہ پر اہمیت عبارت یقیناً دل پر گہرا اثر ڈالتی ہے کیونکہ قرآن میں کئی مقامات پر مختلف طریقوں سے غور و فکر نہ کرنے والوں کو تنقیدی نگاہ سے مخاطب کیا گیا ہے مثلاً " افلا یتفکرون"، " افلا یتدبّرون" ''یا وہ لوگ غور و فکر نہیں کرتے۔''اور جب ہم اپنی عقل کو آزاد رکھ کر اس معاملے میں غور کرتے ہیں تو ہمیں اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ نے بھی اپنے بعد ہمارے لئے دو گرانقدر چیزوں کو ہمارا رہنما بنایا۔یعنی ائمہ طاہرین علیہ السلام اور کلامِ خدا۔اگر ہم قرآن کے مطالب اور معنی پر غور کیئے بغیر اس کی تلاوت کرتے رہیں تو یہ کس طرح ہمارا رہنما بن سکتا ہے۔کیونکہ ہم آج تک نماز میں سورتوں کی تلاوت کرتے آئے ہیں مگر انکے مطالب سے ناواقف ہیں۔یہی تو وجہ ہے کہ نماز ہمیں برائیوں سے روکنے کا سبب بننے سے قاصر ہے۔جو خضوع و خشوع جو عاجزی جو خوفِ خدا نماز میں قائم

ہونا چاہیئے تھا۔ جس تدبر اور غور و فکر کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیئے تھی اسے ہم نے پسِ پشت ڈال دیا۔ نیز ماہ رمضان میں قرآن پر قرآن ختم کرلیا جاتا ہے مگر ہماری اصلاحِ نفس میں کوئی اضافہ نہیں ہو پاتا۔ گناہوں سے دوری میں کوئی ترقی نہیں ہو پاتی۔ اس سے تو یہی واضح ہوا کہ قرآن ہمارا رہبر و ہادی نہیں کیونکہ نہ ہی اس کی تلاوت سے ہمیں کوئی روحانی فائدہ حاصل ہو رہا ہے اور نہ ہی اخلاقی۔ اس طرح تو (معاذ اللہ) یہ بات رسول خداؐ کے قول کے مخالف ثابت ہو رہی ہے کیونکہ ان کے قول کے مطابق قرآن ہمارا رہبر ہے۔

لہٰذا اس سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن ہمارا رہبر اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک ہم اسے سمجھنے کی کوشش نہ کریں، اور اسکے معنی اور ترجمہ پر توجہ نہ دیں۔ مسلمانوں پر قرآن نازل ہونے کی وجہ بھی یہی بتلائی گئی ہے کہ مسلمان اس کتاب پر غور کریں اور اس سے فائدہ حاصل کرے۔ وہ شخص جو دن میں سینکڑوں آیات کی تلاوت کرے مگر یہ تلاوت اس کے گناہوں میں کمی کا سبب نہ بنے تو ایسی تلاوت کا کیا فائدہ؟ (الناشر)

الناشر: انجمن تبلیغِ اسلام۔ نزد محفل شہدائے کربلا، پنجابی کلب، کھارادر، کراچی۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اہلِ حل و عقد کے نام: پیغامِ حق

اگر ہم مسلمان اقتدار کی گٹھ جوڑ کو چھوڑ کر حق پسندی اور اسلام دوستی پر جم جائیں تو اسلام جیسے کامل دین سے موجودہ کشمکش کا حل یقیناً بڑی آسانی سے نکالا جا سکتا ہے۔ لیکن کسی نظام سے صحیح حل نکالنے کے لئے اس نظام کے بنائے ہوئے راستے ہی سے حل تک پہنچا جا سکے گا۔ وہ راستہ حضورؐ کا بتایا ہوا ہے یعنی: قرآنِ مجید اور احادیث۔

اللہ، رسولؐ اور آخرت پر یقین اور ایمان رکھنے والوں کیلیئے تو اس میں انکار کی کوئی وجہ ہی نہیں ہو سکتی۔ لیکن انسان بحیثیت انسان کے بھی اگر وہ انصاف پسند ہے تو انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ چونکہ

مذہب اسلام عین فطرت کے مطابق ہے۔ انسانی معاش کی کشمکش کا حل قرآن مجید اس مختصر سی آیت میں یوں کرتا ہے:

''اور تم سے لوگ پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں۔ تم (ان سے) کہدو کہ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ یوں اللہ اپنے احکام تم سے صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم دنیا اور آخرت کے (معاملات) میں غور کرو۔'' (قرآنِ مجید)

اس مفہوم کو واضح کرتے ہوئے حدیث میں یوں وارد ہوا ہے، فرمایا ہے: ''کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اللہ جسے نعمت دنیا دیتا ہے تو اس کی عزت اس کی نظر میں ہے؟ اور جسے نہیں دیتا تو اس وجہ سے کہ وہ اس کی نظر میں ذلیل ہے؟ ایسا نہیں ہے مال و دولت تو اللہ کی ملکیت ہیں وہ آدمیوں کے پاس امانت رکھتا ہے اور اس کی اجازت دیتا ہے کہ اس سے اپنے لئے کھانے، پینے اور پہننے کا سامان مہیا کرے۔ شادی کرے، سواری کے لئے جانور خریدے، مگر ان سب باتوں میں اعتدال کا خیال رکھے اور جو مال اس سے بچ رہے، اس سے باایمان محتاجوں کی مدد کرے اور انکی پریشان حالی رفع کرے۔ جس آدمی کا یہ طرز عمل ہوگا اس کا کھانا، پینا، گھوڑے خریدنا، نکاح کرنا حلال ہوگا، اگر ایسا نہیں کرتا تو یہ سب حرام ٹھہرے گا۔'' پھر حضرتؑ نے فرمایا: ''تم لوگ فضول خرچی نہ کرو۔ اللہ فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

کیا اس حدیث اور آیت سے یہ واضح نہیں ہو رہا کہ ضرورت مند ہوتے ہوئے ضرورت سے زیادہ رکھنا اسلام کے حکم کی کھلی ہوئی مخالفت ہے۔ اگر برادرِ ایمانی قرآن اور حدیث کے اس واضح حکم پر متفق ہو جائیں تو افراد انسانی کی پریشانی کا حل نہیں ہو جاتا؟ ''تمام ضرورتمند ضرورت کے لحاظ سے مساوی حق رکھتے ہیں۔'' (قرآنِ مجید)

درحقیقت انسان حق ملکیت میں خالق کا قائم مقام بننا چاہتا ہے۔ یہی بات تباہی اور فساد کی جڑ ہے۔ یعنی حقیقت کے لحاظ سے انسان کو حق ملکیت قابض ہوتے ہوئے بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ میں حق تصرف دیتے ہوئے خالقِ عالم انسان کی حرکات کو یوں دہراتا ہے۔ ''کیا تم لوگوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے (غرض سب کچھ) اللہ ہی نے یقیناً

تمہارے تابع کر دیا ہے اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو (خوامخواہ) اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ (حالانکہ ان کے پاس) نہ علم ہے اور نہ ہدایت اور نہ کوئی روشن کتاب۔'' (قرآنِ مجید)

ان واضح تعلیمات کے ہوتے ہوئے پریشان حال اور ضرورت مند انسانوں کو ان کے حقوق لوٹا دینے میں خدا پرست مسلمانوں کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔؟

بانیٔ اسلام کی یہ کھلی ہوئی چیلنج پر ہر باشعور انسان کو غور کرنیکی ضرورت ہے۔ ''اسلام جہاں بھی ہوگا وہاں انسان تو انسان، حیوان بھی پریشان حال ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا۔'' اس حدیث کی روشنی میں موجودہ حالات کا تجزیہ کرنے سے جو نتائج نکل رہے ہیں وہ اہل حل وعقد اور دیگر باشعور افراد کے سامنے عیاں ہے۔ اسلام کو صحیح روشنی میں مسلمانوں کے سامنے بکثرت پیش کیا گیا ہوتا تو آج نوع انسانی کی موجودہ پریشان کن حالت ہرگز نہ ہوتی۔ یہ چیز خیر البشرؑ کے کلام سے واضح ہورہی ہے۔

بحرحال! موجودہ کشمکش کو دور کرنے کے لئے انسانی ضروریات کا ایک معتدل معیار۔ ''جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو وہ دوسروں کے لئے پسند کرو۔''، اس حدیث کی روشنی میں مقرر کرلیا جائے اور اس معیار سے ''تمام ضرورت مند ضرورت کے لحاظ سے مساوی حق رکھتے ہیں۔'' قرآنِ مجید کے مطابق ضرورت مندوں کو ان کے حقوق جہاں پر ہوں لوٹا دیئے جائیں تاکہ معاشرہ اعتدالی سطح پر چل سکے۔ اس کاوش کو قرآنی الفاظ میں قرضِ حسنہ کہیئے۔ اگر موجودہ دور کی زبان میں کوئی اور الفاظ سے پہچاننا چاہتا ہے تو اس کی وجہ معلوم کرنی چاہیئے۔ آخر مسلمان کسی اور الفاظ میں پہچاننے کے لئے کیوں تیار ہوگیا ہے؟

اسلام کے اس مساوی نظام کے بعد کیا مسلمانوں کو کسی اور نظام کی تمنا ہوسکتی ہے۔ ان واضح تعلیمات کو ابھی بھی پیش نہیں کیا گیا۔ تو یقین کیجیئے فقر وافلاس کا غلبہ عین حدیثِ پیغمبرِ اسلامؑ کے الفاظ کے مطابق کفر میں تبدیل ہوجائے گا۔ ''قریب ہے کہ فقر کفر میں تبدیل ہوجائے گا۔'' (حدیث)

اس حدیث سے واضح ہورہا ہے کہ اسلام جس طرح کفر کے خلاف جنگ کرتا ہے اس طرح فقر کے خلاف بھی جنگ کرتا ہے، جو موجب کفر ہے۔ نیز حدیث میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''جب کسی بھوکے اور پریشان حال کو دیکھو تو یقین کرلو کہ اس کا حق کسی نہ کسی نے غصب کرلیا ہے۔'' (حضرت علیؑ) جبکہ ایسا ہے

تو کوئی اسلام پسند غاصبانہ نظام کی طرفداری مسلمان ہوتے ہوئے کیسے کرسکتا ہے!!

ہمارا معاشرہ اس حدیث کے مفہوم سے عملی طور پر گزر رہا ہے۔ ''تم جس طرف چاہے نظر ڈالو، تم کو کیا نظر آئے گا؟ ایک طرف فقراء نظر آئیں گے جو فقر اور افلاس کی وجہ سے اپنا خون جگر پی رہے ہیں اور دوسری طرف اغنیاں نظر آئیں گے جو خدائی نعمتوں کو کفر میں تبدیل کر رہے ہیں۔'' ہمارے معاشرے کا عمل جس طور پر اس طرح گزر رہا ہے وہ اسلام کے نام لیواؤں کے لئے انتہائی شرم اور آخرت کی بربادی کی بات ہے۔ لہٰذا ہم اہل حل وعقد کو اس پیغام کے ذریعہ توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اقتدار کی جنگ کو چھوڑ کر اسلام کی صحیح روشنی میں انسانی مصائب کو تسلی بخش سطح پر حل کیا جائیگا تو اسلام کے سامنے دیگر نظریات اپنے آپ جھک جائیں گے۔

رمضان علی ورتیجی

خادم: ہولی قرآن اینڈ حدیث پبلشنگ سوسائٹی۔ (۱۴ مارچ ۱۹۶۹ء جمعہ)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

''عاقل سے خطاب''

''اگر قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھا گیا ہوتا اور معصومینؑ کی تعلیمات کو بالخصوص مقصدِ شہادتِ حسینؑ کو ہر مجالس میں پیش کیا گیا اور سمجھا گیا ہوتا تو آج جو مسلمانوں کی ہر محاذ پر تباہی و بربادی نظر آرہی ہے وہ ہرگز نہ ہوتی اور مسلمان دنیا و آخرت میں سرخرو ہوتے۔'' (جناب احمد علی سلیمان دامانی)

اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر حقیقی معنوں میں ایمان لانے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ اس دنیا کی دلفریب کشش ہے۔ یہ ''دنیا'' جو نقائص سے پر ہے مگر نقد ہے اس آخرت پر جو نقائص سے پاک ہے مگر ادھار کا سودا ہے، پر غالب ہے۔ کیونکہ دین کے معاملے میں غور و فکر کی کمی نے موت کے بعد کی زندگی کو دھندلا کر دیا ہے۔ تقریباً ہر شخص نے اپنے گناہوں کو آمادگی کے ساتھ کرتے رہنے کے لئے خوبصورت

اور پر فریب جواز بنا رکھے ہیں۔ نفسا نفسی کا دور دورہ ہے۔ باہمی اتحاد، درگزر، صبر وتحمل، مروّت اور قربانی کا زبردست فقدان ہے۔

چونکہ ہم نے دین کو ظاہری اور بے بنیاد رسومات تک ہی محدود کر دیا ہے اس لئے اس خول سے باہر نکلنے کی شدید ترین ضرورت ہے۔ اگر قرآنِ مجید اور ارشاداتِ معصومینؑ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دین کچھ اور ہے اور جو دین ہم نے اپنایا ہوا ہے وہ کچھ اور ہے، بلکہ بالکل اس کے برخلاف ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ اور معصومینؑ کے نام پر تو تن من اور دھن قربان کر دینے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر ان کے فرمان اور احکامات پر عمل تو کجا، مطالعہ کرنے کی بھی زحمت نہیں کرتے۔ آج جو معاشرے میں تباہی و بربادی پھیلی ہوئی ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہی جہالت ہے۔

''جہالت ہی نفسانی خواہشات کو بے لگام کر دیتی ہے''۔ اسی جہالت اور دین کے معاملے میں بغیر غور وفکر نے انسان کو گمراہ کیا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ دنیا کے عارضی اور ناپائیدار مقاصد حاصل کرنے کے لئے تو بھرپور لگن سے جستجو کرتے ہیں اور اس کی شدید طلب بھی رکھتے ہیں، مگر آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے کے معاملے میں بہت ہی آسان راستے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اس کی یقینی وجہ یہی ہے کہ آخرت کے معاملے میں بہت مشکوک ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام تر توجہ آخرت کی حقیقت کو سمجھنے میں لگائی جائے اور یہ اُسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب قرآنِ مجید اور ارشادات معصومینؑ کا غور وفکر کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔

جو لوگ معصومینؑ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں کیا انہوں نے کبھی ان کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ نہیں کی، کیونکہ یہی دین کے نام نہاد علمبردار حقیقی دین کے پھیلانے میں سب سے بڑی رکاوٹ بنتے ہیں۔ معصومینؑ کے پاس آخرت کے خزانے ہیں جو انتہائی انمول بیش بہا اور ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں جبکہ دنیاوی خزانے تو فرعون وقارون و یزید وغیرہ جیسے بدکار اور دنیا پرست لوگوں کے پاس ہوتے ہیں۔ ہمیں معصومینؑ سے وہی خزانے طلب کرنے چاہیئے جن کے وہ مالک ہیں اور انہوں نے اس خزانے کے حاصل کرنے کا راز ہمیں بتلا دیا ہے اور وہ ہے صرف اور صرف ''حصولِ علم''۔ وہ علم جو

قرآن اور ارشاداتِ معصومینؑ پر غور وفکر سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ نام نہاد ذاکروں اور مولویوں نے دینِ حق کو مال و دولت اور جھوٹی شہرت حاصل کرنے کا پلیٹ فارم بنایا ہوا ہے اور اس دور میں بھی نادان اور ناسمجھ لوگ ان کے ہتھکنڈوں کا شکار ہورہے ہیں کیونکہ وہ ابوجہل کی طرح اپنے باپ داداؤں کے نقشِ قدم پر چلنا چاہتے ہیں۔

سن لیں اور سمجھ لیں کہ جب تک دین کے معاملے میں انتہائی غور وفکر کے ساتھ کام نہیں لیں گے کبھی حق کا راستہ نہیں پاسکیں گے۔ اس پوری کائنات کے تنہا خالق و مالک کی خوشنودی اور ہمیشہ باقی رہنے والی جنّت اتنی آسانی سے کیونکر مل سکتی ہے۔ اس کے لیئے جہادِ اکبر کی ضرورت ہوتی ہے اور جہادِ اکبر جو ناجائز نفسانی خواہشات کے خلاف جہاد کا نام ہے، بہت کٹھن اور مشکل کام ہے مگر ان کے لئے نہیں جو دل کی گہرائی سے اللہ پر اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور حقیقی معنوں میں حسینی کہلانے کے حقدار بھی یہی لوگ ہیں۔

دل سے اللہ پر اور آخرت پر یقین رکھنے کا دعویٰ تو بہت سے لوگ کرتے ہیں مگر ان کے اعمال اور فیصلے صاف گواہی دیتے ہیں کہ وہ دنیا ہی کی زندگی پر زیادہ یقین رکھتے ہیں۔ مال کی ہوس اور دنیاوی ترقی اور دنیاوی خوشحالی کی آرزوؤں نے ہمیں اندھا اور غذابِ الٰہی سے بے خبر کردیا ہے۔ اسی لئے جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ دل کی گہرائی سے اللہ پر اور آخرت پر یقین حاصل کرنے کی طرف توجہ دینے کی ہے۔ تمام انبیاؑ اور تمام معصومینؑ کی زندگی کا مشن اور مقصد بھی یہی تھا۔ جب تک ہم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کی قوّت اور اس کے عدل کی معرفت حاصل نہیں کریں گے آخرت پر ہمارا یقین اتنا ہی کمزور ہوگا۔ اللہ پر اور آخرت پر مکمل یقین کسی مسلمان کے گھر پیدا ہوجانے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ تو صرف اور صرف کائنات پر غور وفکر اور دینی کتب کے حقیقی معنوں میں مطالعہ سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ لٰہذا منبر رسولؐ پر بیٹھنے والوں کا اوّلین فرض ہے کہ وہ لوگوں کو دین کے معاملات میں غور وفکر کرنے کی ترغیب دیں۔ اور جس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق کیا ہے اس مقصد کی طرف لوگوں کی توجہ دلائیں، صرف واہ واہ اور نعرے لگوا کر یا مصائب وفضائل پڑھ کر اور رلا کر منبر رسولؐ کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ جس بے دردی سے دین کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ ایک منظّم سازش ہے اور دنیا پرستوں کی چالیں

ہیں، لیکن انشا اللہ تعالیٰ اب وقت بہت قریب ہے اور کامیابی حق پرستوں اور حقیقی دین داروں ہی کی ہوگی یہ "اللہ کا وعدہ ہے" اور اللہ سے زیادہ وعدے کا سچا اور کون ہوسکتا ہے۔ "ابھی وقت ہے، دوڑو، جلدی کرو! "ابھی شانے ہلائے جارہے ہیں۔ پھر شانے ہلائے جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ موت کی تلوار ہر وقت اور ہر لمحے ہر کسی پر لٹک رہی ہے اس سے پہلے کہ موت ہم سے ہمارے سارے اختیارات چھین لے، سنجیدگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حقیقی بندگی میں چلے آئیں، فضول کاموں اور گناہوں سے آلودہ زندگی کو خیر باد کہہ دیں، ہر لمحے اپنے دل و ذہن میں اللہ کا خوف طاری رکھیں کیونکہ "سب سے زیادہ عقلمند و دانا ترین شخص وہ ہے جو اپنے دل میں ہر وقت اور ہر لمحے اللہ کا ہی خوف رکھتا ہے۔"

"یا اللہ! تیرا شکر ہے۔ تیرے ہم پر لاتعداد انگنت، بے حساب اور بے شمار احسانات ہیں۔ یا اللہ! رحمتیں نازل فرما رسولؐ پر اور ان کی آلِ پاکؑ پر اور ان کے طفیل دوستانِ حق کو عظیم الشان کامیابی عطا فرما اور ہمارا اور ہمارے والدین کا، ہمارے اھلِ خاندان کا، ہمارے رشتہ داروں کا اور ہمارے دوستوں کا اور ہم سب کا شمار دوستانِ حق میں کر۔"

"حق کو تسلیم کرنے والوں کو سلام"

ادارہ تحقیقِ تعلیمِ ثقلین (پیش کردہ: اھلِ خانہ محترم احمد علی سلیمان دامانی مرحوم) نومبر ۱۹۹۸ء

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

"قرآنِ مجید کیسے پڑھنا چاہیئے"

ہر مسلمان قرآنِ مجید کو مکمل دستورِ حیاتِ انسانی سمجھتا ہے اور اس بابرکت کتاب کو انسان کیلئے دنیا اور آخرت میں کامیابی کا مکمل ترین ذریعہ تسلیم کرتا ہے۔ اللہ کی اس کتاب کو کیونکر اور کیسے پڑھنا چاہیئے۔ اسکا طریقہ امام جعفرِ صادقؑ دعا کی شکل میں تعلیم فرمارہے ہیں تاکہ کوئی پڑھنے والا اس پر از حکمت کتاب کو پڑھتے وقت کسی قسم کی غفلت اپنے اوپر طاری نہ ہونے دے کیونکہ غفلت کی صورت میں غور و فکر و تدبر

نہیں کر سکے گا اور اس صورت میں پڑھنے کا اصل مقصد فوت ہو جائے گا۔

جو لوگ اللہ اور رسولِ اکرمؐ کے پسندیدہ طریقہ سے قرآنِ مجید پڑھنا چاہتے ہیں انکو امام جعفرِ صادقؑ کی یہ دعا پیش نظر رکھنی چاہیئے۔ مناسب ہے کہ ہر شخص اس دُعا کو اپنے پاس رکھے اور تلاوت قرآن مجید سے پہلے اس دعا کو پڑھ لیا کرے تا کہ انسانی ذہن کی کیفیت شعوری بیداری سے بیدار تر ہو جائے اور مرکزیتِ توجہ قرآنِ مجید ہی رہے اور آیت کیا کہہ رہی ہے اسے اچھی طرح سمجھ سکے۔ امام جعفرِ صادقؑ قرآنِ مجید پڑھنے سے پہلے یہ دعا پڑھتے تھے:

''دعا کا ترجمہ''

''خداوندا! میں یقینی طور پر یہ گواہی دیتا ہوں کہ یہ تیری کتاب ہے جو کہ تیرے رسول محمدؐ ابن عبداللہ پر تیری طرف سے نازل کی گئی ہے اور تیرا کلام ہے جو تیرے نبی کی زبان پر جاری ہوا۔ تو نے اپنی خلق کی طرف اس کتاب کو اپنی طرف سے ہدایت دینے والا قرار دیا ہے اور اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان حبل المتصل (اللہ اور بندوں کے تعلقات کو جوڑنے والی رسی) قرار دیا ہے۔ خداوندا! میں نے تیرے عہد اور تیری کتاب کو کھولا۔ خداوندا! اس کتاب میں میرے غور و فکر (سوچنے سمجھنے) کو عبادت قرار دے۔ اور پڑھنے کو سوچ سمجھ کے ساتھ قرار دے۔ اور میرے سوچنے، سمجھنے کو عبرت حاصل کرنا قرار دے۔ اور مجھے ان لوگوں میں سے قرار دے جن لوگوں نے تیری نصیحتوں کے بیان سے نصیحت حاصل کی ہے اور جو لوگ تیری نافرمانیوں سے بچے ہیں۔ اور اس (قرآنِ مجید) کے پڑھتے وقت میرے کان پر مہر نہ لگ جائے اور نہ میری آنکھ پر پردہ پڑ جائے اور میری اس قرأت کو ایسی قرأت نہ قرار دے کہ جس میں غور و فکر و تدبر نہ ہو۔ بلکہ مجھ کو ایسا قرار دے کہ میں اسکی آیتوں میں اور احکام میں غور و فکر و تفکر کروں۔ تا کہ تیرے دین کے قانون اور راستوں کو لیتا رہوں اور میرا اس میں غور و فکر کرنا غافلانہ نہ قرار دے اور نہ میری قرأت نامناسب اور بے سمجھی رٹائی ہو۔ بیشک تو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔''

عزیزانِ محترم! ارشادِ امامؑ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اب ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ اور رسولؐ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں: ''یہ لوگ قرآن میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے۔ کیا ان کی عقلوں پر تالے

لگ گئے ہیں؟''

(سورۂ محمدؐ۔۲۴)

''اے رسولؐ ہم نے بابرکت کتاب (قرآن) تمھاری طرف نازل اس لئے کی تاکہ لوگ اس میں غور وفکر وتدبر کریں اور عقل والے نصیحت حاصل کریں۔'' (سورۃ ص۔۲۹)

''یہ وہ باتیں ہیں جن کا اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے تاکہ تم لوگ سمجھو۔'' (سورۃ الانعام۔۱۵۲)

رسولِ اکرمؐ فرماتے ہیں: ''وائے ہو اس شخص پر جو اپنے جبڑوں میں آیتوں کو چباتا ہے اور اس میں غور وفکر وتدبر نہیں کرتا۔''

مندرجہ بالا قرآنِ مجید کی واضح آیات، رسولِ اکرمؐ کا سخت تاکیدی حکم اور امامؑ کے مفصل بیان کو دیکھنے کے بعد یہ حق پرست، صداقت پسند، منصف مزاج انسان اس بات کا اقرار کرنے پر مجبور ہے کہ جو لوگ عرصہ دراز سے قرآنِ مجید کو سمجھنے اور اس میں غور وفکر وتدبر کی دعوت دے رہے ہیں وہ درحقیقت اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی صحیح اور خالص تعلیم کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور جو لوگ سمجھنے کے ضروری ہونے کی مخالفت کر رہے ہیں، وہ اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی واضح تعلیم کی مخالفت کر رہے ہیں۔ لہٰذا حق بات ثابت ہونے کے بعد غلطی کا تسلیم کر لینا توہین نہیں ہے بلکہ اخلاقی جرأت اور اللہ کی نظر میں باعثِ عزت ہے۔

حق پسندی کے ساتھ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ بہت بڑی اکثریت قرآن، مجید کے سمجھنے اور تدبر کی شخصی ضرورت سے بے خبر اور غافل تھی اور ہے۔ مسئلہ تدبر کی اہمیت کے پیش نظر ضرورت اس بات کی ہے کہ تدّبر کے ضروری ہونے کے بارے میں اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کے تاکیدی حکم واضح الفاظ میں ہر شخص تک پہنچا دئے جائیں اور انکے ذہنوں کو جھنجوڑا جائے تاکہ عدمِ تدّبر کی مہلک غفلت سے اچھی طرح بیدار ہو جائے کیونکہ غفلت ایک قسم کی نیند اور بیہوشی ہے جیسا کہ حضرت علیؑ کے ارشاد سے واضح ہو رہا ہے کہ ''لوگ غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔ جب موت قبضہ کرے گی تب ہوش میں آئینگے۔'' اس لئے فرمایا کہ ''موت سے پہلے مر جاؤ'' یعنی موت آ کر بیدار کرے اس سے پہلے بیدار ہو

جاؤ۔ اگر اس بیہوشی اور غفلت میں جو لوگ اس دنیا سے گزر جائیں گے تو تعلیمِ حق سے بے خبر اور ناواقف رہینگے اور ہمیشہ تاریکی میں رہینگے۔

تجربات بتلاتے ہیں کہ سوئے ہوئے شخص کو اس کے ضروری کام اور اسکی بھلائی کیلئے جگاتے ہیں تو عقلمند اور سمجھدار انسان تو شکریہ ادا کرتا ہے لیکن بعض بجائے شکریہ کے حماقت، بدتمیزی اور بیہودگی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جگانے والے کو اپنے غافلانہ آرام میں دخل دینے والا خیال کرتے ہیں اور بجائے جاگنے کے جاہلانہ ضد میں آکر بہت سی خواب آور گولیاں کھا لیتے ہیں۔

ایک مشکل مقام یہ بھی پیش آتا ہے کہ بعض ناعاقبت اندیش غفلت کو سکون و آرام سمجھ کر نعمت سمجھ بیٹھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ جتنا باخبر ہوتے جائیں گے اتنی ہی ذمہ داری بڑھتی چلی جائے گی۔ لہٰذا سوتے رہو اسی میں فائدہ ہے۔ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ حق کیا ہے لیکن سمجھتے ہوئے بھی حق کا انکار کرتے ہیں تاکہ غلط طریقہ اور غلط طریقہ پر بنی ہوئی چودھراہٹ میں فرق نہ آنے پائے۔ یہ اور ایسی بہت سی دشواریاں جگانے کے راستہ میں ہیں لیکن ایک کلیہ ہے کہ نااہلوں کی نااہلی کی وجہ سے لائق انسانوں کو انکے واجب حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ غفلت پسندوں کی سزا، بیداری پسند انسانوں کو دینا صحیح نہیں ہے۔

تاریخِ انسانی گواہی دے رہی ہے کہ ہر جگہ کچھ نہ کچھ انسان باہوش، بیداری پسند اور انسانیت دوست نکل ہی آتے ہیں اور وہ اپنی اپنی کوشش اور صلاحیت کے مطابق بیدار ہو کر دوسروں کو بیدار کرنے کی امکانی کوشش امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شکل میں کرتے رہتے ہیں اور انسانیت کے زندہ ہونے کا ثبوت دے کر پورے معاشرے کو عقلِ انسانیت اور شرافت کے دیوالیہ پن سے بچا لیتے ہیں۔ ورنہ معاشرہ اس خطاب کا مستحق ہو جاتا ہے کہ: ''کیا تم میں ایک بھی مردِ عاقل نہیں ہے؟'' (قرآنِ مجید)

خادم: رمضان علی اے۔ ورتیجی۔

(ہولی قرآن اینڈ حدیث پبلشنگ سوسائٹی کے شکریہ کے ساتھ)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

شیعہ اثناعشری فرقہ کی بنیاد قرآنِ مجید اور ائمہء اطہارؑ کی تحقیق شدہ تعلیمات پر منحصر ہے۔اس مفروضہ پر خوجہ شیعہ اثناعشری کی عام مایوسی و بے رخی کے رویہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اصلاحی مقصد کی خاطر جناب خوجہ وزیر علی نظر علی راجولا والا مجتہد کی طرف سے تحقیق تعلیم ثقلین کے عنوان سے قریباً ۱۹۶۰ء کے زمانے میں دو چھوٹے کتابچے شائع ہوئے جنکا دوسرا ایڈیشن تاریخ ۱۹۷۰-۴-۱۷ کو خوجہ محمد جعفر منتظم حمایتِ حق مبین ادارے کی طرف سے شائع ہوا۔اسلامی تعلیمات میں اثناعشری فرقہ کیلئے انکی غیر معمولی تاریخی قدر و قیمت ہے اسلئے ان کتابچوں کے متن کو اسی تحریری شکل میں جوں کی توں پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہوں:۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

تحقیقِ تعلیمِ ثقلین (نمبر۱)

''اے گروہِ انسان! میں تم میں دو (۲) گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔کتابِ خدا اور میرے اہلِ بیتؑ۔جب تک تم ان دونوں کی پیروی کرتے رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہونگے۔ان دونوں میں کبھی افتراق نہیں ہوگا۔'' (ارشادِ رسولؐ)

اس مختصر تحریر میں تعلیم ثقلین یعنی قرآن اور اہلِ بیتؑ (کی تعلیمات کو) سمجھنے کی ضرورت پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ لوگ جہالت کی تاریکیوں سے نکل کر تعلیم ثقلین کی روشنی میں آنے کی کوشش کرسکیں اور آنے والی نسلوں کو گمراہی اور ہلاکت سے بچانے کے فریضہ کو انجام دے سکیں۔کیونکہ جس نے تعلیمِ قرآن واہل بیتؑ کو نہ سمجھا اور دامن ثقلین کو چھوڑ دیا وہ یقیناً گمراہ ہے اسلئے کہ رسولِ اکرمؐ کا صاف اور واضح ارشاد ہے کہ جب تک تم قرآن اور اہل بیتؑ (کی تعلیمات پر عمل پیرا رہتے ہوئے ان) کے ساتھ رہوگے، ہرگز گمراہ نہ ہونگے۔اور ان دونوں میں کبھی افتراق نہیں ہوگا یعنی ان دونوں کا راستہ اور رہنمائی ایک ہی ہوگی۔ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ قرآن کچھ کہہ رہا ہو اور اہلِ بیتؑ کچھ اور کہہ رہے ہوں، کیونکہ

معصومینؑ محلِ مشیت الٰہی ہیں۔ اسلئے اللہ کے کلام میں اور معصومینؑ کے کلام میں کبھی اختلاف نہیں ہوسکتا۔

ہمارا فریضہ ہے کہ سوچیں، سمجھیں اور تحقیق کر کے صحیح تعلیم ثقلین تک پہنچنے کی کوشش کریں تا کہ قرآن اور اہل بیتؑ کی یقینی پیروی کرسکیں اور گمراہی سے بچنے کا یقین حاصل کرسکیں تا کہ انسانیت کے بہتر سے بہتر درجہ تک پہنچ سکیں۔ کیونکہ یہی مقصدِ حیاتِ انسانی ہے اور یہی تعلیم اسلامی ہے۔

قرآنِ مجید کے سمجھنے اور نہ سمجھنے کے بارے میں اللہ، رسولؐ اور معصومینؑ نے کیا فرمایا ہے؟ اس سوال پر گفتگو کرنے سے پہلے ہمارا فریضہ ہے کہ ہم معلوم کرلیں کہ اللہ، رسولؐ اور معصومینؑ نے اس بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے تا کہ محض بے خبری اور جہالت کی وجہ سے اللہ، رسولؐ اور معصومینؑ کے کلام کو جھٹلانے کے ذمہ دار نہ بنیں اور بجائے ثواب کے اللہ کی مخالفت کر کے گناہ نہ مول لیں۔ قرآنِ مجید کو سمجھنے کی صحیح کوشش کرنے اور اس میں غور وفکر کر کے نتیجہ تک پہنچنے کی صحیح کوشش کرنا ہدایت ہے اور قرآنِ مجید کو سمجھنے کی صحیح کوشش نہ کرنا گمراہی ہے۔ اس بات کے ثبوت میں کچھ آیاتِ قرآنی اور کچھ اقوالِ معصومینؑ پیش کیے جاتے ہیں تا کہ قارئینِ کرام (پڑھنے والے حضرات) غور وفکر کرکے صحیح نتیجہ تک پہنچ سکیں تا کہ اگر آج تک جن لوگوں کو سمجھنے کا موقع نہ مل سکا ہو تو اب سمجھنے کی کوشش کرسکیں اور آنیوالی نسلوں کو قرآن اور اہل بیتؑ کی تعلیم سے جاہل رکھنے کے ذمہ دار نہ بنیں، اسلئے کہ جس طرح باقی رہنے والی نیکی کا ثواب نیکی کرنے والے کو برابر ملتا رہتا ہے اسی طرح باقی رہنے والی بدی اور گمراہی کا عذاب بھی برابر ملتا رہے گا۔ لہٰذا ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اللہ، رسولؐ اور معصومینؑ کے سامنے اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے اور تحقیقِ حق کر کے لوگوں کو جہالت کی تاریکیوں سے نکالنے کے فریضہ کو انجام دے تا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب سے محفوظ رہ سکے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں واضح طریقہ سے سینکڑوں جگہ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کتاب کو اس لئے نازل کیا ہے کہ تم لوگ اس میں غور وفکر کرو اور قرآن میں غور وفکر نہ کرنے والوں کی سخت مذمت کی ہے۔ نیچے بیان کی ہوئی آیتوں میں غور کیجیے، سوچیے، اور سمجھنے کی کوشش کیجیے تا کہ صحیح مقصد تک آسانی سے پہنچ سکیں۔

"(اے رسول) ہم نے بابرکت کتاب (قرآن) تمھاری طرف اسلئے نازل کی تا کہ لوگ اسمیں

غور کریں اور عقل والے نصیحت حاصل کریں'' (سورۃ ص ۔ آیت ۲۹)

''جو لوگ سمجھ رکھتے ہیں انکے لئے ہم نے اپنی آیتوں کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان کر دیں ہیں۔'' (سورۃ الانعام ۔ آیت ۹۹)

''غور تو کرو ہم کس طرح اپنی آیتوں کو بار بار بیان کرتے ہیں تا کہ یہ لوگ سمجھیں۔'' (سورۃ الانعام ۔ آیت ۶۵)

ایک ایک آیت کو پڑھیئے اور اچھی طرح سوچیئے کہ یہ آیات کیا کہہ رہی ہیں۔ روشنی اور اندھیرے میں جو فرق معلوم ہوتا ہے ایسا ہی فرق اگر سمجھنے اور نہ سمجھنے میں معلوم ہو تو آج ہی سے سمجھنے کی کوشش شروع کیجیئے۔ چند روز کی کوشش میں آپکو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کتنی بڑی نعمت سے بے خبر اور اندھیرے میں تھے۔

''اے رسولؐ! یہ قصے ان لوگوں سے بیان کر دو تا کہ یہ لوگ غور کریں، تمھارے پاس تو سمجھانے والی چیزیں آ ہی چکیں پھر جو دیکھے (سمجھے) تو اپنے دم کیلیئے اور جو اندھا بنے تو (اسکا ضرر بھی) خود اس پر ہے۔ (اے رسولؐ کہہ دو کہ) میں تم لوگوں کا نگہبان تو ہوں ہی نہیں۔'' (سورۃ الانعام ۔ آیت ۱۰۵)

''دینِ اسلام ایک سیدھا راستہ ہے اور نصیحت حاصل کرنے والوں کیلیئے ہم نے اپنی آیتوں کو صاف صاف تفصیل وار بیان کر دیں ہیں۔'' (سورۃ الانعام ۔ آیت ۱۲۷)

''یہ وہ باتیں ہیں جنکا اللہ نے تمہیں حکم دیا تا کہ تم لوگ سمجھو۔'' (سورۃ الانعام ۔ آیت ۱۵۲)

''اے رسولؐ! ہم نے تم پر ایسی آیتیں نازل کیں جو واضح اور روشن ہیں اور اس سے انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو بد کردار ہیں۔'' (سورۃ البقرۃ ۔ آیت ۹۹)

''ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمھارا ذکر ہے، تو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔'' (سورۃ الانبیاء ۔ آیت ۱۰)

''کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے، کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟''
(سورہٴ محمدؐ ۔ آیت ۲۴)

''اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلیئے آسان کر دیا ہے، تو کوئی ہے جو نصیحت حاصل

کرے؟'' (سورۃ القمر۔آیت ۴۰۔۳۲۔۲۲۔۱۷)

خداوندِ عالم ایک ہی سورۃ میں چار جگہ اس آیت کو بار بار بیان فرماتا ہے کہ ہم نے یقیناً قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے۔ کیا ہے کوئی جو نصیحت حاصل کرے؟۔ کیا باوجود اتنی صاف صاف آیتیں موجود ہوتے ہوئے لوگ یہ کہنے کی جرأت کر رہے ہیں کہ قرآن مشکل ہے، اور لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ کیا ایسا کہنا قرآن کی آیتوں کو صاف صاف جھٹلانا نہیں ہے؟ اور قرآن کو مشکل کہہ کر لوگوں کی ہمت کو پست نہیں کیا جا رہا ہے تا کہ لوگ اگر سمجھنے کا ارادہ کریں تب بھی انکی دشواریوں کو سن کر اس سے دور رہیں۔ غور کیجیئے اور عبرت حاصل کیجیئے اے صاحبانِ نظر!!

''غور تو کرو! ہم اپنے احکام ان سے کیسے صاف صاف بیان کر رہے ہیں۔ باوجود اس کے دیکھو تو یہ لوگ کہاں بھٹکے جا رہے ہیں۔'' (سورۃ المائدہ۔آیت ۷۵)

''یہ مثالیں ہم لوگوں (کو سمجھانے) کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور کریں۔''

(سورۃ الحشر۔آیت ۲۱)

''جن لوگوں پر توراۃ (کی تعلیمات اور اس پر عمل پیرا ہونیکا) بار ڈالا گیا تھا۔ پھر وہ اسے اٹھا نہ سکے۔ ان کی مثال تو ایسے گدھے کی سی ہے جو کتابیں لادے ہوئے ہو۔ کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیات کی تکذیب کی اور اللہ ظالم لوگوں کی ہدایت نہیں فرماتا۔'' (سورۃ الجمعہ۔آیت ۶)

(اس مندرجہ بالا آیت کے فُٹ نوٹ میں الفاظ یہ ہے کہ 'یعنی توراۃ میں سے کوئی بھی علم حاصل نہ کیا، منہ سے پڑھنے کی حد تک ہی اسکا استعمال کیا'۔ حبیب اسماعیل بنیو ولنٹ ٹرسٹ کے گجراتی ترجمہ سے ماخوذ)

(اس آیت نمبر ۶ کا اطلاق نہ صرف اہل توراۃ بلکہ اہل قرآن پر بھی ہو رہا ہے جنکی عملی زندگی قرآنِ مجید کے احکامات کے مطابق نہیں ہے۔ قرآنِ مجید ترجمہ جناب ابومنصور سے ماخوذ)

نمازِ جمعہ میں جس وقت یہ آیت سنیئے اس وقت ذرا غور کیجیئے کہ یہ آیت مسلمانوں کو بھی کچھ کہہ رہی ہے یا صرف یہودیوں سے اسکا تعلق ہے۔ اور اگر۔۔۔ مسلمان ویسا ہی برتاؤ اللہ کی کتاب کے ساتھ کرے تو کوئی حرج نہیں!!

اسکا فیصلہ آپ اپنے ضمیر سے پوچھیئے۔ البتہ ہم تفسیرِ مجمع البیان سے سورۃ الجمعہ کی اس آیت کی تفسیر میں جو عبارت موجود ہے اسکا مختصر مفہوم آپ کی توجہ کیلئے پیش کر رہے ہیں تاکہ آپکو غور کرنے میں آسانی ہو، وہ لکھتے ہیں کہ: ''ایسے لوگوں کی مثال گدھے کی کیوں دی گئی، اسلئے کہ وہ گدھا جو معقول باتوں کی کتابوں کو اپنی پیٹھ پر اُٹھائے ہوئے ہوتا ہے لیکن نہیں جانتا کہ ان کتابوں میں ہے کیا؟'' (تفسیر مجمع البیان۔ سورۃ الجمعہ)

''بہت سے جنات اور آدمی ایسے ہیں جنکو گویا کہ ہم نے جہنم کے واسطے پیدا کیا ہے (وہ کون اور کیسے ہیں) جن کے پاس عقل ہے لیکن سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، جن کے پاس آنکھیں ہیں مگر دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ کان ہیں لیکن سننے کا کام نہیں لیتے، یہ لوگ مثل جانوروں کے ہیں بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ، یہی وہ لوگ ہیں جو (حق سے) بے خبر ہیں۔'' (سورۃ الاعراف۔ آیت ۱۷۹)

برادرانِ ایمانی، اب آپ خود غور کریں اور اپنی عقل سے پوچھیئے کہ قرآن آپ کو سمجھنے کی دعوت دے رہا ہے یا نہ سمجھنے کی، اور قرآن سے بے خبر اور جاہل رہنے کی؛ اسکے علاوہ آپ قرآنِ مجید کو شروع سے آخر تک دیکھ لیجیئے کہ عقل اور سمجھ کی صفت کس گروہ کے لئے بیان کی گئی ہے اور بے عقلی اور نہ سمجھنے کی صفت کس گروہ کیلئے بیان کی گئی ہے تاکہ سمجھنے اور نہ سمجھنے کا سوال پوری تفصیل کیساتھ آپکے سامنے آجائے۔

اب آپ کے سامنے سمجھنے اور نہ سمجھنے کے متعلق کچھ اقوالِ معصومینؑ پیش کر رہے ہیں تاکہ ہر صاحبِ نظر غور سے کام لیکر صحیح نتیجہ تک آسانی سے پہنچ سکے اور سمجھنے اور نہ سمجھنے کا فیصلہ سمجھ کے کر سکے۔ جس طرح قرآنِ مجید نے سوچنے، سمجھنے کا حکم دیا ہے اور نہ سوچنے اور نہ سمجھنے والوں کی مذمت کی ہے اسی طرح رسولؐ اور آلِ رسولؐ نے بھی سمجھنے اور سوچنے کا حکم دیا ہے اور نہ سمجھنے اور نہ سوچنے والوں کی سخت مذمت کی ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیئے کیونکہ یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے الگ الگ رہنمائی نہیں کر سکتے، جیسا کہ حدیثِ ثقلین میں رسولِ اکرمؐ فرما چکے ہیں۔ چھٹے امام حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ: ''جو شخص قرآن پڑھے اسکو چاہیئے کہ جب ایسی آیت سے گزرے جس میں قابلِ طلب چیز کا ذکر ہو تو اللہ سے طلب کرے اور ایسی آیت سے گزرے جس میں عذاب کا ذکر ہو تو اس کو چاہیئے کہ عذاب سے پناہ مانگے۔'' (وسائل الشیعہ۔ صفحہ ۳۸۶)

ذرا سوچیئے کہ امامؑ جو شخص قرآن پڑھے اس کو یہ حکم دے رہے ہیں، تو جو شخص قرآن کے معنی نہ سمجھتا ہو وہ کیونکر سمجھے گا کہ اس آیت میں کس چیز کا ذکر ہے؛ کیا اس سے آپ یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے ہیں کہ امامؑ قرآن پڑھنے والے کو سمجھ کے پڑھنے والا سمجھ رہے ہیں یا بغیر سمجھے ہوئے پڑھنے والا۔ سوچیئے اور سمجھنے کی صحیح کوشش کیجیئے۔

قرآن اور اہل بیتؑ کی تعلیم کے خلاف کسی کی رائے کوئی قیمت نہیں رکھتی، اسلئے کہ رسولِ اکرمؐ نے صاف اور واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ: ''جب تک تم قرآن اور اہل بیتؑ کی پیروی کرتے رہو گے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہونگے۔'' کیا اس کے صاف اور واضح معنی یہ نہیں کہ ان دونوں (قرآن اور اہلِ بیتؑ) کی تعلیم کے خلاف کسی کی بھی پیروی کرو گے تو یقیناً گمراہ ہو جاؤ گے۔ کیا اس واضح ارشادِ رسولؐ کے بعد ہمارا فریضہ نہیں ہے کہ ہم قرآن اور اہل بیتؑ کی تعلیم کی تحقیق کریں تا کہ گمراہی سے بچ سکیں۔ کیا کسی تعلیم کی تحقیق بغیر اس کے سمجھے ہوئے ہو سکتی ہے۔؟!

اس پر غور کیجیئے اور ۔۔۔ اچھی طرح سمجھ کر فیصلہ کرنے کی عادت ڈالیئے تا کہ اللہ کی بہت بڑی نعمتِ عقل کا صحیح استعمال کرنے سے شکریہ ادا ہو سکے۔ اسلئے کہ ہر نعمت کا شکریہ یہی ہے کہ اس کو اسکے صحیح مقصد میں صحیح طریقہ سے استعمال کیا جائے۔

اوپر کے چند الفاظ میں اگر آپ غور کریں گے تو کفرانِ نعمت کے معنی بھی واضح ہو جائیں گے تا کہ عقل ایسی نعمتِ عظمہ کا کفرانِ نعمت نہ ہونے پائے۔

رسولِ اکرمؐ فرماتے ہیں کہ: ''وائے ہو اس شخص پر جو اپنے جبڑوں میں آیت کو چباتا ہے اور اس میں غور و فکر اور تدبر نہیں کرتا۔'' (اسرار الصلاۃ۔ شہید ثانی۔ صفحہ ۷۷)

رسولِ اکرمؐ کے اس قول میں بغیر سوچے سمجھے پڑھنے والے کی کیا کھلی ہوئی مذمّت نہیں ہے؟

''اور قرآنِ مجید میں غور و فکر اور تدبر نہیں کرتے۔ کیا ان کے دلوں (عقلوں) پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟'' (قرآن)

کیا اس آیت میں غور و فکر نہ کرنے والوں کی صاف صاف مذمّت نہیں ہے؟ تو جب اللہ اور رسولؐ، قرآن میں غور و فکر نہ کرنے والوں کی مذمّت کر رہے ہیں تو کیا کوئی شخص اللہ اور رسولؐ کے حکم کے خلاف اسی کام میں اپنے حکم سے ثواب بنا دینگے!؟ سوچیئے، سمجھیئے اور عقل کا صحیح استعمال کیجیئے تا کہ بے خبری،

غفلت اور جہالت کے اندھیرے سے نکل سکیں۔ یہی مقصدِ حیاتِ انسانی ہے۔ رسولِ اکرمؐ فرماتے ہیں:
''بغیر سمجھے عبادت میں کوئی خیر نہیں اور بغیر سوچے سمجھے قرأت میں کوئی خیر نہیں ہے اور اگر ایک بار پڑھنے سے تدبر نہ آسکتا ہو تو بار بار پڑھو۔'' (اسرار الصلاۃ صفحہ ۹۱)

اس لئے کہ پڑھنے کا مقصد تدبّر ہی سے حاصل ہوتا ہے اور جو بغیر سوچے سمجھے پڑھتا ہوگا وہ مقامِ مذمّت میں آجائے گا۔ جیسا کہ رسولِ اکرم کے ارشاد سے واضح ہے۔

اسی مفہوم میں حضرت علیؑ کا قول اصولِ کافی اور وسائل الشیعہ میں اس طرح سے وارد ہوا ہے:

''خبردار! ایسے علم میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں سمجھ نہ ہو۔ خبردار! ایسی قرأت میں کوئی خیر نہیں ہے جو بغیر سوچ، سمجھ اور تدبّر کے ہو۔ خبردار! ایسی عبادت میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں سمجھ نہ ہو۔''

رسولِ اکرمؐ فرماتے ہیں کہ: ''قرآن اس وقت تک پڑھو جب تک تمھارے دل و دماغ اثر قبول کرتے رہیں، جب دیکھو کہ یہ کیفیت نہ رہے تو نہ پڑھو۔''

صرف حروف پر نظر پھرانے میں ثواب ہوتا تو رسولِ اکرمؐ پڑھنے سے روکتے کیوں؟ مزید تفصیل انشاءاللہ لفظِ قرأت، تلاوت، عقل، تدبّر، تفکر، ثواب، واجب، حرام، مستحب اور مکروہ وغیرہ کی بحث میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ ارشادِ معصومؑ ''تھوڑی دیر کا سوچنا ہزار سال کی عبادت سے اچھا ہے'' کے معنی پر بھی غور کرنے میں آسانی ہو سکے۔ سوچئے اور سمجھنے کی کوشش کیجیئے، اس لئے کہ خداوندِ عالم قرآن مجید میں صاف صاف فرماتا ہے کہ: ''اے رسولؐ! ایسے لوگوں کو خوش خبری دیدو جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور جو اچھی بات ہو اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکی خدا نے ہدایت کی ہے اور یہی صاحبانِ عقل ہیں۔'' (سورۃ الزمر۔ آیت ۱۸)

اب آپ تنہا یا دو دو، چار چار برادر مل کر اچھی طرح ٹھنڈے دل سے سوچئے اور سمجھنے کی کوشش کیجیئے کہ اللہ، رسولؐ او معصومینؑ قرآنِ مجید کے سمجھنے کا حکم دے رہے ہیں یا نہ سمجھنے کا؟! کیونکہ ایک ہی تعلیم کا سمجھنے کا بھی حکم دیں اور نہ سمجھنے کا بھی، ایسا نہیں ہو سکتا ہے، کیونکہ کسی تعلیم کا سمجھنا روشنی میں آنا ہے اور اس کو نہ سمجھنا اس تعلیم سے اندھیرے میں رہنا ہے۔ یہ دونوں باتیں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

اب آپ سوچیئے کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اللہ اور رسولؐ یہ فرمائیں کہ تم ہماری تعلیم سے بے خبر اور

جاہل رہ کر اندھیرے میں رہو؟ اگر آپ کے سامنے واضح اور روشن تعلیمِ ثقلین سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ سمجھنا یقیناً ضروری ہے تو آپ کا ایمانی فریضہ ہے کہ جتنا جلد ممکن ہو سکے سمجھنے کی صحیح کوشش شروع کر دیجیئے اور اس بات کا اطمینان رکھیئے کہ تعلیمِ ثقلین یقیناً آسان ہے۔ کیونکہ وہ بالکل فطرت انسانی اور عقل کے مطابق ہے۔

آخر میں یہ بھی سمجھ لیجیئے کہ جب آزادیٔ بحث کیساتھ علم و عقل کی روشنی میں ہمارے نوجوانوں کو تعلیمِ ثقلین ملے گی تو مذہب سے بھٹکنے اور گمراہ ہو جانے کا کوئی خطرہ نہیں رہے گا بلکہ انشااللہ ایسے تعلیم یافتہ نوجوان دوسروں کے لئے یقیناً رہنما ثابت ہونگے۔

تاریخ سن ۱۹۶۰ء والسلام۔

خادمِ ثقلین: (خوجہ وزیر علی مجتہد۔ راجولا والا)

تحقیق تعلیم ثقلین، S ـ ۳/۱۵۲، سعود آباد، ملیر کالونی، کراچی۔ ۳۷

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

تحقیقِ تعلیمِ ثقلین (نمبر۲)

برادرانِ ایمانی، قرآنِ مجید کے متعلق حضرت علیؑ کے ارشادات پیش کرنے سے پہلے عقل کے متعلق معصومینؑ کے چند ارشادات پیش کر رہے ہیں۔ تاکہ دین کے بارے میں عقل کا مرتبہ واضح اور روشن ہو جائے، اس لئے کہ تمام انسانی ذمہ داریوں کی بنیاد صرف عقل پر موقوف ہے، جیسے کہ امامؑ فرماتے ہیں کہ:

''اس شخص کا کوئی دین ہی نہیں ہے جس کے پاس عقل نہ ہو۔'' چھٹے امامؑ فرماتے ہیں کہ:

''ثواب بقدرِ عقل ہے۔''

حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ:

''دین وہیں پر ہوتا ہے جہاں عقل ہوتی ہے۔ جہاں عقل نہیں ہوتی وہاں دین نہیں ہوتا ہے۔''

آگے امامؑ فرماتے ہیں کہ:

چھٹے امامؑ فرماتے ہیں: ''اللہ کی نظر میں بے وقوف اور احمق سے بڑھ کر ناپسندیدہ کوئی مخلوق نہیں ہے کیونکہ اس نے اس چیز کو صحیح استعمال نہ کر کے ضائع اور برباد کردی جو اللہ کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور وہ چیز عقل ہے۔'' آگے امامؑ فرماتے ہیں: ''انسان کی انسانیت کا دارومدار عقل پر ہے۔''

ارشادِ رسول اکرمؐ ہے کہ: ''عقل مند انسان اللہ کے کسی فریضہ کو ادا نہیں کرتا ہے جب تک وہ سمجھ نہ لے کہ اللہ نے اس کام کو کیوں کرنے اور کس طرح کرنے کا حکم دیا ہے۔'' (یعنی بندے کیلئے فرائض کا صحیح طریقہ سے ادا کرنا ممکن ہی نہیں ہے جب تک کہ وہ یہ نہ سمجھ لے کہ اللہ کیوں کر اور کس طرح سے اس کام کو ادا کرانا چاہتا ہے۔)

برادرانِ ایمانی! سوچیئے اور سمجھنے کی کوشش کیجیئے کہ معصومینؑ ہم کو کیا تعلیم دے رہے ہیں اور ہم کیا کر رہے ہیں، بغیر سمجھے پڑھنا اور بغیر سمجھے عبادت کرنے کے بارے میں سوچیئے کہ یہ قولِ معصومؑ ہم لوگوں سے کچھ کہہ رہا ہے؟

اس تحریر کو اس نظر سے دیکھیئے کہ اس میں ثقلین کی تعلیم پیش کی جا رہی ہے اور اس بات کی اچھی طرح تحقیق کیجیئے کہ آیا یہ ثقلین کی تعلیم ہے یا نہیں۔ اگر آپ کی تحقیق میں یہ بات ثابت ہو جائے کہ یقیناً یہ تعلیم ثقلین ہے تو اچھی طرح سمجھ لیجیئے کہ اس کی مخالفت یقیناً گمراہی ہے اس لئے کہ یہ مخالفتِ ثقلین ہے۔ پیش کرنے والے کی مخالفت نہیں ہے۔

ذرا سوچیئے اور سمجھنے کی کوشش کیجیئے۔ آنکھیں بند کر کے مخالفت کرنے کی کوشش نہ کیجیئے۔ ثقلین کی تعلیم کی روشنی میں دیکھیئے کہ دین میں عقل کا کیا مرتبہ ہے اور تعلیمات کو سمجھ کر اختیار کرنے میں معصومینؑ نے کس کس طرح تاقید فرمائی ہے۔ باوجود اس کے اگر کسی بہترین تعلیم کو زندگی بھر سمجھنے کی امکانی کوشش نہ کرے تو یہ ثقلین کی تعلیم کی کھلی ہوئی مخالفت نہیں ہے؟ اور اگر کسی وجہ سے آج تک اس بلند تعلیم سے بے خبر اور غافل رہ گئے ہوں تو کوئی شخص ہماری اس غفلت کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرے تو ہمارا فریضہ کیا ہے؟ کیا ہمیں بیدار ہونے کی بجائے غفلت پر اسرار کرنا چاہیئے؟ حالانکہ قرآنِ مجید کا واضح ارشاد ہے کہ:

''اگر کوئی فاسق بھی تمہارے پاس کوئی خبر لیکر آئے تو تمہارا فرض ہے کہ اچھی طرح تحقیق کرلو۔

اسلئے کہ ایسا نہ ہو کہ تم جہالت اور بے خبری کی وجہ سے کسی کو نقصان پہنچا دو اور بعد میں تم کو افسوس کرنا پڑے۔" (سورۃ الحجرات۔آیت ۹)

اب آپ کے سامنے قرآنِ مجید کے متعلق حضرت علیؑ کے کچھ ارشادات بہت مختصر طریقہ سے پیش کررہے ہیں۔ تفصیل کے ساتھ انشااللہ جب ممکن ہو سکے گا پیش کرنے کی کوشش کرینگے۔ حضرت علیؑ اپنی تقریر میں فرماتے ہیں کہ

"لوگو! میرے بعد تم پر ایک ایسا دور آنے والا ہے جس میں حق سے زیادہ کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوگی اور باطل سے زیادہ کوئی چیز نمایاں اور ظاہر نہ ہوگی اور اللہ اور رسولؐ پر سب سے زیادہ جھوٹ اور بہتان لگائے جائیں گے۔"

دوستو! امامؑ کے اس جملے کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھ لیجیئے اور پھر کہیئے کہ اللہ نے اپنے پیغام (قرآنِ مجید) کو سمجھ کر پڑھنا پسند کیا ہے یا بغیر سمجھے ہوئے زندگی بھر پڑھتے رہنے کا حکم دیا ہے! سوچیئے اور اچھی طرح سمجھ کر فیصلہ کرنے کی کوشش کیجیئے اور اگر کوئی غلطی نظر آئے تو سدھارنے کی کوشش کیجیئے اس لئے کہ حق بات سامنے آجانے کے بعد چھپانے کی کوشش کرنا سخت گناہ ہے جس کے بارے میں قرآنِ مجید اس طرح ارشاد فرماتا ہے: (غور سے پڑھیئے)

"بے شک جو لوگ (ہماری) ان روشن دلیلوں اور ہدائتوں کو جنہیں ہم نے نازل کیا اس کے بعد چھپاتے ہیں جب کہ ہم کتاب (توریت اور قرآن) میں لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کر چکے، تو یہی لوگ ہیں جن پر خدا (بھی) لعنت کرتا ہے (اور) لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔

مگر جن لوگوں نے (حق چھپانے سے) توبہ کی اور (اپنی خرابی کی) اصلاح کر لی اور (جو کتاب اللہ میں ہے صاف صاف بیان کر دیا) پس ان کی توبہ میں قبول کرتا ہوں اور میں تو بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں۔" (سورۃ البقرۃ۔آیت ۱۶۰۔۱۵۹)

"بے شک جو لوگ ان باتوں کو جو اللہ نے کتاب میں نازل کی ہیں، چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت (دنیوی نفع) لے لیتے ہیں یہ لوگ تو بس انگاروں سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں اور قیامت کے دن اللہ ان سے بات تک تو کریگا نہیں اور نہ انہیں (گناہوں سے) پاک کرے گا اور انہی کیلیئے دردناک عذاب ہے۔

یہی لوگ ہیں جنہوں نے (دنیا میں) ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی اور (آخرت میں) بخشش (خدا) کے بدلے عذاب۔ پس وہ لوگ دوزخ کی آگ کیوں کر برداشت کریں گے!''

(سورۃ البقرۃ۔آیت ۱۷۵-۱۷۴)

اچھی طرح سوچیئے اور سمجھنے کی کوشش کیجیئے کہ سمجھنا ہدایت ہے یا نہ سمجھنا۔ جب آپ سمجھنے کی کوشش کریں گے تب اچھی طرح آپکی سمجھ میں آجائے گا کہ سب سے بڑی جو غفلت ہوئی ہے وہ یہی ہے کہ قرآنِ مجید کو سمجھنے کی جو کوشش ہونا چاہیئے تھی وہ نہیں ہوئی ہے۔

اسی تقریر (خطبے) میں امامؑ فرماتے ہیں کہ:

''اس زمانے والوں کی نظر میں قرآن سے زیادہ بے قیمت اور حقیر چیز کوئی نہیں ہوگی جب کہ قرآن کو اس طریقہ سے پیش کیا جائے گا جیسے کہ اسکو پیش کرنا چاہیئے۔ (یعنی جیسی تعلیم قرآن دے رہا ہے اس کو اسی صورت میں پیش کیا جائے گا تو لوگوں کی نظر میں اس کی کوئی قیمت نہیں ہوگی) اور قرآن سے زیادہ کوئی نفع بخش سودا نہیں ہوگا جبکہ قرآن، قرآنی تعلیم کے خلاف ردوبدل کر کے پیش کیا جائے گا (یعنی ایسی صورت میں بہت نفع بخش اور Paying business ثابت ہوگا)۔ اور انکی بستیوں میں اچھے کام کو برا اور برے کام کو اچھا سمجھا جائے گا۔ اس وقت ظاہر میں قرآن رکھنے والے درحقیقت قرآن کو پھینک چکے ہونگے، اور ظاہر میں قرآن کے حافظ ہونگے وہ درحقیقت مقصدِ قرآن کو بھلا چکے ہونگے۔ اس وقت اللہ کی کتاب اور اسکے اہل کو درحقیقت جلاوطن کر دیا ہوگا اور ہنکا دیا گیا ہوگا۔ اور وہ دونوں (یعنی قرآن اور اسکے اہل) ایک ایسے راستہ میں ہونگے جہاں کوئی پناہ دینے والا پناہ نہیں دیگا۔ ظاہر میں یہ دونوں لوگوں میں ہونگے لیکن حقیقت میں لوگوں میں نہ ہونگے۔ ظاہر میں یہ دونوں لوگوں کے ساتھ ہونگے لیکن درحقیقت لوگوں کے ساتھ نہیں ہونگے۔ اسلئے کہ۔۔۔ گمراہی ہدایت کے ساتھ موافقت نہیں کرسکتی چاہے ایک جگہ پر بظاہر جمع ہو جائے۔

لوگوں کی حالت یہ ہوگی کہ حق بات پر جمع ہونے کی بجائے باطل پر جمع ہونے لگیں گے اور باطل پر اتفاق کرلیں گے۔ گویا کہ یہ لوگ کتابِ اللہ کے پیشوا ہیں اور کتابِ اللہ ان لوگوں کی پیشوا نہیں ہے۔''

(دوستو! امامؑ کے ان ارشادات کو بہت اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کیجیئے اور عملی طور پر کتابِ اللہ کو اپنا پیشوا ثابت کرنے کی کوشش کیجیئے خالی زبانی نہیں)

(جب ان لوگوں کی حالت یہ ہوگی تو کیا ہوگا) امامؑ فرماتے ہیں:

''ان لوگوں کے پاس کتابِ اللہ میں سے کچھ نہیں ہوگا سوائے نام کے اور سوائے خطوط اور نقوش کے کچھ نہیں سمجھتے ہونگے اور ان لوگوں کی حالت یہ ہوگی کہ کتابِ اللہ کے مطابق چلنے والوں کو ہر قسم کی تکلیفیں اور اذّیتیں پہنچا چکے ہونگے۔ جو حق بات انکے سامنے پیش کی جائے گی اس حق بات کا نام اللہ پر بہتان رکھیں گے اور نیکی پر سزائیں دینگے جیسی سزا بدی کی دیجاتی ہے۔''

(یہ ارشادات اختصار کے ساتھ امامؑ کے خطبۂ بعثتِ رسولؐ، نمبر ۱۴۵، نہج البلاغہ سے لئے گئے ہیں۔)

اس تحریری سلسلے سے ہمارا مقصد تعلیمِ ثقلین کو تحقیقی روشنی میں پیش کرنا ہے، لہٰذا ہم التماس کرتے ہیں کہ اگر کوئی بات قابلِ تردید ہو تو دلیلوں کے ساتھ اس کی تردید کیجیئے تا کہ لوگ صحیح تعلیم ثقلین سے گمراہ نہ ہونے پائیں اور جو بات قابلِ تائید ہو اس کی تائید بھی آپکا ایمانی فریضہ ہے۔ اس لئے کہ قرآنِ مجید کا واضح ارشاد ہے کہ نیکی میں تعاون کیجیئے اور امر بلمعروف و نہی عن المنکر کا بھی یہی مقصد ہے۔

آخر میں سورۃ الجمعہ کی چھٹی آیت کا ترجمہ اور مرحوم برادر ایم۔ایچ۔شاکر کا فٹ نوٹ پیش کر رہے ہیں اور صاحبانِ نظر سے امید کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنی معلومات کا آزادانہ اظہار کریں گے۔

"The likeness of those who were charged with the Tavrat, then they did not observe it, is as the likeness of the ass bearing books,(*) evil is the likeness of the people who reject the communications of Allah; and Allah does not guide the unjust people.

(*) The book of Allah sould be understood and acted upon.
By: Late M. H. Shakir)

تاریخ: ۱۷۔۴۔۱۹۷۰ خادمِ ثقلین وزیر علی (مجتہد۔راجولا والا)

۳/۱۰۲۔S سعود آباد، ملیر کالونی، کراچی۔۳۷۔

*** ***

چند لوگوں نے کھل کر تحریری طور پر اس موضوع کی تصدیق کی۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ اس بنیادی مقصد کے حامی ہیں۔

مذکورہ پر از فکر خیال کے سامنے بہت بڑا اختلافی طوفان کھڑا ہو تھا۔ اس کی بنیادی وجہ ''قرآن بغیر سمجھے پڑھنا ثواب ہے'' تھی۔ انکے اختلافات کی وجہ یہ تھی کہ بغیر سمجھے قرآن مجید کو پڑھتے رہنے کے رواجی سلسلے کی مذمت ہو رہی تھی۔

مرحوم خوجہ وزیر علی مجتہد اپنے آخری دم تک کہتے رہے کہ ''جو لوگ بھی اختلاف کر رہے ہیں وہ دراصل کہنے والوں کا یعنی قرآن مجید اور ائمہ اطہارؑ کے واضح فرمان کا اختلاف کر رہے ہیں۔ میں تو صرف بات کو پیش کرنے والا ہوں۔''

بعد ازاں ''ہماری کوشش'' اور ''حمایت حق مبین'' کے عنوان سے عرصہ دراز تک اس بنیادی خیال کی تائید میں اشاعتیں جاری رہی تھیں۔

مرحوم خوجہ وزیر علی مجتہد راجولا والا کی زندگی کے سلسلے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں بھی ایک انسان کی حیثیت اور بساط سے کمزوریاں اور خامیاں ہونا یہ فطری بات ہے لیکن انہوں نے خوجہ شیعہ اثنا عشری سماج کو خالص عادل رہنماؤں یعنی قرآن مجید اور ائمہ اطہارؑ کی تعلیمات کے راستے کو متعارف کرانے کیلئے غیر پیشہ ورانہ سچے معیاری طریقہ سے، تمام روائتوں کے ٹھاٹھ باٹھ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نہایت آسان اور سادہ طریقہ سے اپنے ذاتی حدود میں رہ کر اکیلے پن کے ساتھ تنہا زندگی بھر سعی کی، یہ بات میں بغیر کسی حیل وحجت کے کہہ سکتا ہوں۔

(پیار علی ہیرانی۔ ماخوذ از کتاب: ''خوجہ قوم کی تاریخ''، طبع گجراتی)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

قرآن کا سمجھنا واجب ہے

تلاوتِ قرآنِ مجید کا جو واضح اور معقول طریقہ امام جعفرِ صادقؑ نے بتلایا وہی طریقہ خود قرآنِ مجید، رسول اکرمؐ اور دیگر ائمہ معصومینؑ نے بتلایا ہے۔ اور تمام علماء اسی طریقہ کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے اس کی پیروی کو واجب ولازم سمجھتے ہیں۔ اور جب کوئی عارفِ حقائق، عالم دین قرأت قرآن کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو ان کا مقصد وہی قرأتِ قرآن ہوتا ہے جسکو رسولؐ وآلِ رسولؐ نے پسند فرمایا ہے۔ رسولؐ و آلِ رسولؐ نے قرأت قرآن کی جس طریقہ کی تعلیم دی ہے اس کو امام جعفر صادقؑ اس طرح بیان فرمارہے ہیں:

"خداوندا! میں یقینی طور پر یہ گواہی دیتا ہوں کہ یہ تیری کتاب ہے جو کہ تیرے رسول محمدؐ ابن عبداللہ پر تیری طرف سے نازل کی گئی ہے اور تیرا کلام ہے جو تیرے نبی کی زبان پر جاری ہوا۔ تو نے اپنی خلق کی طرف اس کتاب کو اپنی طرف سے ہدایت دینے والا قرار دیا ہے اور اپنے بندوں کے درمیان حبل المتصل (اللہ اور بندوں کے تعلقات کو جوڑنے والی رسی) قرار دیا ہے۔ خداوندا! اس کتاب میں میرے غور وفکر (سوچنے سمجھنے) کو عبادت قرار دے۔ اور پڑھنے کو سوچ سمجھ کے ساتھ قرار دے۔ اور میرے سوچنے، سمجھنے کو عبرت حاصل کرنا قرار دے۔ اور مجھے ان لوگوں میں سے قرار دے جن لوگوں نے تیری نصیحتوں کے بیان سے نصیحت حاصل کی اور جو لوگ تیری نافرمانیوں سے بچے ہیں۔ اور اس کے پڑھتے وقت میرے کان پر مہر نہ لگ جائے اور نہ میری آنکھ پر پردہ پڑ جائے اور میری اس قرأت کو ایسی قرأت نہ قرار دے کہ جس میں غور وفکر وتدبر نہ ہو۔ بلکہ مجھ کو ایسا قرار دے کہ میں اسکی آیتوں میں اور احکام میں غور وفکر و تفکر کروں۔ تا کہ تیرے دین کے قانون اور راستوں کو لیتا رہوں اور میرا اس میں غور وفکر کرنا غافلانہ نہ قرار دے اور نہ میری قرأت نامناسب اور بے سمجھی رٹائی ہوئی ہو۔ بیشک تو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔"

جب اللہ، رسولؐ اور امامؑ قرآنِ مجید کو سمجھنے کو واجب ولازم بتلاتے ہیں اور تمام علمائے کرام سمجھنے کو واجب ولازم تسلیم کرتے ہیں تو سمجھنے کے واجب اور معقول حکم کے خلاف نہ سمجھنے کے طریقہ پر اصرار کس کو ہے اور کیوں ہے؟ اور اس میں کیا اختلاف نظر آتا ہے کہ لوگوں کو صاف صاف سمجھا دیا جائے کہ اللہ، رسولؐ اور ائمہؑ نے قرآنِ مجید کو سمجھنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا پڑھو اور ضرور پڑھو مگر اچھی طرح سمجھ کر پڑھو۔

خادمِ ثقلین وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

قرآن خوانی کیجیئے لیکن سمجھ کر

''ہر مسلم پر روزانہ کم از کم چالیس آیتوں کی تلاوت واجب ہے۔'' ارشادِ حضرت علیؑ۔

اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؐ کے واضح تعلیمات سامنے آجانے کے بعد جاہلیت اور گمراہی پر اڑے نہیں رہنا چاہیئے بلکہ انکی تعلیمات کے مطابق اصلاح کر لینا ہی مومن کی علامت ہے۔

غلط فہمی کی وجہ سے اگر کچھ عرصہ تک بغیر سمجھے قرآن خوانی کرتے رہے تو اب اگر معلوم ہو گیا کہ اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؐ نے سمجھنے کا تاکیدی حکم دیا ہے اور نہ سمجھنے کی سخت مزمت کی ہے تو سمجھ کر قرآن خوانی کرنے میں کیا نقصان ہے؟ پڑھنے والے حسبِ ترتیب چند آیتیں پڑھیں اور معلم صاحب ان آیات کا آسان الفاظ میں مفہوم بیان کر دیں تا کہ وہ بابرکت کتاب کیا کہہ رہی ہے وہ سمجھ میں بھی آجائے اور اس طرح کچھ عرصہ میں قرآنی تعلیمات آسانی سے ذہن نشین ہو جائیگی اور ہر خاندان میں بکثرت لوگ قرآنی تعلیمات سے باخبر ہو جائینگے اور وہ دوسروں کیلئے معلم ثابت ہونگے۔ آخر یہ معقول اور بامقصد قرآن خوانی کے طریقہ کو قبول کرنے سے انکار کرنا جاہلیت، ہٹ دھرمی اور اندھی تقلید نہیں ہے؟ جو وقت بغیر سمجھے پڑھنے میں صرف ہو رہا ہے اسی وقت کو سمجھ کر پڑھنے میں صرف کرنے میں کیا نقصان ہو جائے گا؟ کیا قرآنی تعلیمات سے لوگوں کے واقف ہو جانے میں کسی کو اپنا نقصان نظر آرہا ہے؟

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہر تحریر میں سمجھنے کے ثقلین کے حکم کو بار بار دہرایا جاتا ہے انکی خدمت میں التماس ہے کہ ماہ رمضان میں دیکھیں کہ ثقلین کے حکم کے مطابق سمجھ کر قرآن خوانی ہو رہی ہے یا تعلیم ثقلین کے خلاف بے سمجھی رسم پرستی ہو رہی ہے؟ اگر کوئی جاننے والا کسی شخص کو بغیر طہارت کے قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے نماز پڑھتا نظر آئے تو کیا جاننے والے کا فرض نہیں ہے کہ اسے سمجھائے کہ اس طرح نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے بلکہ طہارت کے ساتھ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی چاہیئے۔ اب اگر کچھ لوگ اس بات پر اسرار کریں کہ ہم تو قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے ہی پڑھیں گے تو کیا یہ انکی حماقت نہیں سمجھی جائے گی؟ اور اس

غلط طریقہ میں انکے ساتھ تعاون اور رہبری کرنا کیا کھلی ہوئی گمراہی نہیں ہے؟ کیا جاہل اور بے خبر عوام کو معلّم یہ نہیں سمجھا سکتے ہیں کہ ہمیں ثقلین کی تعلیم کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ کو اختیار کرنا چاہیئے اور ثقلین کی تعلیم کے خلاف جو بھی رسم ہو اسے ترک کر دینا چاہیئے کیونکہ ثقلین کی تعلیم کے خلاف جو بھی رسم ہو وہ جاہلیت اور گمراہی ہے۔ آخر میں امام جعفرِ صادقؑ کا بتلایا ہوا صحیح طریقہ تلاوت پیش کیا جارہا ہے اسے پڑھکر ہر انساف پسند آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ کون رسولؐ و آلِ رسولؑ کی صحیح تعلیم کی طرف دعوت دے رہا ہے اور کون گمراہ کر رہا ہے:

’’خداوندا! میں یقینی طور پر یہ گواہی دیتا ہوں کہ یہ تیری کتاب ہے جو کہ تیرے رسول محمدؐ ابن عبداللہ پر تیری طرف سے نازل کی گئی ہے اور تیرا کلام ہے جو تیرے نبی کی زبان پر جاری ہوا۔ تو نے اپنی خلق کی طرف اس کتاب کو اپنی طرف سے ہدایت دینے والا قرار دیا ہے اور اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان حبل المتصل (اللہ اور بندوں کے تعلقات کو جوڑنے والی رسی) قرار دیا ہے۔ خداوندا! میں نے تیرے عہد اور تیری کتاب کو کھولا۔ خداوندا! اس کتاب میں میرے غور و فکر (سوچنے سمجھنے) کو عبادت قرار دے۔ اور پڑھنے کو سوچ سمجھ کے ساتھ قرار دے۔ اور میرے سوچنے، سمجھنے کو عبرت حاصل کرنا قرار دے۔ اور مجھے ان لوگوں میں سے قرار دے جن لوگوں نے تیری نصیحتوں کے بیان سے نصیحت حاصل کی ہے اور جو لوگ تیری نافرمانیوں سے بچے ہیں۔ اور اس (قرآنِ مجید) کے پڑھتے وقت میرے کان پر مہر نہ لگ جائے اور نہ میری آنکھ پر پردہ پڑ جائے اور میری اس قرأت کو ایسی قرأت نہ قرار دے کہ جس میں غور و فکر و تدبر نہ ہو۔ بلکہ مجھ کو ایسا قرار دے کہ میں اسکی آیتوں میں اور احکام میں غور و فکر و تفکر کروں۔ تا کہ تیرے دین کے قانون اور راستوں کو لیتا رہوں اور میرا اس میں غور و فکر کرنا غافلانہ نہ قرار دے اور نہ میری قرأت نامناسب اور بے سمجھی رٹائی ہوئی ہو۔ بیشک تو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔‘‘

(تاریخ: ۸-۱۰-۱۹۷۰) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

'سچے ہوتو دلیل پیش کرو' (قرآنِ مجید)

''خداوند عالم نے روشن اور کھلی ہوئی دلیلوں سے اور حجت تمام کرنے والی واضح کتابوں کے ذریعے تمہارے لئے حیل و حجت کا موقع نہیں رہنے دیا۔'' (حضرت علیؑ۔نہج البلاغہ)۔

حیلا حوالا کر کے لوگوں کو گمراہ نہ کرو۔ جو بات اللہ اور چودہ معصومینؑ کے کلام سے تقریباً دس سال پہلے بھی ''تحقیقِ تعلیم ثقلین'' کی دو تحریروں میں یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے جسکی رد آج تک نہ ہو سکی اور نہ کبھی ہو سکے گی کیونکہ۔۔۔اللہ اور چودہ معصومینؑ کے کلام سے جو بات ثابت ہو چکی ہے اسے کوئی شخص رد نہیں کر سکتا ہے۔

جو قرآنِ مجید کے نہ سمجھنے کو اچھا کہنے والی آیت یا حدیث ہونیکا دعویٰ کرتا ہے وہ اللہ اور چودہ معصومینؑ پر جھوٹی تہمت رکھتا ہے۔

جو مزید تحقیق کرنا چاہتے ہیں انکو چاہیئے کہ ''تحقیقِ تعلیم ثقلین'' کی دونوں تحریروں کا مطالعہ کریں۔اگر کوئی بات غلط ثابت ہو تو تحریری طور پر رد کریں ورنہ۔۔۔حق بات کی مخالفت کرنے کے جرم کا جواب دینے کیلیئے میدان حشر میں خدائے عادل کے سامنے جواب دینے کے لئے تیار رہے۔

(تاریخ:۱۹۶۹_۱۲_۱۹) خادمِ ثقلین : وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

سمجھنا اور نہ سمجھنا

خدائے عالم الغیب، رسولِ اکرمؐ اور ائمہٴ معصومینؑ کے حکم کو آخری حکم اور ہدایت تسلیم کرنے والوں کے نام امر بالمعروف کیلئے ضروری التماس: ''اللہ اور چودہ معصومینؑ نے کیا فرمایا ہے؟''

سوال نمبر ۱: کیا قرآن مجید کو بقدرِ امکان سمجھنا ضروری ہے اور قرآن میں غور وفکر و تدبر نہ کرنے والوں کی مذمّت کی گئی ہے اور انکو حیوان سے بدتر کہا ہے؟

سوال نمبر ۲: کیا قرآنِ مجید کو نہ سمجھنا بھی اچھا ہے؟

''اور تحقیق ہم نے بہت سے جن وانس جہنم کے لئے پیدا کئے ہیں ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں۔ اور ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں۔ وہ تو جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ۔ وہی تو ہیں جو غافل ہیں۔'' (سورۃ الاعراف۔ آیت ۱۷۹)

''کیا تم (اے رسول) گمان کرتے ہو کہ ان میں سے اکثر سنتے ہیں یا عقل سے کام لیتے ہیں؟ نہیں وہ تو بس جانور ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گم کردہ راہ ہیں۔'' (سورۃ الفرقان۔ آیت ۴۴)

برادرانِ ایمانی، سمجھنا ضروری ہونے کیلئے بہت سی آیتیں اور مستند حدیثیں لوگوں نے پیش کی ہیں لیکن ۔۔۔ ''نہ سمجھنے میں بھی ثواب ہے اور اچھا ہے۔'' ایسی آج تک کسی نے کوئی آیت یا حدیث پیش نہیں کی ہے۔ لہٰذا کوئی صاحب نہ سمجھنے کی موافقت میں کوئی آیت یا حدیثِ معصومؑ خود پیش کر سکتے ہوں یا اپنے ساتھ اور لوگوں کے علم سے مدد لیکر پیش کر سکتے ہوں تو امر بالمعروف سمجھتے ہوئے ضرور پیش فرمائیں اور اگر جانتے ہوئے بھی حق بات یعنی اللہ اور چودہ معصومینؑ کا کلام چھپایا تو حق بات چھپانے کی اور لوگوں کے گمراہ رہنے کی ذمہ داری میدانِ حشر میں انکے ذمہ رہے گی۔

صرف آیت اور کلامِ معصومؑ پیش کرنیکی دعوت دی جا رہی ہے۔ کیا یہ ثواب کا کام نہیں ہے؟

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

"واجب یا حرام، مستحب یا مکروہ۔ کیا سمجھیں؟"

اس سوال کو اپنے معتبر عالموں کے سامنے پیش کیجیئے۔ان سے قرآن اور حدیث معصومؑ کے ثبوت کے ساتھ جواب لکھوا کر ادارے کو پہنچا دیجیئے۔ ادارہ آپکے جوابات انشااللہ شائع کرنے کی امکانی کوشش کریگا۔اگر آیت یا حدیث پیش نہ کرسکیں یا پیش کرنے سے انکار کریں تو پوچھنے والا کیا اتنا نہیں سمجھ سکتا ہے کہ اگر ہے تو لکھ کر دینے سے انکار کیوں کررہے ہیں؟ کیا آیت اور حدیث کا حوالہ دینا گناہ ہے؟ لیکن۔۔۔بات صاف اور واضح ہے کہ جواب نہ دے سکنا جواب نہ ہونیکی دلیل ہے۔

سوال نمبر:۱ : بقدرِ امکان قرآن مجید کا سمجھنا کیا ہے؟ واجب ہے یا مستحب، مکروہ ہے یا حرام؟

سوال نمبر:۲: امکان ہوتے ہوئے نہ سمجھنا کیسا ہے۔؟ واجب ہے یا مستحب، حرام ہے یا مکروہ؟

آیت اور حدیث کے حوالہ کے ساتھ جواب دیجیئے۔اسلیئے کہ کسی کام کو کرنے والا اسے کیا سمجھ کر کرے؟ کیونکہ ارشادِ رسول اکرمؐ ہے کہ:

"عقلمند انسان اللہ کے کسی فریضہ کو ادا نہیں کرتا ہے جب تک کہ وہ سمجھ نہ لے کہ اللہ نے اس کام کو کیوں کرا اور کس طرح کرنیکا حکم دیا ہے۔"یعنی بندے کیلئے فرائض کا صحیح طریقہ سے ادا کرنا ممکن ہی نہیں ہے جب تک کہ وہ یہ نہ سمجھ لے کہ اللہ کیوں کرا اور کس طرح سے اس کام کو ادا کرانا چاہتا ہے۔

(تاریخ:۱۵۔۱۔۱۹۷۰) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

"تعلیماتِ قرآن وحدیث تحقیق کی روشنی میں"

"اور اس روز حق کے ساتھ نہ رہنے والا (بے حد افسوس کی وجہ سے) اپنے ہاتھ دانتوں سے کاٹنے لگے گا اور کہے گا کہ کاش میں نے رسولؐ کے ساتھ (دین حق کا) راستہ اختیار کیا ہوتا (تو آج اس جہنم کی آگ میں مستقل جلنا نہ پڑتا)" (سورۃ الفرقان)

حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ:

"جو شخص دنیا کی طرف مڑے گا اور اس پر ٹوٹ پڑیگا تو دنیا اسے اندھا بنا دے گی اور اگر۔ اس کے روز آنہ بدلتے اور فنا کی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے حالات پر عبرت کی نظر سے دیکھے گا تو اسے دنیا صاحبِ بصیرت اور ہوشمند بنا دے گی۔"

کاش کہ ہم لوگوں نے اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی تعلیمات کو سمجھنے کی صحیح کوشش اور مناسب طریقہ اختیار کیا ہوتا تو آج دنیا میں انسانوں کا جو حشر ہو رہا ہے وہ ہرگز نہ ہوتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اب بھی موقع ہے کہ ہم لوگ ہوش میں آئیں اور صحیح، آزاد اور حق پرست عالموں کو تلاش کریں اور ان سے خالص اصل تعلیمِ ثقلین کو واضح طور پر سمجھنے کی کوشش کریں۔ تاکہ رسول اکرمؐ کا بتلایا ہوا صحیح راستہ یقین کے ساتھ حاصل کر سکیں ورنہ۔۔۔ یہ چند روزہ دنیا سے روانگی کے بعد ہم لوگوں کو بھی یہی الفاظ کہنا پڑیں گے جو اوپر کی آیت میں درج ہیں۔

تحقیقِ حق ہر شخص کا انفرادی فریضہ ہے۔ عنداللہ ہر شخص اپنے افعال کا خود ذمہ دار ہے۔ کسی دوسرے کے جھوٹے حوالے اور عذر لنگ سے وہاں کام چلنے والا نہیں ہے۔ چنانچہ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ:

"خبردار رہو کہ اللہ کو دھوکہ دے کر اس کی جنت حاصل نہیں کر سکو گے۔" اسے حاصل کرنے کیلئے

مناسب صفات پیدا کرنے کی کوشش کرو، وہاں صرف انسانیت کے صحیح ارادے اور عمل کام دیں گے۔ باقی سب بیکار ہی نہیں بلکہ وبالِ جاں بن کر ہمیشہ کا عذاب ثابت ہونگے۔ عبرت حاصل کرنے والے کے لئے ان چند سطور میں یہی کچھ عبرت کا مواد ہے۔ بشرطیکہ ''ہوش کے کان سنے اور عبرت کی آنکھ سے دیکھے۔''

وما علینا الا البلاغ۔

واضح رہے کہ دینِ حق اللہ، رسولؐ و آلِ رسولؑ کی تعلیمات ہی کا نام ہے لیکن اس کا حاصل ہونا عقل وانسانیت کی روشنی میں تحقیق کرنے پر موقوف ہے۔ دلیل اور تحقیق سے بھاگنے والا کوئی شخص دین حق تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ عقل اور دلیل سے بھاگنے والا درحقیقت انسانیت کی کھلی ہوئی توہین کرتا ہے۔

خادم ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

قرآن اور اہلِ بیتؑ کی صحیح معرفت حاصل کیجئے

جب کوئی شخص یقینی طور پر معلوم کرلے کہ انسان کا انسانیت پر باقی رہنا، اور ہمیشہ ہمیشہ کی ہلاکت سے بچنا، اللہ، رسولؐ و آلِ رسولؑ کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس کے منشاء کے مطابق نظامِ زندگی بنانے کی کوشش پر موقوف ہے۔ تو اس کی انسانیت کا تقاضہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے دوسروں کو آگاہ اور باخبر کرنے کی کوشش کرے۔ اس انسانیت کے فریضے کو انجام دینے سے اس کو ذہنی اور روحانی سکون حاصل ہو سکے گا۔

واضح رہے کہ روحانی سکون دنیا بھر کی دولت دے دینے سے بھی خریدا نہیں جا سکتا ہے۔ کیونکہ سکونِ روح اگر دولت کے ذریعہ خریدا جا سکتا ہوتا، تو حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں قارون وفرعون اور جنابِ حرؒ کے مقابلے میں ابنِ زیاد اور ابن سعد آسانی سے خرید سکتے تھے۔ لیکن یہ چیز مال و دولت سے

خریدی نہیں جاسکتی۔ بلکہ حالات کے مطابق انسانیت کے تقاضے کو پورا کرنے پر موقوف ہے۔

انسان جب انسانیت کے صحیح مقصد کو سمجھ لیتا ہے تو لازمی طور پر اس کو حسینیت سے محبت اور یزیدیت سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اور اسی کا نام ہے محبتِ اہلبیتؑ اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ:

''آلِ محمدؐ کی محبت پر مرنے والے کی موت شہید کی موت ہے۔''

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

تعلیماتِ قرآن وحدیث: تحقیق کی روشنی میں

''دینِ حق کی بنیاد عقل پر ہے۔'' (ارشادِ امامؑ)

دینِ حق کی تحقیق کرنے والے ہر شخص کو یقینی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؐ کی طرف سے جو دین پیش ہوا ہے اس کی بنیاد یقیناً عقل پر ہے اور وہ سو فیصد عقل اور انسانیت کے مطابق ہے۔

اس سے یہ بات بھی صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ جو باتیں خلافِ عقل وانسانیت، مذہب کے نام سے رائج ہیں وہ مفاد پرست اور جہل پسند قسم کے لوگوں کی طرف سے ملاوٹ (Mixing) ہے اور ایسی خلافِ عقل اور خلافِ انسانیت باتوں کو مان لینا 'جہالت اور حماقت' کا مظاہرہ ہے جیسا کہ عقل سے صحیح کام نہ لینے والوں کی سخت مذمّت میں سورۂ یاسین کی آیات ۶۲، ۶۱، ۶۰ میں واضح طور پر کہا گیا ہے۔

دوسری جگہ سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۲۲ میں کہا گیا ہے کہ:

''اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خدا کی نظر میں تمام حیوانات سے بدتر وہ لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے''۔

نیز سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۷۹ میں عقل سے کام نہ لینے والوں کو حیوان بلکہ حیوان سے بھی بدتر اور جہنمی کہا گیا ہے۔

اسی طرح سے سورۃ البقرہ، مائدہ، انفال، یونس، حجرات، زُمر، عنکبوت، یاسین، اور فرقان وغیرہ میں صاف اور واضح الفاظ میں عقل سے کام نہ لینے والوں کی سخت مذمّت کی گئی ہے۔ کیا اس سے پتہ نہیں چل رہا ہے کہ قرآنِ مجید عقل سے صحیح کام لینے پر کتنا زور دے رہا ہے اور نہ استعمال کرنے والوں کی کتنی مذمّت کر رہا ہے۔

کیونکہ ہدایت کا حاصل ہونا عقل کے استعمال پر موقوف ہے اور عقل سے کام نہ لینا کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ تمام پیغمبروں اور اماموں نے عقل کو ابھارا اور اس کی تائید کی تا کہ انسان حق اور انسانیت کو سمجھ سکیں۔ بخلاف اس کے۔۔۔ ہر دور کے شیاطین نے عقل و انسانیت کی مخالفت کر کے انسان کو توہمات اور خرافات میں پھنسا کر گمراہی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی۔

اللہ کے سامنے ہر شخص اپنا خود ذمّہ دار ہے لہٰذا ہر شخص پر واجب و لازم ہے کہ تعصّب اور ہٹ دھرمی سے الگ ہو کر عقل سے صحیح کام لیتے ہوئے اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی صحیح تعلیم تک پہنچنے کی کوشش کرے تا کہ حزب اللہ میں داخل ہو سکے اور حزب شیطان سے بچ سکے۔ چونکہ نجات انسانی کا صرف یہی راستہ ہے اس لئے رسولِ اکرمؐ مسلسل صفینۂ نوحؑ اور تمسک ثقلین کی سخت تاکید فرماتے رہے۔

لیکن افسوس ہم لوگوں کی حالت پر کہ ہم لوگ غفلت کی نیند سو رہے ہیں اور موت ہر لحہ ہم لوگوں سے قریب تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اگر اس وقت سوچ سمجھ کر اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کا بتلایا ہوا صحیح راستہ (صراطِ مستقیم) نہ اختیار کیا تو بعد کے ''اسمع وافہم'' (سن اور سمجھ) کا کیا مطلب ہوگا؟

سوچئے اور اچھی طرح حق بات کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

قرآن اور اہلِ بیتؑ کی صحیح تعلیم سمجھے بغیر ہدایت حاصل ہو ہی نہیں سکتی

''ہم اہلِ بیتِ رسولؐ علم کی زندگی اور جہل کی موت ہیں۔'' (قولِ معصومؑ)

کیونکہ علم خیر ہے اور جہل شر، یعنی برائی ہے۔ قرآنِ مجید کی تمام آیتیں اور معصومینؑ کی تمام احادیث علم ہی علم ہے، اور علم سمجھ کو حیاتِ ابدی بخشتی ہے اور جہالت کو ختم کر دیتی ہے۔

ایسی صورت میں نہ سمجھنے کو اچھا کہنے والی کوئی آیت یا حدیث مل ہی کہاں سکتی ہے؟ اور اگر ہوتی تو پیش نہ کرتے؟ بلکہ نہ سمجھنے کی موافقت (favour) میں کسی آیت یا حدیث کے ہونے کا خیال کرنا اصولِ دین سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے اور گناہ ہے کیونکہ اس میں اللہ، رسولؐ اور اماموںؑ کی توہین لازم آتی ہے۔

جو بات قرآنِ مجید کی واضح آیتوں اور معصومینؑ کی یقینی مانی ہوئی حدیثوں سے ثابت ہو چکی ہو، اس میں فتوے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے؟ عالمِ دین یقیناً واجب الاحترام ہیں لیکن اللہ، رسولؐ اور امامؑ سے زیادہ تو ہرگز نہیں۔

''نہ سمجھنا اچھا ہے'' یہ سمجھانے پر زور دیا جا رہا ہے اور ''سمجھنا ضروری ہے'' یہ مان لو گے تو بھٹک جاؤ گے۔ لہٰذا سمجھنے کی، عقل کی، دلیل کی، انسانیت کی، ثقلین کی باتیں کرنے والوں کے قریب بھی مت بیٹھو ورنہ ''نہ سمجھنے'' والا عقیدہ خراب ہو جائے گا۔ ایسا غلط پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔

انصاف سے سوچیئے، عقل سے کام لیجئے اور تمسکِ ثقلین کیجیئے، کیونکہ رسولِ اکرمؐ نے تمسکِ ثقلین ہی کو ہدایت فرمایا ہے۔ اور عدمِ تمسکِ ثقلین یقیناً گمراہی ہے۔

(تاریخ: ۱۹۶۹-۱۲-۱۰) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

تعلیم ثقلین میں زندگی کے تمام مسائل کا حل ہے، بشرطیکہ ثقلین کے یقینی اور واضح فیصلے کو تسلیم کرلیا جائے

جس کتاب (قرآن) کی صداقت اور حقانیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسکو ٹھنڈے دل سے اچھی طرح سوچ سمجھ کر پڑھنا چاہیئے۔ اور اس کے واضح فیصلہ پر رُک جانا چاہیئے۔ دعوت حق سے منہ پھیرنے والے، مزاق اڑانے والے اور بہتان رکھنے والوں کو ظالم نہیں ''اظلم'' کہا گیا ہے۔ اور اللہ واضح الفاظ میں تنبیہہ کرتا ہے کہ ایسے مجرمین سے خود ہم انتقام لینے والے ہیں۔

ہر شخص کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کے انتقام سے فرعون، نمرود، شداد اور یزید جیسے نہیں بچ سکے تو اور کوئی شخص کیسے بچ سکے گا؟ بچنے کا صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے کہ تعلیم ثقلین کے تحقیقی پیغامِ حق کو عقل و انسانیت کی روشنی میں قبول کرلیا جائے۔ یہی مقصد شہادتِ حسینؑ ہے۔ شہادتِ امام حسینؑ صرف بقائے تعلیمِ ثقلین اور قیامِ دینِ حق کے لئے ہوئی۔

''اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس کو اس کے رب کی آیتوں کے ذریعہ سمجھایا جائے۔ پھر بھی اس سے منہ پھیرے۔ ایسے مجرموں سے ہم (یعنی اللہ) انتقام لینے والا ہے۔ ہم رسول کو نہیں بھیجتے ہیں۔ لیکن صرف اس لئے کہ اچھے اور برے نتائج سے باخبر اور بیدار کردیں۔ اور مخالفین حق جھوٹی باتوں کے ذریعہ پیغام حق کو اکھاڑ پھینکنے کی اور کچل دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جھوٹے اور نامعقول جھگڑے پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہماری آیتوں اور جن باتوں کے ذریعہ باخبر اور بیدار کیا جاتا ہے، اس کا مزاق اڑاتے ہیں۔ اور اس سے بڑا ظالم (اظلم) کون ہوگا۔ جس کو اس کے رب کی آیتوں کے ذریعے سے سمجھایا جائے۔ پھر بھی اس سے منہ پھیر لے اور جو کچھ پہلے کہہ چکا ہے اور کر چکا ہے اسے بھول جائے۔

ایسا کرنے والے مجرموں کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے اور ان کی کھلی ہوئی شیطنت کی وجہ سے

عقلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ جس سے (دو اور دو چار جیسی) کھلی حقیقتوں کو بھی نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ اور واضح حقائق کو سننے سے ان کے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ (جو لوگ اپنی ہٹ دھرمی کی بیماری میں اس منزل میں پہنچ جاتے ہیں)، انکو اگر تم کھلی ہوئی دعوتِ حق دو گے تب بھی وہ کبھی حق کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوں گے۔ (ہاں تمہارا فریضۂ تبلیغ پورا ہو جائے گا۔ اور ان پر تمام حجت ہو جائے گی۔ اور آزاد ذہن رکھنے والوں پر مزید روشن ہو جائے گا کہ کون کس حد تک شیطنت میں ڈوب چکے ہیں۔)"

خلاصہ مفہوم سورۃ سجدہ۔۲۲، سورۃ الکہف: ۵۸۔۵۷

جو لوگ اللہ اور موت کے بعد ہمیشہ کی زندگی پر ایمان اور یقین رکھتے ہوں۔ ان پر فرض ہے کہ پیغام حق یعنی تعلیمِ ثقلین کے صحیح مقصد تک پہنچنے کی پوری پوری کوشش کریں، ورنہ ہمیشہ کے بدترین دردناک نتائج بھگتنے کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔

انبیاؑ اور ائمۂ طاہرینؑ کے ساتھ رہنے کے لئے انسانیت یعنی پاکیزہ اور حقائق پسند ذہنیت لازمی اور ضروری شرط ہے۔ کیا خدائے عادل کے ہمیشہ کے نظام میں خبیث اور پاک ذہنیت رکھنے والے ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں؟ دنیا چونکہ عارضی گزر گاہ ہے۔ اور آخری فیصلہ کی جگہ نہیں ہے۔ اس لئے آخرت کا قیاس دنیا پر نہیں کرنا چاہیئے۔ یہاں تو یزید جیسا ملعون سونے کی کرسی پر نظر آسکتا ہے۔ اور امامؑ وقت اور ان کے انصار و اہلبیتؑ قیدیوں کی شکل میں نظر آسکتے ہیں۔

اللہ، رسولؐ اور ائمۂ معصومینؑ کے واضح اور یقینی حکم کے مطابق جو لوگ فیصلہ کو نہ تسلیم کرنا چاہتے ہوں۔ وہ درحقیقت دین کو آڑ بنا کر دنیا اور دنیا کی جھوٹی عزت، شہرت، اور بڑائی کے لئے لڑتے ہیں۔ ورنہ ایسا کوئی اختلاف اور جھگڑا نہیں ہے۔ جس کا واضح فیصلہ قرآن اور رسولؐ کی تعلیم میں موجود نہ ہو۔ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے حق بات کو مان لینے میں توہین نہیں بلکہ عنداللہ حقیقی عزت سمجھتے ہیں۔

کربلا درسگاہِ حق پرستی ہے۔ ثقلین کے فیصلۂ حق کو نہ ماننا خود پرستی، خواہش پرستی ہے۔ مومن کو اس سے بچنا چاہیئے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

تمسّکِ ثقلین ہی ہدایت ہے

ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ:

''ایک شخص آپؑ کی تعلیم کو لوگوں میں پھیلا کر ان کی اور آپ کے دوستوں کی عقل اور ذہنیت کی اصلاح کرتا ہے۔ اور ایک شخص عابد ہے لیکن علم پھیلا کر لوگوں کی ذہنی اصلاح نہیں کرتا۔ ان دونوں میں افضل کون ہے؟''

امامؑ نے فرمایا کہ:

''تعلیمِ اہلِ بیتؑ کو پھیلا کر ذہنی اصلاح کرنے والا ہزار عابد سے بہتر اور افضل ہے۔'' (اصولِ کافی)

امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ:

''جاہل کے ساتھ مسند (آج کے سوفا سیٹ) پر بیٹھنے سے عالم کے ساتھ کوڑا گھر (فٹ پاتھ) پر بیٹھنا بہتر ہے۔''

جو لوگ فٹ پاتھ اور چبوتروں پر بیٹھ کر علمی گفتگو کرنیوالوں کا مزاق اڑاتے ہیں ان کو امامؑ کے اس قول پر اچھی طرح سوچنا چاہیئے۔ تاکہ ان کی سمجھ میں آجائے کہ ان کی ذہنیت امامؑ کی واضح تعلیم سے ٹکرا رہی ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی سوچے کہ دوسری جگہوں پر غاصبانہ قبضہ کہیں لوگوں کے فٹ پاتھ پر پہنچنے کا سبب تو نہیں بنا۔

''اپنا حساب خود دیکھ لو۔ قبل اس کے کہ تم سے حساب طلب کیا جائے۔''

(حضرت علیؑ)

روشنی اور اندھیرے میں فرق نہ محسوس کرنے والے کو آنکھ کا اندھا کہا جاتا ہے۔ اسی طرح حق اور باطل میں فرق نہ سمجھنے والے کو عقل کا اندھا کہا جائے گا۔ آنکھ کا اندھا پن جسمانی زندگی کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن عقل کا اندھا پن ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ لہٰذا ہر صاحب عقل کو چاہیئے کہ عقل کا صحیح استعمال کرے اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی پوری پوری کوشش کرے۔ جو شخص حق و باطل میں تمیز کئے بغیر اس دنیا سے گذر یگا وہ ہمیشہ ہمیشہ کھلے ہوئے نقصان میں جا رہا ہے۔ نوعِ انسانی کے ساتھ صحیح ہمدردی کے معنی

یہ ہیں کہ اس کے سامنے وہ معلومات پیش کیے جائیں، جس سے حق و باطل میں آسانی سے تمیز کر سکے۔ دعوتِ حق پیش ہونے کے بعد قبول نہ کرنے والوں کو قرآن مجید نے حیوان بلکہ حیوان سے بدتر کہا ہے۔ لہٰذا ہر صاحب عقل کا فرض ہے کہ دعوتِ حق مبین کو سمجھ کر قبول کرے اور آگے بڑھانے کی کوشش کرے۔

تعلیم قرآن اور رسولؐ وآلِ رسولؐ کے مختصر پمفلٹ موجودہ دور میں بہترین قسم کے ذہنی انجکشن ہیں، جس سے انسانی ذہنوں میں انسانیت کی روح دوڑنے لگتی ہے۔ لہٰذا انہیں پڑھنے کے بعد ضائع نہ کیجیئے بلکہ دوسروں کو دیجیئے تا کہ وہ مستفید ہوں اور آپ بہترین علم پہنچانے کا ذریعہ بنیں۔ علم کا ضائع کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ثقلین کی خالص تعلیمِ حق سے ذہنِ انسانی میں حق کا کرنٹ دوڑنا چاہیئے۔ جب تک نہیں دوڑتا ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ذہن بیمار ہے۔ اور تزکیہ کی ضرورت ہے

عقل کے صحیح استعمال ہی کا نام تلاشِ حق ہے۔ تلاشِ حق کی امکانی کوشش جہاد ہے۔ تلاشِ حق کی تمام امکانی کوشش کی حالت میں مرنے والا عنداللہ شہید ہے۔ جیسا کہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا ہے:

''جو تلاشِ حقیقت کی حالت میں مر گیا وہ شہید کی موت مرا۔''

دینِ حق ہر شخص کو عقل کے صحیح استعمال کا تاکیدی اور لازمی حکم دیتا ہے۔ اور صحیح استعمال نہ کرنے والوں کو حیوان سے بدتر اور شیطان کہتا ہے۔ چونکہ عقل کے صحیح استعمال سے ہر چیز کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے، اور سچے اور جھوٹے رہبر پہچان لئے جاتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ جھوٹے رہبروں ہی کی طرف سے عقل کے استعمال کی مخالفت ہوتی رہی ہے۔ اور تمام انبیاء اور ائمہ حق عقل کے استعمال کی دعوت دیتے

رہے۔

ثقلین کی خالص دعوتِ حق سے صرف وہی لوگ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جو ذہن کو تعصب اور ہٹ دھرمی کی نجاست سے پاک کر کے عقل کا صحیح استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ دعوت حق سے متمسک ہونے کے لئے ذہنی پاکیزگی شرطِ اوّل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ذہن کو خرافات اور توہمات سے پاک کرنے پر زیادہ سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ لیکن، چونکہ بہت بڑی اکثریت دنیا پرستی میں ڈوب چکی ہے۔ اس لئے انہیں خود بھی ہوش نہیں ہے کہ یہ کتاب کیا کہہ رہی ہے۔ اور ہم لوگ کہاں جا رہے ہیں۔ لہٰذا ہر وہ شخص جو حقیقت کو سمجھ کر ہوش میں آچکا ہو۔ اس پر واجب ہے کہ اپنی تمام امکانی کوششوں کو تبلیغ اور اشاعتِ حق میں صرف کرے۔

کربلا کے واقعہ پر غور کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ امام حسینؑ اور آپؑ کے انصاروں کی شہادت حمایتِ حق ہی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ لہٰذا جو لوگ انصار حسینؑ میں شامل ہونا چاہتے ہوں۔ ان پر سب سے پہلے واجب ہے کہ تلاش حق کریں اور جب یقینی طور پر حق ثابت ہو جائے تو پھر حق کا ساتھ دینے میں کوتاہی نہ کریں۔ اور ان تمام باتوں کا ذمہ دار انسان اپنے اللہ کے سامنے ہے۔ جو ظاہر اور باطن ہر چیز کا اچھی طرح جاننے والا ہے اور ہم سب اسی کے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

جو لوگ غفلت کی نیند سے بیدار ہو چکے ہیں۔ وہ تعلیم ثقلین کو سب سے بڑی نعمت سمجھتے ہیں۔ تعلیم ثقلین سے بے خبری اور بے پروائی ہمیشہ کی ہلاکت ہے۔ حق بات سے باخبر کرنا سب سے بڑی ہمدردی اور حقیقی دوستی ہے۔ اگر تلاش اور تحقیقِ حق مقصود ہے تو تعلیم ثقلین کی تمام تحریروں کو ایک مرتبہ غور سے پڑھنے کی کوشش کیجیئے۔ اگر تلاش حق کے جذبہ کے ساتھ پڑھیں گے تو دینِ حق صاف اور واضح شکل میں سامنے آجائیگا۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

مومن ہونا تعلیم ثقلین سمجھنے کے اوپر موقوف ہے۔ نہ سمجھنا یقیناً گمراہی ہے

انسان پیدائشی طور پر حق پرست، معقولیت پسند اور انسانیت دوست ہوتا ہے۔ جو لوگ اسے باطل پرست، حماقت پسند اور نامعقول بناتے ہیں وہ در حقیقت اس کے دوست نہیں بلکہ حقیقی دشمن ہیں۔ کیونکہ فطری حق پرستی کا ذوق بدل جانے سے اسے اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی خالص تعلیمِ حق پسند نہیں آسکتی اور اپنی غلط خواہش کے خلاف پانے کی وجہ سے خالص تعلیم حق کی مخالفت کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح حق کی مخالفت کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ حق سے بے خبر، جاہل اور اندھے رہ کر اس دنیا سے روانہ ہو جاتے ہیں اور ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہتے ہیں۔ اسکا غالب سبب رسولِ اکرمؐ کے فرمانے کے مطابق یہ ہوتا ہے کہ:
''انکے علماء اور دولتمند فاسق و فاجر اور فساد پسند ہوتے ہیں اور اس فساد کے پھیلنے میں انکا مفاد اور مقصد وابستہ ہوتا ہے۔''

تمام صاحبان عقل سے اپیل کی جاتی ہے کہ فسادِ اخلاق اور عریانیت کی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے معاشرے کو راہِ راست پر لانے کیلئے تعلیم ثقلین کو صاف صاف سمجھانے میں تعاون کریں کیونکہ اخلاقی فساد کا سب سے بڑا سبب تعلیمِ ثقلین سے بے خبری اور جہالت ہے اور مولویّت کو تجارت بنانے والے کبھی حق بات کو صاف صاف اور کھل کر کہہ نہیں سکتے کیونکہ اس میں سے اکثریت کی لگام سرمائے کے ہاتھ میں ہوتی ہے اسلئے وہ انکی پولیسی کے خلاف کہہ نہیں سکتے۔ ورنہ دھواں دار تکریریں کرنے والے کیا صاف صاف کہہ نہیں سکتے کہ عورتوں کا عریانیت کے مظاہرہ کے ساتھ گھر سے باہر نکلنا حرامِ مطلق ہے۔ اور کسی نیک کام کے بہانے سے آراستہ ہونا گناہ میں اور اضافہ کا باعث بنتا ہے۔ بے پردگی کو معمولی بات کہنے والے یزیدی فوج کے بدترین گناہ کے وزن کو ہلکا کر رہے ہیں اور امام زین العابدینؑ جس بے پردگی کو سب سے بڑی مصیبت بتلا رہے ہیں، اس کی کھلی مخالفت کر رہے ہیں اور پھر انکے ماننے والے ہونے کا دعوہ بھی کر رہے ہیں۔

تحقیق کرنے والے خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ پورے مذہب کے مقصد کو اس طرح الٹ

کر رکھ دیا ہے اسی لئے صاف الفاظ میں کہا گیا ہے کہ تعلیم ثقلین تو یقیناً حق ہے لیکن درحقیقت وہ ہے کیا؟ اسکی اچھی طرح تحقیق کیجیئے تاکہ اصلی تعلیم سے تمسک ہو سکے کیونکہ اللہ اور چہاردہ معصومینؑ کی تعلیم سے تمسک کرنے والے معاشرے میں کسی قسم کی بدحالی باقی نہیں رہ سکتی۔ موجودہ معاشرے کی بدترین بدحالی اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ اصل تعلیم کو سمجھا ہی نہیں گیا ہے۔ تمسک تو بعد کی بات ہے، تعلیم ثقلین کو سمجھانے کی کوشش کرنے والوں کی مخالفت کرنے والوں نے نوئے انسانی کو بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے حساب کیلئے میدانِ حشر میں تیار رہنا چاہیئے۔

روڑے اٹکانے کی وجہ سے جتنے لوگ بے خبر رہیں گے انکے گناہوں میں یہ ''حضرات'' بھی برابر کے شریک رہیں گے کیونکہ علمِ حق کی روشنی تک پہنچنے میں رکاوٹیں ڈالنے میں ان لوگوں کی کوششوں نے اچھا خاصہ کردار ادا کیا ہے۔ دنیا والوں کی نظر پر منافقت کے لباس سے پردہ پڑسکتا ہے لیکن کیا عالم الغیب اللہ کی نظر پر پردہ پڑجائے گا؟ ہوش میں آیئے اور اصلاح کیجیئے اور صحیح معنوں میں تمسک ثقلین کیجیئے اسلئے کہ ہدایت صرف تمسکِ ثقلین پر موقوف ہے۔

تاریخ: ۲۵-۳-۱۹۷۰ خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ثقلین کے حکم سے ٹکرانا کھلی ہوئی گمراہی ہے

تمام علماء اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایک آیت سمجھ کر پڑھنے سے جو فائدہ اور ثواب حاصل ہوسکتا ہے وہ بغیر سمجھے پوری کتاب پڑھنے سے بھی ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا بلکہ بغیر سمجھے پڑھنے میں غور و فکر و تدبر کے واجبی حکم کی مخالفت لازم آتی ہے تو معلّم حضرات جاہلوں کی جاہلانہ خواہش کی کیوں پیروی کرتے ہیں ؟ کیوں حق بات صاف صاف نہیں کہہ دیتے ہیں کہ اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ نے سمجھنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا تھوڑا پڑھو لیکن سمجھ کر پڑھو ورنہ بغیر سمجھے جاہلانہ زندگی ہوگی اور گمراہی کی موت ہوگی۔ جیسا کہ حضرت علیؑ نے واضح طور پر فرمایا ہے۔

اسی طرح جو لوگ اللہ کے حکم کے خلاف بے سمجھ چیمپین بنانے کی کوشش کرتے ہیں انکو ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیئے کہ بے سمجھ اور جاہل چیمپین بنانے کی بجائے سمجھنے والے چیمپین بنانے میں کیا نقصان ہے؟ ثقلین کے حکم کے خلاف جاہلانہ ضد گناہِ کبیرہ سے بھی سخت گناہ ہے لہٰذا علم و عقل کا تقاضہ ہے کہ صاف صاف اعلان کر دیا جائے کہ قرآن خوانی ہوگی اور ہر جگہ ہوگی لیکن سمجھ کر ہوگی۔ ایسا کرنے سے جہالت کے بدلے علم اور حماقت کی جگہ عقل کام کرنے لگے گی اور علم و عقل معرفتِ حق کا ذریعہ بنیں گے۔ معقول بات کا مان لینا معقولیت کی دلیل ہے ثقلین کے حکم سے ٹکرانہ جاہلیت اور گمراہی کی دلیل ہے۔

اگر تعلیمِ حق کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کی گئی ہوتی تو قومی اخلاق کا بدترین مظاہرہ جو ہو رہا ہے وہ نہ ہوتا!! واضح رہے کہ خلافِ انسانیت اخلاق کا مظاہرہ بعثتِ رسولؐ کے مقصد سے کھلا ہوا ٹکراؤ ہے۔ اپنی رائے کے اظہار کا ہر شخص کو حق حاصل ہے، لیکن انسانیت کے حدود میں رہتے ہوئے ورنہ ہم لوگ ائمہؑ کیلئے باعثِ زینت نہیں بلکہ باعثِ عار ثابت ہونگے۔

(تاریخ: ۲۳۔۱۰۔۱۹۷۰) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم

ثقلین کی تعلیم سمجھنے والے موت کو بھیانک نہیں بلکہ نعمت سمجھتے ہیں

موت کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اللہ نے جو چیز بھی خلق کی ہے وہ یقیناً خیر ہے۔ پھر موت جو یقیناً خیر ہے اس سے انسان کیوں بھاگ رہا ہے؟ کیوں موت کے نام سے خوفزدہ ہے؟ جب کہ موت یقینی امر ہے اور اس سے بھاگنے سے نجات نہیں مل سکتی ہے تو خوشی سے اسکا استقبال کر سکیں ایسے طریقے کیوں نہ سوچے جائیں؟

اگر ہمیں یہ یقین ہو کہ آخرت میں خدائے عادل کا عدل و انصاف ہی کا نظام ہے اور ہر شخص کو اسکا لائق حق یقیناً ملنے والا ہے اور موت دراصل آخرت میں داخل ہونے کا دروازہ ہے تو پھر اس سے بھاگنے

کے کیا معنی؟ ہم اللہ کے نظامِ عدل سے بھاگ رہے ہیں یا اپنے لائق ٹھکانے پر پہنچنے سے بھاگ رہے ہیں یا لاکھوں انسانوں کے حقوق غصب کر رکھے ہیں اسکے حساب سے بھاگ رہے ہیں؟! اگر ایسا ہو تو بجائے بھاگنے کے جلد از جلد لوگوں کے حقوق ادا کر دینے کی کوشش کرنا چاہیئے اور بجائے مال و دولت جمع کر کے رکھنے کے، اس کو مناسب مقصد میں صرف کر دینا چاہیئے تا کہ لاکھوں انسان جو محض اسباب کی قلت کی وجہ سے کشمکش میں مبتلہ ہیں انکو نجات ملے۔

انسانی حقوق کو ادا نہ کرنے والوں کو یقین کر لینا چاہیئے کہ خدائے عادل کے نظامِ عدل میں انکو کبھی سکون نہ مل سکے گا۔ اونچی عمارتیں، شاہانہ لباس اور شاندار قبرستان کی سنگِ مرمر کی قبریں روح کیلئے باعثِ سکون نہیں بن سکتیں۔ ظاہری روشنی سے روحِ انسانی روشن نہیں ہو سکے گی۔

اگر روح کو روشن و منور کرنا ہے تو محمدؐ و آلِ محمدؑ کی خالص تعلیمات کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کیجیئے اور اسکی اشاعت کرنے والوں کے دوست بن کر تعاون کیجیئے، مالک اور حاکم بن کر نہیں۔ ثقلین سے تعاون صرف پاک روحیں کر سکتی ہیں۔ جو لوگ اپنی روحوں کو خبیث اور ناپاک بنا رہے ہیں وہ کبھی ثقلین سے تعاون نہیں کر سکتے۔ دعوتِ ثقلین پر لبیک کہنے کیلئے جنابِ حر جیسا بہادر اور پاک دل چاہیئے۔

قوم کو تعلیم ثقلین کے خلاف تیزی سے بڑھتے ہوئے دیکھ کر ایک عالمِ دین نے اپنا علمی اور انسانی فرض سمجھ کر تعلیم حق سے جہالت کے خلاف آواز اٹھائی تو۔۔۔ بجائے اس سے تعاون کرنے کے قوم کے چند بنے ہوئے ٹھیکیداروں نے جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعہ مخالفت شروع کر دی تا کہ ثقلین کی تعلیم کے خلاف جاہلانہ چودھراہٹ کا نظام قائم رہ سکے۔ رسولِ اکرمؐ فرماتے ہیں کہ علم حق کیلئے ضرورت ہو تو چین تک جاؤ لیکن افسوس! ہمارا حال یہ ہے کہ ہم کو گھر بیٹھے تعلیم حق مل رہی ہے اس سے بھی بے پروائی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم موت کو نعمت سمجھنے کی بجائے بھیانک سمجھ رہے ہیں۔ ثقلین سے دلی تمسّک کیجیئے تو موت ابدی سرور اور خوشی کا ذریعہ بن جائے گی۔

(تاریخ: ۱۹۷۱-۱-۱۵) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

خالص فیصلۂ حق تک پہنچنے کا اللہ، رسولؐ اور حضرت علیؑ کا بتلایا ہوا واضح اور یقینی راستہ

سورۃ النساء کی ۵۹ ویں آیت میں خلاقِ عالم ارشاد فرماتا ہے کہ:

''اے صاحبانِ ایمان اللہ کی اطاعت کرو اور اطاعت کرو رسولؐ اور اولوالامر کی! پس اگر کسیٰ شبہ کے بارے میں تم میں اختلاف ہو جائے تو (فیصلہ کے لئے) اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو یہی خیر ہے اور اصل حقیقت تک پہنچنے کا بہترین راستہ۔''

حضرت علیؑ نہج البلاغہ میں عہد نامۂ مالک اشتر میں فرماتے ہیں کہ:

''اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی محکم کتاب اور رسولؐ کی متفق علیہ اور تسلیم شدہ حدیث کے مطابق عمل کرو۔''

اگر صاحبانِ ایمان اللہ، رسولؐ اور ائمۂ معصومینؑ کے واضح حکم کو ماننا چاہتے ہوں اور شخصی مفاد اور خواہشات پر واضح حق کے مقابلہ میں اڑے نہ رہنا چاہتے ہوں تو ہر چیز کا صحیح فیصلہ اللہ، رسولؐ اور ایمۂ معصومینؑ کے یقینی حکم کے مطابق یقینی طور پر ہو سکتا ہے۔

''ہم نے انسان کو راہِ حق کی یقیناً ہدایت کر دی ہے۔ اب چاہے تو ہدایتِ حق کو قبول کر کے شکر گذار بنے اور چاہے تو کھلے ہوئے حق سے منہ موڑ کر کفر میں ڈوب جائے۔''

''ہمارا فرض صرف کھلم کھلا اور صاف صاف حق بات کا پہنچا دینا ہے۔'' (قرآنِ مجید)

تعلیم ثقلین کی یقینی تحقیق نہ کرنے والے عمر بھر بھٹکتے رہیں گے اور خلافِ عقل رسم و رواج، خواہشات اور توہمات میں جکڑے رہیں گے۔ اور بغیر حق مبین کی روشنی حاصل کئے ہوئے ہمیشہ

کے لئے اندھیرے ہی میں چلے جائیں گے۔ اگر تلاشِ حق مقصود ہے تو تحقیقِ حق کے صحیح طریقہ اختیار کیجیئے۔ بے شک کربلا روشنی حق کا بلند ترین مینار ہے لیکن صرف ان لوگوں کے لئے جو عقل وانسانیت کی آنکھیں کھلی رکھتے ہیں۔ اور دعوتِ حق کو سننے والے کان رکھتے ہیں اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے ہیں ان پر یہ آیت صادق آتی ہے:

''بہرے، گونگے اور اندھے ہیں وہ لوگ جو عقل سے کام نہیں لیتے ہیں۔'' (قرآنِ مجید)

بغیر تمسک ثقلین کے جو بھی کام کیا جائیگا وہ یقیناً گمراہی ہے۔ چاہے اس کام، عمل، رسم، یا چیز کا نام کچھ بھی رکھا جائے۔ بنیادی تعلیم کو سمجھے بغیر ہدایت کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

خدائے عادل کی طرف سے رسولِ اکرمؐ نے جب پیغامِ حق کا اعلان کیا تو دورِ جاہلیت کے سردارانِ کفر مخالفت پر کیوں اٹھ کھڑے ہوئے؟

تاریخی حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ درحقیقت مختلف قسم کے بتوں کی آڑ میں ہی سردارانِ کفر قوم پر چودھراہٹ کر رہے تھے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ اگر یہ بت ٹوٹ گئے تو سارا راز کھل جائے گا اور لوگ اصل حقیقت سمجھ جائینگے کہ مفاد پرستوں کا مفاد ان بتوں کے پیچھے کام کر رہا تھا ورنہ یہ تو صرف پتھر کے بت تھے۔

محض اپنے مفاد اور جھوٹی عزت کیلیے آوازِ حق کے خلاف بے بنیاد اور بالکل جھوٹے پروپیگنڈہ کیلیئے چند ٹکڑوں کے ذریعہ کرائے کے ایجنٹ خرید لئے، جو رات دن حق کی آواز کو روکنے کیلیئے مختلف قسم کی ترکیبیں سوچا کرتے تھے۔ لیکن چونکہ خالص حق کے خلاف کوئی صحیح بات آ ہی نہیں سکتی ہے بلکہ یہ صحیح بات بنیادی اصول میں حق کی تائید کرتی ہے۔ لہٰذا باطل کے طرفدار پوری کوشش کرتے تھے کہ ہر روز نئے نئے

جھوٹ ایجاد کرو دیتا کہ لوگ اس میں الجھے رہیں اور آوازِ حق کی طرف متوجہ نہ ہو سکے ورنہ ہر سوچنے اور سمجھنے کی کوشش کرنے والا حق تک پہنچ جائے گا۔ اور ساتھ ہی ساتھ حق کے خلاف کوشش فرعون، نمرود، شداد، ابو جہل، ابولہب، شمر اور یزید بھی بنا سکتی ہے اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ حق صرف تعلیم ثقلین یعنی اللہ اور رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی تعلیم ہے۔ جب تک اسکو تحقیقی طور پر سمجھ کر یقین حاصل نہیں کیا ہے اس وقت تک گمراہی لازمی ہے۔

جو لوگ بغیر تحقیق کیے ہوئے اپنے مفاد یا پسندیدہ خیالات پھیلا رہے ہیں وہ نوعِ انسانی کو گمراہی کے اسباب دے رہے ہیں تائیدِ حق کوئی کھیل نہیں کہ جب دل چاہا کھیل لیا اور جب دل نہ چاہا اٹھا کر پھینک دیا۔ تائیدِ حق صرف وہ کر سکتا ہے جو ہر قسم کی قربانی دینے پر آمادہ ہوتا ہے۔

کربلا کا واقعہ آج بھی یہی آواز دے رہا ہے لیکن اس کو سننے کیلئے جناب حور کی طرح عقل و انسانیت کے کان چاہیئے۔ دنیا کے گھانس چارے پر جان دینے والے نہ اسکو سُن سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں۔ آوازِ ثقلین یعنی آوازِ حق کو سُننے اور سمجھنے کیلئے ذہن کو خرافات اور توہمات سے پاک کر کے پاکیزہ فطرتِ انسانی پر آنا شرطِ اوّل ہے کیونکہ فطری طور پر ہر شخص فطرتِ اسلام اور فطرتِ حق پر ہی پیدا ہوتا ہے جیسا کہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا کہ:

"ہر بچّہ فطرتِ اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے اس کے بعد اسکے آبا و اجداد اسے یہودی، عیسائی اور آتش پرست بناتے ہیں۔"

انسان کی اس فطری پاکیزگی کے لئے تمام پیغمبروں نے عمر بھر کوششیں کیں اور سخت سے سخت قربانیاں دیتے رہے۔ اسی پاکیزگی کو قرآن مجید نے "تذکیہ نفس" کہا ہے۔ لیکن ہر دور کے انسان نما شیطان اپنے مفاد اور خباثتِ نفس کی وجہ سے مسلسل مخالفتِ حق کرتے رہے۔

ہر شخص کو اچھی طرح سوچ لینا چاہیئے کہ وہ کس کا جانشین ہے اور کس کے مقصد میں تعاون کر رہا ہے کیونکہ حشر کا دار و مدار اسی پر ہے۔ حق اور باطل میں فرق نہ سمجھنے والا حیوان سے بدتر ہے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

"علیؑ میزانِ حق ہیں۔" (ارشادِ رسول اکرمؐ)

ارشادِ رسول اکرمؐ کے مطابق جولوگ حضرت علیؑ کو میزانِ حق یعنی حق کے ترازو تسلیم کرتے ہیں ان کے سامنے امیر المومنینؑ کے چند کلمات پیش کیے جا رہے ہیں اور التماس کی جاتی ہے کہ ہر شخص اس حق کے کانٹے پر اپنے کو تولنے کی کوشش کرے تا کہ صحیح حقیقت یقینی طور پر سامنے آجائے۔ اور اس دارِ فانی سے روانگی سے پہلے امکانی اصلاح کی جا سکے۔ کیونکہ بعض اوقات حقیقت سے بے خبری کی وجہ سے ظاہری حالات سے دھوکہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں مشہور واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ حج کے موقع پر ایک نابینا صحابی نے بہت شور وغل سُن کر امامؑ سے عرض کی کہ "کتنے زیادہ حاجی ہیں۔" تو امامؑ نے صحیح حقیقت تعلیم دینے کے لئے فرمایا کہ "درحقیقت حاجی تو بہت کم ہیں۔" اس جواب سے صحابی سوچ میں پڑ گیا تو امامؑ نے منشائے الٰہی کے ماتحت اس کے سامنے سے ظاہری و مادی پردے ہٹا دئے تو ہر شخص اپنی حقیقی اور صفاتی شکل میں نظر آنے لگا تو صحابی نے دیکھا کہ انسان تو بہت دور دور اور کہیں کہیں نظر آ رہے ہیں۔ باقی میدان مختلف درندے اور وحشی جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔ تو صحابی سمجھ گئے کہ واقعی اصل حق پرست حاجی تو بہت کم ہیں۔

چونکہ حق پرستی اور انسانیت کا۔ صحیح جذبہ نہ صرف حج ہی کے لئے بلکہ ہر عمل کے لئے شرطِ اوّل ہے۔ بغیر انسانیت اور حق پرستی کے تمام کام شر کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ لہٰذا ہر شخص کو سب سے پہلے حق پسند اور انسانیت دوست بننے کی ضرورت ہے جیسا کہ رسولؐ وآلِ رسولؑ کی تعلیمات میں بار بار کہا گیا ہے۔ ذیل میں امیر المومنینؑ کے چند کلمات کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ ہر شخص اپنے آپ کو اس روشنی میں جانچنے کی کوشش کرے گا۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ:

"اے دنیا کے بندو! (ذرا سوچو تو) کیونکر تمھارے فروع اصول سے ٹکرا رہے ہیں اور تمھاری

خواہشات تمھاری عقلوں کی مخالفت کر رہی ہیں۔تم نے علمِ حق کو اپنے پیروں کے نیچے قرار دیا ہے اور دنیا کو اپنے سروں پر چڑھالیا ہے۔ نتیجے میں علم حق تمھاری نظر میں ذلیل وحقیر ہے اور دنیا کو اونچا سمجھ لینے کی وجہ سے اس تک پہنچنا دشوار بنالیا ہے۔ اور ہر ایک کو اس تک پہنچنے سے روکتے ہو۔ نہ تو تم شریف آزاد ہو اور نہ پرہیز گار غلام۔تم واجبات اور فرائض کو تو ادا نہیں کرتے اور نوافل اور مستحب انجام دینے کی کوشش کرتے ہو۔"

ہر شخص پر واضح ہونا چاہئے کہ فروع جب اصول سے ٹکرا رہے ہوں تو مذمت کے لائق ٹھہرتے ہیں۔اسی طرح واجبات اور فرائض کو چھوڑ کر مستحب کا ادا کرنا قابل تعریف نہیں بلکہ لائقِ مذمت ہے۔کیا دنیا اور دنیا والوں کو عام طور پر سر پر نہیں چڑھایا گیا ہے؟ کیا علم حق کو ذلیل وحقیر سمجھ کر پیروں کے نیچے نہیں کچلا جا رہا ہے۔تو پھر ہر شخص عنداللہ فیصلہ کرے اور میدانِ حشر میں خالقِ عادل کے سامنے جواب کے لئے تیار رہے۔

ہم میں سے ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ "ہے کوئی میری نصرت کرنے والا" کی دعوتِ حسینی مسلسل جاری ہے۔تو کیا یہ سوال پیدا نہیں ہوتا ہے کہ جو لوگ اس دعوت حق کو قبول کر کے تمام امکانی کوشش اس کی تائید میں صرف کریں گے ان کا حشر تو یقیناً جنابِ حرؑ کی طرح حسینی گروہ میں ہوگا۔لیکن جو لوگ دعوتِ حق کو قبول کرنے کی بجائے جھوٹے پروپیگنڈے اور منافقانہ سازشوں کے ذریعہ دعوتِ حق کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں ان کا حشر کس کے ساتھ ہوگا؟

تاریخ انسانی بتلا رہی ہے کہ تائیدِ حق خالص ہمیشہ صرف آزاد اور شریف انسانوں نے کی ہے۔ دنیا کے بندے اور دولت کے پجاری کبھی حق کا ساتھ نہیں دے سکتے ہیں۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

کربلا حق اور باطل کا کھلا ہوا فیصلہ ہے۔ حقّانیتِ حسینی نے حق پسند انسان کیلئے شک کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی ہے

کربلا کی جنگ مسلسل جاری ہے۔ طلب نصرتِ حسینی کی آواز برابر آرہی ہے۔ عقل سے صحیح کام لینے والے جنابِ حر کی پیروی میں حمایتِ حق کر کے حسینی بن سکتے ہیں۔ دنیا کے بندے مادیت کے پجاری حمایتِ باطل کر کے ابن سعد کی طرح یزیدی بن سکتے ہیں۔ ہر وقت، ہر حالت میں ہر صاحبِ شعور انسان یقینی طور پر یہ اختیار رکھتا ہے کہ حمایت حق کا یقینی ارادہ کر کے حسینی بن جائے اور ایک روحانی طہارت میں داخل ہو جائے، جیسے جناب حرؑ نے عملی طور پر دنیا کے سامنے مثال پیش کی اور چاہے تو ابن سعد کی طرح دنیا کا بندہ رہ کر حمایتِ باطل کر کے یزیدی بن جائے۔

اچھی طرح سوچ سمجھ کر عقل و شعور کے ساتھ یقینی فیصلہ کرنا ہر شخص کے اختیار میں ہے۔ آنکھیں ہوتے ہوئے روشنی اور اندھیرے میں فرق نہ کرنا کھلی ہوئی فکری کجی کی دلیل ہے۔ سوچنے کا صحیح طریقہ اختیار کرنا اور حق کو حق مان لینے کا نام حسینیت ہے۔ اور ایسے حق پسند انسان جہاں جمع ہونگے اسی کا نام جنت ہے۔ امام حسینؑ کو گھیر کر کربلا میں اترنے پر مجبور کرنے والا ایک یزیدی فوج کا سردار بھی صحیح طریقہ سے سوچ کر حق کو حق مان کر حسینی بن سکتا ہے۔ اور نہ صرف جنتی بلکہ نوعِ انسانی کے لئے جنت کا رہبر بن سکتا ہے۔ تو کیا یہ حقیقت ہر دور میں ہر انسان کے لئے کھلی ہوئی دعوتِ حق نہیں ہے۔ اور ایک انسان اگر دلی طور پر چاہے تو بدترین یزیدی ماحول سے نکل کر حسینی مشن کا بہترین رکن بن سکتا ہے۔ ایسی آواز جنابِ حر کی آج بھی آرہی ہے۔ اور قیامت تک آتی رہے گی۔ لیکن سننے کے لئے عقل و ہوش کے کان چاہیئے۔

آوازِ حق کو نہ سننے والوں کا ذکر قرآنِ مجید ان الفاظ میں کرتا ہے:

''کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کے پاس عقل ہے لیکن اس سے صحیح سمجھنے کا کام نہیں لیتے، کان ہیں لیکن ہوش میں رہ کر سننے کی کوشش نہیں کرتے، آنکھیں ہیں لیکن کھلی ہوئی حقیقت دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے، ایسے لوگ مثل جانور کے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔'' دعوتِ حق کو صحیح زاویہ سے دیکھ کر صحیح نتیجہ نکالنے کی جو شخص کوشش کرے گا وہ خود اپنے اوپر احسان کرے گا۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

"تلاشِ حق کا جذبہ اگر زندہ نہیں ہے تو انسانیت مرچکی ہے۔ جو شخص اپنی انسانیت کو زندہ رکھنا چاہتا ہو اسے اپنے باطن کو عنداللہ پرکھنا چاہیئے اور حق کو چھوڑ کر باطل پر اسرار نہ کرنا چاہیئے۔" (پیغامِ کربلا)

قرآنی تعلیمات میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ تحقیق اور دلیل سے سمجھے بغیر کسی بات کو مان لینا یا کسی کام کا کرنا کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ اس واضح تعلیم کی روشنی میں جو بھی صاحبِ عقل سوچے گا تو اس کو صاف صاف نظر آنے لگے گا کہ لوگوں کی بہت بڑی اکثریت کس طرف بڑھ رہی ہے یا انکو کس طرف ہنکایا جا رہا ہے۔

واضح آیاتِ الٰہی میں جھگڑا کرنے والوں کے بارے میں سورۃ المؤمنین میں کہا گیا ہے کہ:

"اللہ کی آیتوں (نشانیوں) میں صرف وہی لوگ مخالفت اور جھگڑا کرتے ہیں جو منکرِ حق ہیں۔ ایسے لوگوں کا ظاہری شان وشوکت سے شہروں میں پھرنا تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے۔ اس سے پہلے بھی نوحؑ کی قوم اور بعد کے بہت سے گروہ حق کو جھٹلا چکے ہیں۔ اور ہر گروہ نے یہ ارادہ کیا کہ رسولؐ کو گرفتار کرلیں اور جھوٹی اور بیجودہ باتوں کی آڑ لیکر لڑنے لگے تا کہ حق کو اکھاڑ پھینکیں۔ نتیجہ میں ایسے منکرین حق اور عقل وانصاف کے دشمنوں کو خدائی عذاب نے گرفتار کرلیا۔"

جو لوگ تعلیم ثقلین یعنی اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی حقیقی تعلیمات کی مخالفت کر رہے ہیں اور اشاعتِ حق کے راستے میں روڑے اٹکاتے ہیں انکو ہوش میں آنا چاہیئے اور عذاب الٰہی سے بچنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ یعنی اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی حقیقی تعلیم پیش کرنا چاہیئے۔ اپنی من گھڑت خلافِ عقل تعلیم دیکر لوگوں کو جاہلیت کے رواج پرست بنانا سب سے بڑی گمراہی پھیلانا ہے۔

ہر شخص کا شخصی فریضہ ہے کہ عقل اور دلیلوں سے حق بات معلوم کرے اور جب یقینی طور پر حق معلوم ہو جائے تو اس پر ثابت قدم رہے اور دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرے۔ اسی کا نام جہادِ حق ہے۔ اور اسی کی طرف امام حسینؑ نے ''ھل من ناصرٍ ینصُرُنا '' کی آوازِ حق سے انسانیت کو دعوت دی ہے۔

جو اس دعوتِ حسینی کو قبول کر کے نصرتِ حق کرتا ہے وہی انسانیت کے اصولِ حق میں زندہ ہے باقی تمام امیر المومنینؑ کے ارشاد کے مطابق ''میت الاحیاء'' یعنی زندہ لاشیں ہیں۔ ان کھلی ہوئی تحریروں کے بعد بھی جو لوگ ہوش میں آ کر دعوت حق کو قبول نہیں کرتے ایسے لوگوں کے بارے میں امامؑ نے فرمایا ہے کہ:

''وہ موت کی آخری ہچکی کے وقت بیدار ہونگے جس وقت کی بیداری کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکے گی۔'' ہر صاحب عقل کا فرض ہے کہ اپنی ہمیشہ کی زندگی کے بارے میں اچھی طرح غور کرے اور اپنے حشر کیلئے اپنے آپکو تیار کرے۔

''اور یہ کہ انسان کو صرف اس کی کوشش کے مطابق ہی ملے گا۔'' (سورۃ النجم۔ آیت ۲۹)

''جو کچھ اس نے (اچھا) کمایا اسی کے لئے ہے اور جو کچھ اس نے (برا) کمایا اسی کے خلاف ہے۔'' (سورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۸۶)

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

حسینی تعلیم اسلام کی روح ہے۔
مومن بننے کیلئے مقصدِ حسینی سمجھنا ضروری ہے

برادرانِ ایمانی!

زیادہ تر رائج الوقت مذہبی رسموں اور طریقوں کو جو لوگ اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی صحیح اور اصلی تعلیم بتلاتے ہیں وہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور اندھیرے میں رکھ کر اپنی جھوٹی چودھراہٹ اور ناجائز مفاد کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔

تمام مفکر اور محقق علماء حق واضح طور پر بیان کر چکے ہیں کہ اصل اسلام کو پسِ پشت ڈال دیا گیا ہے اور دنیا پرست اور دین فروش قسم کے علماءِ سوء دولت کے پجاریوں کے اشارے پر انکے ناجائز مقاصد کی حفاظت کے لئے مذہب کو نئے نئے رنگ میں ڈھالتے چلے گئے۔ آج بھی جو شخص عقل کو استعمال کر کے دینِ حق کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تو انکو بھی ایسا ہی صاف صاف نظر آنے لگتا ہے اور صحیح حقیقت اسکے سامنے کھل جاتی ہے۔ اسی لئے دینِ حق پر پردہ ڈالنے والے اور لوگوں کو اندھیرے میں رکھنے والے لوگ دین حق کی تحقیق کرنے اور سمجھنے کے راستہ میں روڑے ڈالنے کی مسلسل کوشش کرتے رہتے ہیں۔

لہٰذا ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ عقل سے اچھی طرح کام لے اور حق کو یقین کی شکل میں دلیل سے سمجھ کر حق کا ساتھ دے تا کہ اسکا شمار حزب اللہ یعنی اللہ کی فوج میں ہو۔ حق کو واضح طور پر بیان کرنا اور حق کا ساتھ دینا اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کے ساتھ وفاداری ہے اور اسکی مخالفت کرنا اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ سے کھلی ہوئی غدّاری ہے۔ چند روزہ دنیا کیلئے حق کو حق نہ کہنا اور اسکی تائید نہ کرنے سے زیادہ ذلیل بات اور کیا ہو سکتی ہے؟

ہمیشہ ہمیشہ کی لعنت اور عذاب سے بچنا ہو تو کربلا کے میدان میں امام حسینؑ نے جو تعلیم حق پیش کی ہے اس کو اسی شکل میں پیش کیجیئے اور اپنے دور کے یزیدیوں پر بھی اسی طرح لعنت کیجیئے جس طرح اس دور کے یزید پر لعنت کی جاتی ہے۔ مومن بننا ہے تو واقعہ کربلا کے مقصد کو سمجھنے کی کوشش کیجیئے۔ حسینی تعلیم کو سمجھنے والا موت کو حیات ابدی سمجھتا ہے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

مقصدِ شہادتِ امام حسینؑ سمجھنے کی کوشش کیجیئے تو اسلام کی روح سمجھ میں آجائے گی

''اگر دین حق کا قائم رہنا میری شہادت پر موقوف ہے تو اے تلوارو آؤ! یہ سر حاضر ہے۔'' (امام حسینؑ)

یزیدی نظام جب کے دینِ حق یعنی انسانیت کے دستورِ اسلام ہی کو تقریباً دفن کر چکا تھا اس وقت امام حسینؑ نے دینِ حق کی بقاء کیلئے یہ آواز دی اور کربلا کے میدان میں وہ کام انجام دیا کہ جس کی وجہ سے اسلام ہمیشہ کیلئے زندہ ہو گیا اور یزیدیت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ملعون ٹھہر گئی۔ امام حسینؑ کا مقصد انسانیت کی حفاظت اور بقا تھا۔ اور یزیدی گروپ کا مقصد انسانیت کی تباہی اور بربادی تھا۔ اور یہ تسلیم شدہ اصول ہے کہ ہر شخص کا حقیقی ساتھی وہ ہے جو اسکے مقصد میں معاون ہو چاہے وہ کہیں بھی ہو یا کسی بھی زمانے میں ہو۔ اب ہم میں سے ہر شخص کو اپنے اور اپنے اللہ کے درمیان طے کرنا ہے کہ وہ اپنے دلی ارادے کے ساتھ کس کے مقصد میں معاون بن رہا ہے؟ اگر وہ دلی طور پر تمام امکانی حدود میں حسینیت کا ساتھ دے رہا ہے تو اسکے لئے یہ معراجِ انسانیت ہے اور اگر یزیدی مقصد میں معاون بن رہا ہے تو وہ اپنے وقت کا ابن زیاد، ابن سعد اور شمر ہے اور خدائے عادل کے قانونِ عدل کے ماتحت ہر شخص کا حشر اس گروپ میں ہونیوالا ہے جس کے مقصد میں وہ معاون بنا۔

اگر ہم ہوش میں ہیں تو کربلا کا واقعہ ہم کو مسلسل آواز دے رہا ہے کہ معراجِ انسانیت صرف حسینیت میں ہے اور یزیدیت ہلاکت ابدی ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حسینیت کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کیلئے تعلیم ثقلین کا سمجھنا واجب ہے ورنہ بغیر سمجھے صرف جذبات کو بھڑکا کر حسینیت کے صحیح مقصد کے خلاف چلے جانے کا یقینی خطرہ ہے۔ عقل سے الگ ہو کر صرف جذبات کے حوالے ہونیکی مذہب نے کبھی اجازت نہیں دی ہے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

حسینیت معراجِ انسانیت ہے

''ہرگام پر یزید ہے ہرگام پر حسین۔تاریخ آج تک سفرِ کربلا میں ہے'' (رئیس امروھی)

ہر حق پرست اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ نوِ انسانی کی نجات صرف حسینیت میں ہے اور یزیدیت انسانیت کی تباہی اور بربادی کا سبب ہے، لہٰذا ہر صاحب عقل کو اچھی طرح تحقیق کرنا چاہیئے کہ درحقیقت حسینیت کیا ہے؟ اسکے بعد اپنی ذہنیت کو اچھی طرح چیک کریں کہ آیا وہ حق پرست اور انصاف پسند ہے تو سمجھ لیں کہ وہ حسینی ہے اور اسکا حشر انشاللہ حسینی گروہ کے ساتھ ہوگا۔

اگر ہم حسینیت کی روح سے واقف ہونا چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم تعلیم ثقلین (قرآن اور اہل بیتؑ کی تعلیمات) کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔ ثقلین کی تعلیمات کو سمجھے بغیر حسینی بننا ممکن ہی نہیں ہے۔اس تحریر کو دنیا کے تمام عالموں کے پاس لے جایئے اور ان سے پوچھیئے کہ یہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ جب ٹھیک ہے اور یقیناً ٹھیک ہے تو صاف الفاظ میں کہیئے کہ سمجھنے کی دعوت دراصل حسینیت کی دعوت ہے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

واقعۂ کربلا انسان کو مسلسل سبق دے رہا ہے بشرطیکہ انسان عقل سے کام لے اور سبق حاصل کرے

مالی اور مادی طاقت سے حق کو کچلنے کی کوشش کرنے والے ظاہری طور پر کبھی حق کو کچل بھی سکتے ہیں اور اپنے یزیدی گھمنڈ کے مظاہرے کے لئے حق کی لاشوں پر گھوڑے بھی دوڑا سکتے ہیں اور اپنی اس شیطانی کامیابی پر فتح کے نقارے بھی بجوا سکتے ہیں اور علم برداران حق کو قیدیوں کی شکل میں بازاروں میں بھی پھرا سکتا ہے۔ لیکن یہ سب وقتی اور عارضی ہوتا ہے۔ مگر تاریخ انسانی میں ایسے ظالم ہمیشہ ہمیشہ کے

لئے یزید، ابنِ زیاد، ابن سعد، شمر اور حرملا کے نام سے رجسٹرڈ ہو جاتے ہیں۔ اور تمام حق پسند انسان ایسے ظالموں پر ہمیشہ ہمیشہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ لعنت خدائے عادل کے عدل کے قانون کے ماتحت ہمیشہ ایسے درندوں پر برستی رہتی ہے۔

یہ کھلا ہوا سبق ہم سب کو کربلا کے واقعہ سے مل رہا ہے بشرطیکہ ہماری فطرت انسانیت پر باقی ہو اور واقعہ کربلا کو ہم نے سمجھا ہو۔ جو شخص واقعۂ کربلا سے واقف ہوا اور اس سے سبق حاصل کیا ہو وہ کبھی حق کو دبانے کی کوشش نہیں کرسکتا ہے۔ بلکہ ادنیٰ درجہ کی بھی معرفتِ کربلا رکھنے والا اپنی تمام کوششیں حق کو ابھارنے پر صرف کردیگا کیونکہ انسانی زندگی کا واحد مقصد حمایتِ حق ہے۔

بڑے بڑے محل بنانے والوں کا آج کہیں نام ونشان باقی نہیں ہے۔ بجائے اس کے حق کی حمایت کرنے والوں کے نام انسانیت کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اور ان پر سلام کرنے کو اپنے لئے شرف سمجھتے رہیں گے۔ جنابِ حر نے باطل کی اونچی عمارتوں کو ٹھوکر مار کر حق کے لئے قربانی دے کر جو شرف اور عزت حاصل کی، کیا کسی دنیا پرست اور دولت کے پجاری کو حاصل ہوئی؟

کربلا کے واقعہ سے اگر ہم نے حق پرستی کا سبق حاصل نہیں کیا تو ہم نے حسینؑ ابن علیؑ کے مقصد کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ ایسی حالت میں کربلا کے مقصد کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے تذکیۂ نفس اور ذہنی صفائی اور طہارت کی ضرورت ہے۔ جب تک ذہنِ انسانی توہمات اور خرافات سے پاک نہیں ہوگا، حقائق کو قبول ہی نہیں کرے گا۔ ائمۂ اطہارؑ کی تعلیم کے لئے تطہیر ذہنی شرطِ اوّل ہے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ خلافِ عقل اور خلافِ انسانیت خیالات سے اپنے ذہن کو پاک کرے تا کہ تعلیم ثقلین قبول کرنے کے لائق بن سکیں۔ پاک اور معقول تعلیم کے لئے ذہنی زمین کا پاک اور معقول ہونا ضروری شرط ہے۔ حق بات کو مان لینا اللہ کی نظر میں عزّت، شرافت اور انسانیت کی دلیل ہے۔

جادوگروں نے فرعون کے لالچ دینے کی وجہ سے جنابِ موسیٰؑ سے مقابلہ کیا لیکن حق جب ظاہر ہوگیا تو فرعون کی پرواہ کئے بغیر حق کے سامنے جھک گئے۔ حق کو قبول کرنے کی وجہ سے فرعونی جادوگروں کا شمار اللہ کی نظر میں موسیٰؑ اور ہارونؑ کے ساتھیوں میں ہوگیا۔ کیا ان واقعات میں ہر شخص کے لئے کھلا ہوا سبق نہیں ہے؟

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

تائیدِ حق کر کے ہر شخص ہر زمانے میں انصارِ امامِ حسینؑ میں شامل ہو سکتا ہے۔ نصرتِ حسینؑ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ نصرتِ حق معرفتِ حق پر موقوف ہے

''علم ایک نور (روشنی) ہے۔ اللہ (اہلیت کی بنیاد پر) جسے کے دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے۔'' (حدیثِ معصومؑ)

اللہ لامحدود خزانے کا مالک ہے۔ اس کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ اسکا فیض ہر شخص کیلئے عام ہے۔ اگر کوئی اس کی نعمت سے محروم رہتا ہے تو اپنے تعصب، ہٹ دھرمی اور حق سے دشمنی اور کینہ کی وجہ سے رہتا ہے۔ علمِ حق کی خاصیت ہے کہ وہ ذہنِ انسانی میں کرنٹ دوڑا دیتا ہے اور روشن و منور کر دیتا ہے لیکن اگر کوئی تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے بے تعلق رہے اور دشمنی حق میں سر پٹک پٹک کر ذہنِ فطرت کو بلب کی طرح فیوض (مردہ) کر لے اور روشنی حق سے محروم رہ کر باطل کے اندھیرے ہی میں اس دنیا سے بھٹکتا ہوا چلا جائے تو اسکا کون ذمہ دار ہے؟ ایسے ہی لوگوں کے لئے قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ:

'جو شخص اس دنیا میں دل اور عقل کا اندھا رہے گا وہ آخرت میں بھی ہمیشہ (حق سے) اندھا اور بھٹکا ہوا رہے گا۔'

ایک خطبہ میں رسولِ اکرمؐ نے فرمایا کہ:

''قیامت میں سخت خوفناک حالات اور سخت ندامت اور حسرت کا سامنہ ہوگا''۔ تو لوگوں نے پوچھا کہ اس سے نجات کا کیا راستہ ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ:

''علماء حق کے سامنے گھٹنے موڑ کر باادب بیٹھ کر علم حق حاصل کرو تو اس خوفناک حالات سے

نجات پاسکو گے۔ میں اپنی امت کے علماء حق کی وجہ سے تمام انبیاء پر فخر کروں گا۔ خبردار! عالمِ حق کو مت جھٹلاؤ۔ اور عالمِ حق کو رد کرنے کی کوشش نہ کرو اور اس سے بغض، کینہ اور عداوت نہ رکھو بلکہ اس سے محبت رکھو کیونکہ عالمِ حق سے محبت خلوص اور پاکیزگی نفس کی دلیل ہے اور علم حق سے بغض، کینہ اور دشمنی نفاق کی علامت ہے۔ خبردار! جس نے عالم حق کی توہین کی اس نے میری توہین کی اور جس نے میری توہین کی اس نے اللہ کی توہین کی اور ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور جس نے عالمِ حق کی عزت کی اس نے میری عزت کی اور جس نے میری عزت کی اس نے اپنے خالق کی عزت کی اور اسکی جگہ بہشت ہے۔"

رسولِ اکرمؐ کے ان ارشادات کی روشنی میں عنداللہ ہر شخص کو اپنے دل کو ٹٹولنا چاہیئے کہ وہ دعوتِ حق کو ابھارنے اور تائید کرنے کی کوشش کرتا ہے یا دعوتِ حق کو دبانے اور روکنے کی سعی کرتا ہے۔ جیسا بھی ہر شخص حقیقت میں ہے ویسا ہی اسکا حشر ہونے والا ہے۔ وقت ختم ہونے سے پہلے ہر شخص کو عنداللہ اپنا حساب اچھی طرح دیکھ لینا چاہیئے۔ روانگی کا بٹن کب دبے گا اسکے متعلق کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا ہے اسلئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔

اللہ اور آخرت کا عدمِ یقین تمام خرابیوں کا اصل سبب ہے۔ رہبر کی حقیقی معرفت اسکی تعلیم کے حقائق سمجھنے پر موقوف ہے۔ ذہنی موافقت حقیقی دوستی ہے اور ذہنی مخالفت حقیقی دشمنی ہے اور یہ سب سمجھنا غور وفکر اور علم پر موقوف ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ "علم حیات ہے اور جہل شر کی کان ہے۔" تعلیم ثقلین کے خلاف جو بھی ہے وہ شر ہے، لہٰذا تعلیم ثقلین کی تحقیق واجب، ضروری اور مقدم ہے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

تائیدِ حق نہ کرنا حسینی مقصد سے غداری ہے

حق اور باطل میں فرق سمجھ کر حق کی حمایت کرنا انسانیت ہے اور فرض سمجھتے ہوئے حمایت حق کے بدلے حمایت باطل کرنا یا حق کی حمایت سے بالواسطہ یا بلا واسطہ روکنے کی کوشش کرنا شیطنت ہے اور حق اور باطل میں فرق سمجھنے کی کوشش نہ کرنا حیوانیت ہے۔

ہر شخص ان تین حالتوں میں سے ایک حالت میں ضرور ہے۔ لہٰذا ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنی حقیقی حالت پر غور کرے کیونکہ جس حالت پر اس دنیا سے گزرے گا اسی کے نتائج ہمیشہ ہمیشہ بھگتنا ہے اور گ... ر وقت ممکن ہے لہٰذا صحیح حقیقت پر غور کرنے میں مطلقاً تاخیر نہ کیجیئے۔

... چنے سمجھنے کو واجب اور ضروری نہیں کہتے ہیں وہ لوگوں کو انسانیت کے صحیح مقصد سے بے خ... ندھیرے میں رکھ کر حیوان بنا رہے ہیں اور ایسا کرنا انسانیت دشمنی کی کھلی ہوئی پہچان ہے۔ اچھی طرح سوچنے، سمجھنے سے چونکہ ہر چیز کی حقیقت کھل جاتی ہے اور مکر و فریب کے پردے ہٹ جاتے ہیں اور حسینیت اور یزیدیت کا صحیح مقصد واضح ہو کر انسان اور شیطان کو صاف صاف پہچنوا دیتا ہے۔ کیونکہ تعلیم ثقلین سمجھنے والا انسانیت کے دوستوں اور دشمنوں کو خوب اچھی طرح پہچاننے لگتا ہے۔ بلکہ دوسروں کو صحیح حقیقت سے باخبر کر کے پہچنوانے بھی لگتا ہے۔ اور اس طرح ساری حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

انسان کو روشنی میں لانے سے روکنے والے اللہ، رسولؐ و آلِ رسولؑ کے مخالف اور انسانیت کے دشمن ہیں۔ تعلیم ثقلین کے نام سے جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے، اگر حق ہے تو تائید نہ کرنا گناہ ہے اور غلط ہے تو رد نہ کرنا گناہ ہے۔ جو لوگ تائید حق سے چپ ہیں ان کو سوچنا چاہیئے کہ وہ کس کے خوف سے چپ ہیں۔؟ امامؑ تو فرما رہے ہیں کہ ''مفید بات کہہ سکتا ہے اور نہ کہے تو مجرم ہے۔'' امام حسینؑ نے آخری وقت بھی نصرت کے لئے آواز بلند کی تھی وہ قیامت تک تائیدِ حق کے لئے کی تھی۔ اپنے شخصی بچاؤ کے لئے ہرگز نہ تھی۔

(تاریخ: ۱۹۷۰-۶-۱۹) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

فطری جذبۂ حق پرستی

''ہے کوئی میرا ساتھ دینے والا'' کی دعوتِ حق سننے کے بعد بھی جس کا فطری جذبۂ حق پرستی بیدار نہ ہوا، وہ قانونِ عقل وانسانیت کی نظر میں حیوان سے بدتر چلتی پھرتی لاش ہے۔ مظلوم سے ہمدردی اور ظلم سے نفرت انسانیت کی روح ہے۔ واقعہ کربلا تاریخ انسانی میں ظلم سے ٹکراؤ کا سب سے بڑا واقعہ ہے۔ کربلا کے واقعہ پر غور کرنے والا اور اس کے صحیح مقصد کو سمجھنے والا انسانیت کی بلندترین منزل پر پہنچ جاتا ہے۔

''بہرے، گونگے، اندھے ہیں وہ لوگ جو عقل سے صحیح کام نہیں لیتے۔'' (قرآنِ مجید)

صحیح مقصد میں عقل کو نہ استعمال کرنے والوں کی قرآن مجید ان الفاظ میں سخت مذمت کررہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ در حقیقت بہرا وہ ہے جو آوازِ حق کو سن لے اور سمجھنے میں عقل سے کام نہیں لیتا اور گونگا وہ ہے جو تائیدِ حق میں بول سکتا ہو اور نہ بولے اور اندھا وہ ہے جو حق کی کھلی ہوئی نشانیاں سامنے موجود ہوتے ہوئے بھی نہ دیکھے۔

''ہے کوئی میرا ساتھ دینے والا'' کی آواز حق مسلسل گونج رہی ہے، جس کو امام حسینؑ نے نصرت حق کے مقصد میں تعاون کیلئے تمام نوعِ انسانی کو دی تھی جسکو یزید کی فوج بھی سن رہی تھی لیکن وہ دنیا کی محبت میں اندھے بہرے اور گونگے بن چکے تھے اسلئے انہوں نے مقصد حق میں تعاون نہ کیا اور ہمیشہ کیلئے جہنم کے لائق بنے۔

اب ذرا انصاف سے ہم لوگ بھی سوچیں کہ وہی آوازِ حق نصرتِ حق کیلئے ہم سب کے سامنے بھی گونج رہی ہے۔ اگر ہم لوگ بھی نصرت حق میں تعاون نہ کریں تو خدائے عادل کے سامنے ہم لوگوں کا بھی حشر کیا ہونا چاہیئے۔؟ سودخوری، سرمایہ پرستی، بے پردگی، عریانیت، دین فروشی اور اسی طرح کی تمام کھلی

ہوئی برائیاں، امام حسینؑ کے مقصد کی کھلی ہوئی مخالفت نہیں ہے؟ کیا کربلا کا واقعہ روحِ انسانی کو بیدار کرنے کیلئے کافی نہیں ہے؟ اس واقعہ کے باوجود دولت اور جھوٹی عزت کے نشہ میں مست رہنے والوں کی انسانیت مردہ ہونے میں کوئی شک باقی رہتا ہے؟

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم لوگ امام حسینؑ کی دعوت حق کے صحیح مقصد کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں تو اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا کہ تمسک ثقلین ہی امامؑ کا مقصد ہے جس کے لئے رسولِ اکرمؐ مسلسل وصیت فرماتے رہے۔ کیونکہ نوعِ انسانی کی ہدایت کیلئے تمسک ثقلین واجب و لازم ہے لیکن افسوس کے بہت بڑی اکثریت تمسک ثقلین کے مفہوم سے بے خبر اور غافل ہے اور صحیح مقصد کی طرف متوجہ کے بغیر صرف جذبات کو غلط طریقہ سے ابھار کر مذہب کو عیش و آرام کا ذریعہ بنانے والے لوگ مزید غافل اور حقیقت کو سمجھنے سے دور کر رہے ہیں۔

خداوندا! ہم اپنے اور تمام لوگوں کیلئے حسینیت کی روح سے واقف ہونے کی دعا کرتے ہیں اور یزیدیت پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے لعنت کرتے ہیں کیونکہ حسینیت انسانیت کی روح اعظم ہے اور یزیدیت شیطنت کا خبیث ترین مظاہرہ ہے۔

واضح رہے کہ حمایت حق مبین کی تمام تحریروں میں عقل کی روشنی میں حسینیت کے صحیح مقصد ہی کی طرف دعوت دی گئی ہے جس سے آج تک کسی حق پرست عالم نے نہ انکار کیا ہے اور نہ کر سکتے ہیں کیونکہ تعلیم ثقلین ہی اصل میں دین حق ہے ثقلین (قرآن اور اہل بیتؑ کی واضح تعلیمات) کو چھوڑنے کے بعد صرف گمراہی ہی گمراہی باقی رہتی ہے۔

انسانیت کی صحیح زندگی گذارنا ہو تو تعلیم ثقلین کو سمجھنے کی کوشش کیجیئے اور اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کر کے ثقلینی ماحول بنانے کی کوشش کیجیئے۔ یہی پیغام حسینیؑ ہے اور یہی حسینیت کا صحیح مقصد ہے۔

(تاریخ: ۱۹۷۱-۳-۵) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

انسان کا حشر اسکی اختیاری کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جناب حر کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے اور ابن سعد کے ساتھ بھی۔ اپنی کوشش اور کارروائیوں کا جائزہ لیجیئے

تعلیم ثقلین یعنی اللہ، رسولؐ و آلِ رسولؐ کی تعلیم کی مخالفت کرنے والوں اور جان بوجھ کر صحیح، صاف اور واضح تعلیمِ حق کا غلط مطلب نکال کر کجی اور ٹیڑھا پن پیدا کرنے والوں کا حشر یزید، ابن زیاد، ابن سعد، شمر اور حرملا کے ساتھ ہوگا۔ چودہ سو سال پہلے تعلیم ثقلین کی مخالفت کرنے والوں کا ٹھکانہ خدائے عادل کے قانون میں جہنم ہے تو کیا اس وقت مخالفت کرنے والوں کے لئے قانون عدل الٰہی بدل جائے گا۔؟

غفلت، ہٹ دھرمی اور تعصب سے الگ ہو کر صحیح سوچنے کی کوشش کیجیئے تو حقیقیت کھل کر سامنے آجائے گی اور معاشرہ ثقلین کی تعلیم کے خلاف گمراہی کے سمندروں میں ڈوبتا نظر آئے گا۔ حالانکہ کربلا کی قربانی کا مقصد نوعِ انسانی کو گمراہی سے بچانا ہی تھا، اور ہے۔ ایسی حالت میں جو لوگ اظہار حق کرسکتے ہوں اور نہیں کرتے ہیں وہ درحقیقت بلند ترین قربانی کے مقصد کو تماشہ بنائے ہوئے ہیں۔ اور اپنی دنیا سازی، اور جھوٹی عزت کے لئے مقصد حق کو کھلا ہوا نقصان پہنچا رہے ہیں اور ذلیل دنیا کے لئے اپنی اور دوسروں کی آخرت برباد کر رہے ہیں۔

سوچنے اور سمجھنے والوں کے لئے جناب حر اور ابن سعد کی مثالیں موجود ہیں۔ ایک نے حق کے لئے دنیا اور اپنے وقت کے قارون و فرعون کو لات ماردی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حق کے مددگاروں میں شامل ہوگئے۔ اور دوسرے نے چند روزہ چمک دمک کی امید موہوم کے لئے دامنِ حق کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے جہنم کو مول لے لیا۔ اور نتیجہ میں ہر حق پرست قیامت تک ایک پر سلام بھیجنے میں اپنے لئے فخر و شرف

محسوس کرے گا اور دوسرے پر لعنت بھیجنا اپنا انسانی فریضہ سمجھے گا۔

ہم میں سے ہر شخص کو ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیئے کہ وہ کس قسم کی کوشش کر رہا ہے؟ اگر ثقلین کی تعلیم کو اچھی طرح سمجھ کر اس کا ساتھ دے رہا ہے تو عند اللہ جناب حر کے ساتھ ہے اور اگر مخالفت کر رہا ہے یا کجی پیدا کر کے روڑے اٹکا رہا ہے تو خدائے عادل کی نظر میں اس کا ٹھکانہ ابن زیاد اور ابن سعد ہی کے ساتھ رہے گا۔ واضح رہے کہ امیر المومنینؑ نے یاد رکھنے کی تاکید کے ساتھ جناب کمیل کو جو باتیں بتائی ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: ''لوگ تین قسموں میں تقسیم ہو جاتے ہیں: ۱: عالم ربانی، ۲: طالبان علم حق، ۳: اور باقی جو بچتے ہیں وہ کیڑے مکوڑے اور حیوانات یا ان سے بھی بدتر ہیں۔''

جن لوگوں میں انسانیت کا جذبہ زندہ ہے ان کا فرض ہے کہ تعلیم ثقلین کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کریں کیونکہ انسان کا انسان بننا علمِ حق اور یقینِ صادق کے حاصل ہونے پر موقوف ہے اور اس سے بہت بڑی اکثریت محروم ہے۔

(تاریخ: ۱۹۷۱-۳-۲۶) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

حسینی ذہنیت کا نتیجہ اعلیٰ علیّین ہے اور یزیدیت کا ٹھکانہ اسفل السّافلین ہے

کربلا کی جنگ پیغامِ حق یعنی تعلیمِ ثقلین کو باقی رکھنے کی لئے ہوئی تھی۔ تعلیمِ ثقلین دراصل حقوقِ انسانی کا بنیادی دستورِ الٰہی ہے جس کو یزید اور یزیدی گروہ ختم کر دینا چاہتا تھا۔ جو لوگ تعلیمِ ثقلین کی اشاعت میں روڑے اٹکانے کی کوشش کرتے ہیں وہ درحقیقت امام حسینؑ کے مقصد کے خلاف جنگ کر رہے ہیں، اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں اور موت کے منہ میں پہنچنے سے پہلے جلد از جلد توبہ کریں۔

اس حقیقت سے انسان کو غافل نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ ہر ہر لمحہ دنیا سے دور اور آخرت سے نزدیک ہورہا ہے۔لہٰذا اپنی کوشش پر بار بار نظر ڈالنا چاہیئے کہ اس کی کوشش سے حسینی مقصد میں تعاون ہو رہا ہے یا یزیدی مقصد میں ۔کیونکہ ہر کوشش کے صرف دو ہی پہلو نکل سکتے ہیں یا حسینی مقصد میں معاون ہوگا یا یزیدی مقصد میں ۔اور خدائے عادل کے نظام میں یہ حقیقت طے شدہ ہے کہ جو شخص جس کے مقصد میں معاون ہوگا اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔

''ہم نے انسان کو راہ حق کی یقیناً ہدایت کر دی ہے۔اب چاہے تو ہدایت کو قبول کر کے شکر گذار بنے اور چاہے تو کھلے ہوئے حق سے منہ موڑ کر کفر میں ڈوب جائے۔''(سورۃ الدھر ۴۔۳)

صحیح حقیقت کو کھلے ہوئے طریقہ سے پیش کیا جا رہا ہے۔حق پسندی کا نام حسینیت ہے باطل پسندی کا نام یزیدیت ہے۔انتخاب ہر شخص کا اپنا کام ہے۔اور اسی کی ذمہ داری بھی ہے۔

(تاریخ:۱۷۔۱۔۱۹۷۱۔۲۲) خادمِ ثقلین:وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

''ہزاروں تقریروں کا حاصل اگر یہ نہ ہوا تو ......''

''حق پر جمے رہنے کا نام حسینیت ہے ۔ باطل کے سامنے جھکنا یزیدیت ہے۔''

ہر انسان پر واجب ہے کہ اپنی ذہنیت کو اچھی طرح سمجھ لے کہ وہ آوازِ حق پر لبیک کہتا ہے یا مختلف بہانے کر کے الگ رہنے کی کوشش کرتا ہے۔اگر ذہنیت کو قبولِ حق اور تائید حق کیلئے تیار پاتا ہے تو یہ حسینیت کی علامت ہے۔اور اگر اسکے خلاف پاتا ہے تو یہ یزیدیت کی پہچان ہے۔

حسینیت کا نتیجہ نجاتِ ابدی ہے اور یزیدیت کا نتیجہ عذاب ابدی ہے۔ ہر انسان کا ہر عملِ

اختیاری یا تو حسینیت کی موافقت میں جا رہا ہے، یا یزیدیت کی موافقت میں۔ لہٰذا کسی کام کو کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ کر طے کیجیئے کہ یہ قدم حسینیت کی طرف اٹھ رہا ہے یا یزیدیت کی طرف۔ حسینیت کی طرف قدم اٹھانے والا قیامت تک پیروِ حضرت حر کہلایا جائیگا اور یزیدیت کی طرف جانے والا شمر و ابن زیاد کا پیروکار کہلایا جائیگا۔ اپنے مستقبل پر فیصلہ کا اختیار قدرت نے ہر انسان کو دیا ہے۔

(تاریخ: ۱۹۷۰-۳-۱۸) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

"علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔" (ارشادِ رسولؐ)

حمایتِ حق ہی حسینیت ہے اور محبتِ اہل بیتؑ کی علامت ہے۔

ادارہ 'حمایت حق مبین' عرصہ دراز سے مسلسل آزادیٔ فکر انسانی اور جزبۂ تحقیق حق کے ساتھ دین حق کے بنیادی اصول اور حقائق پیش کر رہا ہے۔ اگر دین حق کے بنیادی اصول اور حقائق کی روشنی میں کچھ رسم و رواج غلط، بے بنیاد اور خلافِ عقل و انسانیت ٹھہرتے ہوں تو اس میں تحقیق حق کرنے والے مجرم نہیں ہے بلکہ درحقیقت مجرم وہ ہیں جنہوں نے بغیر تحقیق کے غلط رسموں کو قائم کیا اور جو لوگ بغیر تحقیق اور ثبوت کے شور مچا رہے ہیں اور اگر ان حضرات کے پاس قرآن اور اہل بیتؑ کی تعلیم سے تحقیقی ثبوت ہیں تو تحریری طور پر پیش کرنا چاہیئے۔

طالبانِ حق کا مقصد صرف تحقیقِ حق ہونا چاہیئے۔ اور یہ بات ہم سب تسلیم کرتے ہیں کہ دینِ حق صرف وہ ہے جس کو قرآن مجید اور رسولِ اکرمؐ و آلِ رسولؑ نے پیش کیا ہے۔ غلطی صرف یہ ہوئی ہے کہ زیادہ تر بغیر تحقیق اور بغیر سمجھے محض رسم و رواج کے طریقہ کو قبول کرتے چلے گئے حالانکہ واجب و ضروری یہ تھا کہ

اچھی طرح تحقیق کی جائے کیونکہ بغیر تحقیق کے یقین نہیں حاصل ہوسکتا۔

دعوتِ تحقیقِ تعلیمِ ثقلین دراصل دعوتِ یقین حق ہے۔یقین حق روح کی طہارت ہے۔بغیر یقین حق کے روح پاک نہیں ہوسکتی۔شک کو روح کی نجاست کہا گیا ہے۔مختلف تحریروں میں بیان کیا جاچکا ہے کہ تمسک ثقلین سے روح پاک اور روشن ہو جاتی ہے۔مادّی پردے ہٹ جاتے ہیں اور حقائق خود بخود الہامی شکل میں کھلنے لگتے ہیں۔اور یہی روح کی زندگی ہے۔بغیر اس کے انسان ''میت الاحیاء'' یعنی چلتی پھرتی لاش ہے۔یہ حقائق صرف ان لوگوں کی سمجھ میں آسکتے ہیں جو عقل سے صحیح کام لیتے ہیں یعنی عنداللہ تحقیق حق کا ارادہ رکھتے ہیں۔تعصب، ہٹ دھرمی، منافقت اور حماقت وغیرہ وغیرہ یہ سب ذہنی بیماریاں ہیں۔محبت اہلبیتؑ ان بیماریوں سے پاک رہنے پر موقوف ہے۔روشنی اور اندھیرے میں فرق نہ کرنا توہینِ عقل وانسانیت ہے۔''کیا روشنی اور اندھیرا برابر ہوسکتا ہے۔'' (قرآن، مجید)

''اور اس روز حق کے ساتھ نہ رہنے والا (بے حد افسوس کی وجہ سے) اپنے ہاتھ دانتوں سے کاٹنے لگے گا۔اور کہے گا کہ کاش میں نے رسولؐ کے ساتھ (دین حق کا) راستہ اختیار کیا ہوتا (تو آج اس جہنم کی آگ میں مستقل جلنا نہ پڑتا)'' (سورۃ الفرقان)

حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ:

''جو شخص دنیا کی طرف دوڑے گا اور اس پر ٹوٹ پڑے گا تو دنیا اسے اندھا بنا دے گی اور اگر اس کے روزانہ بدلتے اور فنا کی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے حالات پر عبرت کی نظر سے دیکھے گا تو اسے یہ دنیا صاحب بصیرت، ہوشمند بنا دے گی۔''

کاش کہ ہم لوگوں نے اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؐ کی تعلیمات کو سمجھنے کی صحیح کوشش اور مناسب طریقہ اختیار کیا ہوتا تو آج دنیا میں انسانوں کا جو حشر ہو رہا ہے وہ ہرگز نہ ہوتا۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اب بھی موقع ہے کہ ہم لوگ ہوش میں آئیں اور صحیح، آزاد اور حق پرست عالموں کو تلاش کریں اور ان سے خالص اصل تعلیمِ ثقلین کو واضح طور پر سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ رسول اکرمؐ کا بتلایا ہوا صحیح راستہ یقین کے ساتھ حاصل کرسکیں۔ورنہ یہ چند روزہ دنیا سے روانگی کے بعد ہم لوگوں کو بھی یہی الفاظ کہنے پڑیں گے جو اوپر کی آیت میں درج ہیں۔

تحقیق حق ہر شخص کا شخصی فریضہ ہے۔عنداللہ ہر شخص اپنے افعال کا خود ذمہ دار ہے۔کسی دوسرے

کے جھوٹے حوالے اور عزرِ لنگ سے وہاں کام چلنے والا نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ:

''خبردار رہو کہ اللہ کو دھوکا دیکر اسکی جنت حاصل نہیں کرسکو گے۔''

جنت حاصل کرنے کیلئے مناسب صفات پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ وہاں صرف انسانیت کے صحیح ارادے اور عمل کام دینگے۔ باقی سب بیکار ہی نہیں ثابت ہونگے بلکہ وبالِ جان بنکر ہمیشہ کا عذاب ثابت ہونگے۔ عبرت حاصل کرنے والوں کیلئے چند جملوں میں بہت کچھ عبرت کا مواد ہے۔ بشرطیکہ ہوش کے کان سے سنیں اور عبرت کی آنکھ سے دیکھے۔

واضح رہے کہ دین حق اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی تعلیمات ہی کا نام ہے۔ لیکن اس کا حاصل ہونا عقل وانسانیت کی روشنی میں تحقیق کرنے پر موقوف ہے۔ دلیل اور تحقیق سے بھاگنے والا کوئی شخص دین حق تک کبھی نہیں پہنچ سکتا ہے بلکہ عقل اور دلیل سے بھاگنے والا درحقیقت انسانیت کی کھلی ہوئی توہین کرتا ہے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

''تلاشِ حق تقاضائے انسانیت ہے۔ حقیقت کو اچھی طرح سمجھ کر حق کو تسلیم کرنا انسانیت کے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔''

محترم دوستو!

نیچے درج کی ہوئیں چند سطور پڑھکر ہر صاحب عقل آسانی سے یقینی فیصلہ کرسکتا ہے کہ کون اللہ اور چودہ معصومینؑ کے احکام کو حق سمجھتے ہوئے ماننا چاہتا ہے اور کون مخالفت پر اڑا رہنا چاہتا ہے۔

ہم اللہ اور چہاردہ معصومینؑ کے ہر حکم کو حق اور فیصلہ کن تسلیم کرتے ہیں اور انکے کسی حکم کی عمداً مخالفت کو فرعونیت اور یزیدیت سے بھی بدتر سمجھتے ہیں اور اسی لئے ہر اختلاف کو ختم کرنے کیلئے اللہ اور چودہ معصومینؑ کے حکم کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ کیونکہ اسی میں دنیا اور آخرت کی حقیقی بھلائی

ہے اور انکے حکم کی مخالفت میں ہر قسم کی تباہی اور ہلاکت ہے۔

مندرجہ بالا بیان کی ہوئی باتیں ہر اثنا عشری کو ماننا واجب، لازم اور ضروری ہے اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر اس بات کو ہر اثنا عشری دلی طور پر مان لے تو پھر اختلاف کیسے باقی رہ سکتا ہے؟ کیا یہ مؤمن کیلئے صلح کی دعوت ہے یا فتنہ وفساد کی؟ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اللہ اور معصومینؑ کے حکم کی مخالفت کر کے کون فتنہ و فساد پھیلانا چاہتا ہے اور کون اللہ اور چودہ معصومینؑ کی طرف دعوت دے رہا ہے۔

ممکن ہے کہ موجودہ افراد میں سے کچھ لوگ سمجھتے ہوئے بھی کسی وجہ سے خاموش رہیں لیکن آنے والی آزاد نسلوں کے ہاتھ میں جب یہ تحریریں پہنچے گی تو وہ خوب اچھی طرح سمجھ لینگی اور بل اعلان کہے گی کہ کون دنیا کے بندے تھے اور کون ثقلین کے سچے خادم تھے۔ اور ویسے بھی خدائے عادل کے فیصلے کے دن سب کی صحیح حقیقت کھلنے ہی والی ہے کہ کون اپنی حکومت کیلئے مکر وفریب کے جال بچھا رہے تھے اور کون اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؐ کے بتلائے ہوئے خالص حق اور انصاف کی دعوت دے رہے تھے۔

اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؐ کے حکم کو مان لینے ہی میں سچی عزت اور حقیقی کامیابی ہے۔ انکے مقابلے میں سازشی ہتھیار استعمال کرنے کی کوشش جہنم کے بدترین طبقہ کے ساتھی دار بننے کی کوشش ثابت ہوگی۔ ہم سب کو ایسی نجس اور ناپاک کوشش سے دور رہنا چاہئے اور ثقلین کے خالص مشن کو آگے بڑھانے میں تمام امکانی تعاون کرنا چاہئے تا کہ ہم سب کا حشر حقیقت کے اعتبار سے انصارِ حسینی میں ہو۔

محترم دوستو! ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو۔ اگر ہمارا معاشرہ ثقلین کی خالص تعلیم کے ماتحت ہوتا تو ہم لوگوں کا یہ حال ہرگز نہ ہوتا۔ سود، جوا، شراب، زنا، اور بے پردگی کے بڑھنے اور پھیلنے سے بیچینی نہیں محسوس ہوتی ہے۔ البتہ کچھ لوگوں کو اگر بے چینی محسوس ہوتی ہے تو صرف خالص تعلیم ثقلین کی اشاعت سے محسوس ہوتی ہے۔

اگر اشاعتِ تعلیمِ ثقلین میں روڑے نہ اٹکائے گئے ہوتے تو ابھی تک مختلف زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں اشتہار (پیمفلٹ) شائع ہو چکے ہوتے جسکی موجودہ حالات میں شدید ترین ضرورت ہے۔

خالص تعلیم کی اشاعت نہ ہونے کی وجہ سے جو لوگ حق سے بے خبر رہیں گے انکی ذمہ داری روڑے اٹکانے والوں کے حصہ میں آئے گی۔ قدرت کی طرف سے ملی ہوئی مہلت کو نعمت سمجھ کر ہر شخص کو اپنی ذمہ داری پوری کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

(تاریخ: ۱۹۷۰-۹-۱۰) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اسلامی تعلیمات کو جھٹلانا

کسی کی تعلیمات کو جھٹلانا یا مذاق اڑانا دراصل تعلیم دینے والوں کو جھٹلانا اور مذاق اڑانا ہے۔ اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی تعلیمات کے ساتھ ہم لوگوں کا برتاؤ کیسا ہے اس کے بارے میں ہم میں سے ہر شخص کو اچھی طرح سوچنا چاہیئے۔ تعلیمِ حق کا مذاق اڑانے والے ان لوگوں کے صفاتی وارث اور جانشین ہیں جنہوں نے انبیاء کو جھٹلایا تھا اور مذاق اڑایا تھا۔ آخرت میں ہر شخص کو اس کے ساتھ ملا دیا جائے گا جس کا وہ صفاتی وارث ہے۔ ہر شخص اگر سوچے تو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ وہ کس کا صفاتی وارث، جانشین اور قائم مقام ہے۔

بلا تحقیق بغیر اچھی طرح یقینی طور پر سمجھے ہوئے اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی طرف کسی بات کی نسبت دینا، ہدایت واصلاح نہیں بلکہ کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ اور قیامت تک جو لوگ ایسی تقریر یا تحریر کی وجہ سے گمراہ ہوتے رہیں گے ان کی ذمہ داری پیش کرنے والوں پر عائد ہوگی۔ لہٰذا ہر شخص کا سب سے پہلے یہ فریضہ ہے کہ اچھی طرح تحقیقِ حق کرے اور جب اچھی طرح یقین حاصل ہو جائے تو عقل وحکمت کی روشنی میں دوسروں کے سامنے پیش کرنے کی واجبی ذمہ داری پوری کرنے کی کوشش کرے۔

کیونکہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوگوں کی اکثریت بغیر تحقیق اور یقین کے محض رسمی اور رواجی طریقہ سے مذہب کو مان رہی ہے اس لئے تحقیق تعلیم ثقلین کی دعوت دی گئی۔ کیونکہ تعلیم ثقلین (قرآن اور اہلبیتؑ کی تعلیمات) ہی اصل میں دینِ حق ہے۔ لیکن تحقیق کی روشنی میں جو یقینی طور پر دلیلوں سے ثابت ہو وہی دینِ حق ہے۔ خودساختہ اور من گھڑت رسم ورواج دینِ حق نہیں ہے۔

لہٰذا، ہر صاحب عقل کو ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیئے اور جو یقینی طور پر تعلیمات ثقلین ثابت ہو چکے ہیں انہیں تسلیم کر لینا چاہیئے اور اپنی تمام امکانی کوشش اور قوت کو اس کی تائید میں صرف کرنا چاہیئے۔ تحقیق شدہ تعلیمِ ثقلین کی تائید کرنے کی بجائے غیر یقینی خود پسندیدہ خیالات کا پیش کرنا ایک قسم کی خواہشات نفس کی پرستش ہے۔ ہر شخص پر اچھی طرح واضح رہنا چاہیئے کہ تائیدِ حق ہی مقصدِ حیات ہے۔ معراجِ انسانیت اور حسینیت ہے۔ جو شخص بغیر معرفتِ حق اور بغیر تائیدِ حق کے اس دنیا سے جائے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ اندھا اور گمراہ رہے گا۔

''اور جو کوئی (آنکھیں ہونیکے باوجود) اس دنیا میں اندھا (رہا) ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اور گم کردہ راہ ہوگا۔'' (سورۃ بنی اسرائیل۔۷۲)

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

مقصد حیات تمسّکِ ثقلین ہے

سمجھ میں آنے والی صاف بات کو نہ سمجھنے والوں کو پوری دنیا میں مختلف الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے اور قرآن مجید بھی ایسے لوگوں کو حیوان سے بدتر بتلاتا ہے۔ اس صورت میں کسی انسان کو مقصدِ حیات نہ سمجھنے دینا کیا اسکو حیوان سے بدتر رکھنے کے برابر نہیں ہے؟! کیا قرآن اور رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی تعلیم سے بہتر کوئی مقصدِ حیات ہو سکتا ہے؟ پھر اسکے سمجھنے اور سمجھانے سے بے چین کون ہے اور کیوں ہے اسکی پوری حقیقت انشا اللہ آئندہ کسی تحریر میں پیش کی جائے گی۔ جس کو نہ سمجھنا ہو اسکو کوئی جبراً نہیں سمجھا رہا ہے۔ لیکن جن کے ہوش وحواس صحیح ہیں اور سمجھنے میں ہی صحیح تمسّکِ ثقلین اور حقیقی زندگی سمجھتے ہیں انکو روکنے کی کوشش کرنے والوں کا حشر کس کے ساتھ ہوگا؟

آخر میں نہ سمجھنے کو اچھا کہنے والوں سے اتنا پوچھیئے کہ نہ سمجھنے کو آپ کیا سمجھتے ہیں؟ واجب سمجھتے ہیں یا مستحب، اگر واجب یا مستحب نہیں ہے تو پھر اچھا کیوں کر ہوا؟ غلطی کا صاف صاف اور عملی اعلان کیجیئے اور ہر انجمن، محفل، مدرسہ اور مسجد میں سمجھ کر پڑھنے کا انتظام کیجیئے تاکہ اس عہد کے لوگ قرآن اور اہل بیتؑ کی تعلیم سے جلد از جلد باخبر ہو سکے۔

بہت بڑی اکثریت روحِ مذہب سے کیوں بے خبر ہے اسکا سبب معلوم کیجیئے اور سچی ہمدردی ہو تو اس ہلاک کرنے والی جہالت کا علاج کیجیئے۔

''میں اس قوم کی اللہ سے شکایت کرتا ہوں جو جہالت کی زندگی گزارتی ہے اور گمراہی کی موت مرتی ہے۔'' (ارشادِ حضرت علیؑ)

قرآنِ مجید، نہج البلاغہ، صحیفۂ کاملہ وغیرہ روزانہ پڑھیئے مگر سمجھ کر پڑھیئے تاکہ ہدایت کرنے والے اور گمراہ کرنے والوں کو پہچان سکیں۔

(تاریخ: ۰۷ ۱۹۷۰-۱-۲۲) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

حق کو حق کہو اور باطل کو باطل

''حق کو باطل کا اور باطل کو حق کا لباس پہنا کر لوگوں کو دھوکہ نہ دو اور حق بات کی گواہی کو نہ چھپاؤ'' (قرآنِ مجید)

کیا اللہ، رسول اور اماموںؑ نے اسلامی تعلیمات کو سمجھنے کا حکم نہیں دیا ہے؟ اور نہ سمجھنے کی سخت مذمت نہیں کی ہے؟

پھر اے جاننے والو، حق بات کو صاف صاف کیوں نہیں کہتے ہو؟ سچی گواہی کیوں چھپاتے ہو؟

کیا قبر و قیامت اور حشر و نشر کا خوف نہیں ہے؟ کیا یہ جھوٹی عزت اور دولتِ دنیا وہاں کام آئے گی؟

سمجھنے سے انسان اللہ، رسولؐ، امامؑ سے قریب نہیں ہوتا ہے؟ نہ سمجھنے سے ابو جہل کا مقصد پورا نہیں ہوتا ہے؟ پھر سمجھنے کی مخالفت کر کے ابو جہل کے مقصد میں کیوں مددگار بنیں؟

سمجھنے کی مخالفت، رسولؐ و آلِ رسولؑ کی مخالفت ہے۔ قرآن (اور اہل بیتؑ کی تعلیم) کو سمجھنے سے انسان کو حسینیت سے محبت اور یزیدیت سے نفرت ہوگی۔

حق سے اندھیرے میں رکھنے والا خود بھی حلاک ہوگا اور دوسروں کو بھی ہلاک کریگا۔

(تاریخ: ۵-۲-۱۹۷۰) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

”علماء کے قلم کی روشنائی شہید کے خون سے افضل ہے۔“ (حدیثِ نبویؐ)

تعلیم حق پیش کرنے والے علماء کی روشنائی رسولِ اکرمؐ شہداء کے خون سے افضل فرماتے ہیں۔

لیکن فرعون مزاج لوگ تعلیم ثقلین کو حقیر و ذلیل کہہ کر اسے بند کرانیکی کوشش کرتے ہیں کیونکہ خالص تعلیم کے سامنے آنے سے مسنوئی اور تاجرانہ تعلیم کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

علم کی خرید و فروخت اور عالم کو تنخواہ دار ملازم بنانا تعلیم ثقلین کی کھلی ہوئی مخالفت ہے کیونکہ Paid Servant خالص خادمِ حق نہیں رہ پاتا بلکہ اسے اجرت دینے والے کی مرضی اور پالیسی کے طابع رہنا پڑتا ہے۔ اور اگر انکی مرضی کا غلام نہیں بنتا ہے اور خالص حق بات کہنے کی کوشش کرتا

ہے تو اسکی مخالفت کر کے اسے خاموش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ ایسی بہت سی مثالیں پیش کرتی ہے اور آج بھی یہی ہو رہا ہے۔ کیونکہ باطل کے پاس حق بات کا کوئی جواب تو ہوتا ہی نہیں ہے، لہٰذا وہ حق بات کو پیش ہونے سے روکنے کے لئے ہر قسم کی منافقانہ کوشش میں بھی ثواب سمجھتا ہے۔

اگر تعلیم ثقلین پہ جہالت کا پردہ ڈال کر لوگوں کو حقیقت سے بے خبر نہیں رکھنا ہے تو دلیل کا جواب دلیل سے تحریری طور پر دیجیئے ورنہ ہر عقلمند اچھی طرح سمجھ رہا ہے کہ جواب نہ دے سکنا جواب نہ ہونے کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ زبانی باتیں صرف جھوٹا بھرم قائم رکھنے کیلیئے کی جاتی ہیں۔ ورنہ قرآن کے اس واضح حکم پر عمل کیوں نہیں کرتے کہ: ''سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔''

(تاریخ:۰ ۱۹۷_۲_۱۲) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

حق پسند ہی اہلِ بیت کا محبّ ہے

قرآن اور رسولؐ وآلِ رسولؐ کی تعلیم سمجھنے سے انسان معلّمانِ دین اور تاجرانِ دین کو اچھی طرح پہچاننے لگتا ہے۔ دین فروشی اور خدمتِ دین میں فرق نہ سمجھنا نابالغِ عقل ہونے کی علامت ہے۔ فزیکلی اور جسمانی بالغ تو حیوان بھی ہو جاتا ہے۔ انسان کو مینٹلی اور عقلی بالغ بننا چاہیئے۔ تاکہ وہ لائق اور نالائق، رہبر اور رہزن میں فرق سمجھ سکے اور خدائی ایجنٹ اور شیطانی ایجنٹ کو صحیح طریقہ سے پہچان سکے۔

نہ سمجھنے سے جہالت کا تاریک پردہ پڑا رہتا ہے اور انسان اندھیرے میں بے خبر رہتا ہے۔ اور اس طرح حق فروشی، دین فروشی، ایمان وضمیر فروشی کو قوت ملتی رہتی ہے اور لائق اور سچے حقدار

انسان چلاتے رہتے ہیں۔

جو لوگ سمجھنے اور سمجھانے میں تعاون نہیں کرتے ہیں وہ اللہ اور رسولؐ کی نظر میں انسانیت کے مجرم ہیں۔ نہ سمجھنے میں لیڈنگ پارٹ ادا کرنے والے بھی مخالفت میں تمام کوششیں کرنے کے بعد اس حقیقت کو سمجھ چکے ہیں کہ نہ سمجھنے کی فیور میں بولنا اللہ، رسولؐ اور امامؑ کی کھلی ہوئی مخالفت ہے۔

ایمان کی روشنی میں صرف اتنا اعلان کر دینا چاہیئے کہ کسی عالم کے پاس سے پوری کوشش کرنے کے باوجود کوئی دلیل مل نہیں سکی ہے۔ اللہ اور رسولؐ کے مقابلہ میں کسی خاص شخص کو پیش کرنا اللہ کو نہ پہچاننے کی دلیل ہے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

(۱۹-۲-۱۹۷۰)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

حق پرست دلیل پسند ہوتا ہے، توجہ سے سنتا ہے اور معقولیت سے جواب دیتا ہے

جو لوگ درجنوں عالموں کو اپنی جیب میں رکھنے کا دعویٰ کرتے تھے کیا انکی جیب میں اب کوئی عالم نہیں ہے جن سے تحریری جواب دلوا سکے۔ حق کے بالکل کھل جانے کے بعد اقرار نہ کرنا مکر و فریب اور باطل پرستی کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ اللہ اور آخرت پر ایمان ویقین رکھنے والا کوئی شخص کبھی حق کی توہین نہیں کر سکتا۔

جو لوگ حق کی کھلی ہوئی توہین کر رہے ہیں وہ اپنے متعلق سوچیں اور اپنے کو باطل کے مددگار بننے سے بچائیں۔ عقل کا صحیح استعمال یہی ہے۔ نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو اچھی طرح سمجھ کر قرآن اور اہلِ بیتؑ سے تمسک اختیار کرو۔ سمجھنا روحِ عمل ہے۔ بغیر سمجھ کر کئے ہوئے اعمال بے روح اور مردہ ہیں۔ کسی کام کو کرنے سے پہلے اسکے مقصد کو سمجھئے۔ بلا سمجھے کسی کام کا کرنا حماقت ہے۔

علمِ دین کا غلط استعمال نوعِ انسانی کی تباہی کا سبب ہے۔ عالم کو کسی قیمت پر جاہلوں کی خواہش کے طابع نہیں ہونا چاہیئے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

(تاریخ: ۲۶-۲-۱۹۷۰)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

خالص تعلیم قبول کرنے میں ذہنی طہارت شرطِ اوّل ہے

جسمانی طہارت ذہنی طہارت پر موقوف ہے۔ اور ذہنی طہارت یقین پر موقوف ہے اور یقین غور و فکر و تدبر اور عقل کے استعمال اور دلیل پر موقوف ہے۔ کیونکہ جب تک یقین حاصل نہیں ہوتا ہے۔ اس وقت تک شک رہتا ہے۔ اور شک ذہنی اور روحانی نجاست ہے۔

تحقیق کرنے والے جب تحقیقی نظر سے دیکھتے ہیں تو ان کو صاف نظر آتا ہے کہ بہت بڑی اکثریت تعلیمِ حق سے بے خبر اور شک کی حالت میں مبتلا ہے۔ اور جب تک ذہن کو شک، وہم اور خلافِ عقل باتوں سے پاک نہیں کیا جائے گا اس وقت تک قرآن اور اہل بیتؑ طاہرین کی پاک تعلیم سے متمسک نہیں ہوسکیں گے۔ اس لئے ذہنی طہارت کے لئے تحقیق تعلیم ثقلین کی دعوت دی گئی کیونکہ ذہن انسانی کو خرافات سے پاک کرنے کا صرف یہی صحیح اور واحد راستہ ہے۔ لیکن جن لوگوں کا مفاد انسان کو اندھیرے میں رہنے دینے میں تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ اگر تعلیم ثقلین سمجھ کر انسانیت کے صحیح معنی اور مقصد تک پہنچ جائیں گے تو وہم شک اور خلاف عقل باتوں کا بزنس بالکل بند ہو جائے گا اور جھوٹی چودھراہٹ ختم ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے قرآن اور اہل بیتؑ کی خالص تعلیم کی مخالفت کی گئی۔

جو لوگ اس حقیقت کو سمجھ چکے ہیں۔ ان پر واجب ہے کہ حق یعنی خالص تعلیم ثقلین کی حمایت کریں اور لوگوں کو ذہنی نجاست اور ابدی ہلاکت سے بچائے۔ خالص تعلیم حق کی اشاعت کو معصومینؑ نے ہزاروں حج سے افضل فرمایا ہے۔ اگر ہم معصومینؑ کے ارشادات پر یقین رکھتے ہیں تو ہمیں آج اور ابھی اچھی طرح سوچ سمجھ کر طے کرنا چاہیئے کہ ہمارا فریضہ کیا ہے؟

انسان کے لئے حمایتِ حق سے اونچا کوئی شرف نہیں ہوسکتا ہے واقعۂ کربلا حمایتِ حق کا بلند ترین نمونہ ہے۔ اور قیامت تک حمایت حق کی دعوت دیتا ہے۔ ''لا الٰہ اِلّا اللّٰہ'' کا مقصد بھی دراصل ذہنی طہارت ہے۔ کیونکہ مذہب کی بنیاد ذہنی طہارت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ سوچئے، سمجھئے اور عقل کو استعمال کر کے دعوتِ حق مبین کو قبول کیجیئے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

"حق سے منہ پھیرنے سے انسان ضرور گمراہ ہو جاتا ہے۔" (حضرت علیؑ)

قرآن اور رسولؐ و آلِ رسولؐ کی مختصر تعلیم کو صحیح طریقہ سے سمجھنے والا ہر شخص بہترین فلاسفر، مجتہد، عالم اور فقیہہ ثابت ہوتا ہے۔ پھر بھی ایسی بلندترین تعلیم رکھنے کے دعویداروں کی اکثریت بدترین جہالت اور حماقت میں مبتلا کیوں نظر آتی ہے؟ اس پر ہر صاحب ایمان مفکر کو اچھی طرح سوچنا چاہیئے اور اس جہالت کی بیماری کا صحیح سبب معلوم کر کے اسکا ایمان اور عقل کی روشنی میں سچا علاج تجویز کرنا چاہیئے۔

جو لوگ سوچ سکتے ہیں، سمجھ سکتے ہیں اور علاج تجویز کر سکتے ہیں پھر بھی فریضۂ حق سے بے پروائی کرتے ہیں وہ کروڑہا انسانوں کی ہمیشہ ہمیشہ کی ہلاکت کے ذمہ دار ہیں۔ حق پرست آزاد مفکر کو یہ ماننا ہی پڑیگا کہ تعلیم حق کو صحیح طریقہ سے سمجھانے میں یقیناً کوتاہی ہوئی ہے اور تعلیم ثقلین کے مقصد کو نہ سمجھنا سب سے بڑی گمراہی کا سبب ہے۔

مادی اسباب پر مغرور ہونا اور مال و دولت کے ذریعہ مقصد حق اور تعلیم ثقلین کو پھیلنے سے روکنے کی کوشش کرنا فرعونیت ہے۔ علم اور مال کو ثقلین کی تعلیم کے خلاف استعمال کرنا جہنم خریدنا ہے۔ لہٰذا گھمنڈ اور غرور کو چھوڑ کر اگر کوئی شخص حق مبین کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے پر احسان کرتا ہے اور یہی عقل کا صحیح استعمال ہے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

(تاریخ: ۱۰-۴-۱۹۷۰)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ذہنیت کو چیک کیجیئے، حق پرست ہے یا رواج پرست؟

قرآن اور رسولؑ و آلِ رسولؑ کی تعلیم کو براہِ راست سمجھنے کیلیئے عربی زبان کا سیکھنا واجب و لازم ہے۔ اس مقصد میں مذید سہولت کیلیئے انشااللہ بہت جلد ''ثقلین عربیک کالج اینڈ لائبریری'' کے قیام کی کوشش کی جارہی ہے۔ جو حضرات تعلیمِ ثقلین سے دلچسپی رکھتے ہوں ان سے التماس ہے کہ مناسب وقت اور جگہ کے لئے اپنے قیمتی مشورے سے آگاہ فرمائیں تا کہ زیادہ سے زیادہ امکانی سہولتوں کا لحاظ رکھا جاسکے۔ دینِ حق سے جہالت اور غفلت کے سخت دور میں پیشوائے حق سے تعاون نہ کرنا مومن کی شانِ ایمانی کے خلاف ہے۔

نیز 'حمایت حق مبین' کی طرف سے جتنے پیمفلٹ شائع ہو چکے ہیں اسکا پورا سیٹ پڑھ کر اگر آپ کو یقین حاصل ہو جائے کہ واقعی یہ خالص تعلیم ثقلین ہے اور خالص تعلیم حق نہ ملنے کی وجہ سے بہت بڑی اکثریت ابھی تک حق سے محروم، دور اندھیرے میں چلی جارہی ہے تو آپ کا عنداللہ فرض ہوگا کہ خالص تعلیمِ حق کو مذید آگے بڑھا کر تعاونِ حق کا شرف حاصل کریں۔

حق تو بحرحال قائم ہے اور رہے گا۔ امتحان صرف ہم لوگوں کی ذہنیت کا ہو رہا ہے۔ حق پرست ذہنیت رکھنے والا خدائے عادل کے سامنے یقیناً کامیاب اور نجات پانے والا ہے۔ چاہے حق پرست بننے کے بعد اسے ایک نماز پڑھنے کا یا ایک حج کرنے کا بھی موقع نہ مل سکا ہو، جیسے جناب حر۔

بخلاف اسکے اگر کسی کی ذہنیت حق پرست نہیں ہے تو ہزاروں نماز اور سینکڑوں حج کے باوجود اسکا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا جیسے ابن زیاد اور شمر وغیرہ۔ واضح رہے کہ حق پرست ذہنیت رکھنے والا امکان ہوتے ہوئے اللہ کے کسی حکم کو کبھی چھوڑے گا نہیں۔

ہر شخص کو اپنے ہر عمل کے محرّک (نیت) پر نظر دوڑانا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ وہ اس کام کو کیوں کر رہا ہے؟ اگر محرک اور وجہ صرف خوشنودیٔ الٰہی ہے تو یہ حق پرستی اور ایمان کی علامت ہے اور اگر وجہ اور

سبب کچھ اور نظر آئے تو ذہنیت بدلنے کی فوراً کوشش کرنا چاہیئے کیونکہ حشر کا دار و مدار ذہنیت پر ہے۔ نمائش اور ریاکاری کے کاموں پر نہیں ہے۔

"عمل کا دار و مدار دلی ارادے اور حقیقی مقصد پر ہے۔" (ارشادِ رسولؐ)

جو لوگ صرف اپنی خواہش نفس اور ہٹ دھرمی سے یہ کہتے ہیں کہ "نہ سمجھنا اچھا ہے اور سمجھنا زیادہ اچھا ہے۔" انکو سوچنا چاہیئے کہ ایسا کہنے میں انکا محرّک کیا ہے؟ تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ محرّک صرف رواج پرستی اور اپنی غلط بات کی ناجائز طرفداری ہے۔ مذہب نے اسکو تعصب اور ہٹ دھرمی کہا ہے۔ صاحبان ایمان کو تعصب اور ہٹ دھرمی سے دور رہنا چاہیئے اور معقول بات کو مان لینا چاہیئے۔

(تاریخ: ۷۔۵۔۱۹۷۰)　　　　خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

غور و فکر شفاف آئینہ کی طرح ہے۔　(ارشادِ حضرت علیؑ)

قرآنِ مجید نے دو قسم کے رہنماؤں کا ذکر کیا ہے۔ ایک رہنمائے حق و ہدایت اور دوسرے رہنمائے ذلالت و گمراہی۔ تمام پیغمبروں اور ائمۂ معصومینؑ نے خالص حق اور انسانیت کی تعلیم پیش کی ہے۔ جو تعلیم آپ کے سامنے پیش ہو اسکو اچھی طرح جانچیئے، اگر عقل و انسانیت کے مطابق ہو تو یقیناً وہ تعلیم حق ہے اور اگر عقل و انسانیت کے خلاف ہو تو سمجھ لیجیئے کہ یہ یقیناً گمراہی ہے چاہے وہ کسی لباس میں پیش کی جا رہی ہو۔

کیونکہ اکثر ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ شیطان نے فرشتوں کی شکل میں بھی آنے کی کوشش کی ہے تاکہ تقدس کے لباس میں لوگوں کو آسانی سے گمراہ کر سکیں۔ اور کبھی سونے چاندی کے جال اور

پنجرے بنائے ہی اسلئے جاتے ہیں کہ انسانی جسموں کے ساتھ انکے ضمیر بھی اسی میں بند کئے جاسکیں۔ خوب اچھی طرح سوچیئے اور فکر کو تہہ تک پہنچایئے تاکہ صحیح حقیقت کی بالکل صاف تصویر سامنے آجائے۔ جو لوگ فکر کی گہرائیوں میں جانے کو خطرناک کہتے ہیں وہ حقیقت کو کھلنے سے روک رہے ہیں اور گمراہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ امام حق حضرت علیؑ گہری فکر کی دعوت دے رہے ہیں۔

{Deep thinking is like the clear picture:} Hazrat Ali (a.s.)

(تاریخ: ۱۹۷۰-۵-۱۴) خادمِ ثقلین: دزیر علی

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

"تحقیقِ حق انسانی زندگی کا مقصد ہے۔ حق اور باطل میں فرق نہ سمجھنے والا حیوان سے بدتر ہے۔"

برادران ایمانی!

"حمایت حق مبین" کی طرف سے تعلیم ثقلین کے سلسلے میں سو (۱۰۰) سے زیادہ تحریریں شائع ہو چکی ہیں جسکا مقصد بھولے بھٹکے یا بھٹکائے ہوئے لوگوں کو راہِ حق بتلانا ہے۔ چنانچہ ہر تحریر میں اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی خالص تعلیم پیش کی گئی ہے۔ جسکا اقرار صاحبان علم و عقل کر چکے ہیں۔ لہٰذا اگر کسی تحریر میں کسی صاحب کی نظر میں کوئی غلطی ہو تو تحریری طور پر ادارے کو متوجہ فرمائیں تاکہ اصلاح کی جا سکے۔

جانتے ہوئے نہ بتلانے والے قیامت تک گمراہی کے ذمہ دار ٹھہریں گے۔ ساتھ ہی ساتھ حق کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کر کے حق کے راستہ میں روڑے اٹکانے والوں کو بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے

کہ وہ اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی نظر میں ہمیشہ ہمیشہ ملعون ٹھہر جائینگے۔ حق کے ساتھ تعاون کرنے کی بجائے مخالفت کرنا عقل کے اندھے پن کی کھلی ہوئی دلیل ہے اور آخرت سے بے خبر اور غافل ہونیکا ثبوت ہے۔

جو لوگ محمدؐ وآلِ محمدؑ سے محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں ان پر واجب ہے کہ انکی تعلیمات کی تحقیق کریں اور حق بات قبول کریں اور حق کی تائید کریں ورنہ بہت بڑی اکثریت گمراہی میں بھٹکتی رہے گی اور حق کی تائید نہ کرنے والے بھی گمراہی کے ذمہ دار رہینگے۔

(تاریخ ۱۹۷۰-۱۲-۱۸) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

"بار بار غور کرنے سے شک دور ہو جاتا ہے۔" (حضرت علیؑ)

جو لوگ شک کی نجاست سے دور رہنا چاہتے ہوں انکو چاہیئے کہ پہلے اصول دین میں عقل کے ذریعہ یقین حاصل کریں کیونکہ اصول میں یقین کے بعد گمراہی کا خطرہ نہیں رہتا ہے۔ اصولِ دین کو سمجھے بغیر فروع دین کی حیثیت ایسی ہے جیسے بغیر جڑ کی شاخیں۔ ذرا سوچیئے! اصول سمجھے بغیر فروع کے کیا معنی؟

"علماء کے قلم کی روشنائی شہید کے خون سے افضل ہے۔" (حدیثِ نبویؐ)

تعلیم حق پیش کرنے والے علماء کی روشنائی کو رسولِ اکرمؐ شہداء کے خون سے افضل فرماتے ہیں۔ لیکن فرعون مزاج لوگ تعلیم ثقلین کو حقیر و ذلیل کہہ کر اسے بند کرانیکی کوشش کرتے ہیں کیونکہ خالص تعلیم کے سامنے آنے سے مسنوئی اور تاجرانہ تعلیم کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

علم کی خرید و فروخت اور عالم کو تنخواہ دار ملازم بنانا تعلیم ثقلین کی کھلی ہوئی مخالفت ہے کیونکہ

Paid Servant خالص خادمِ حق نہیں رہ پاتا بلکہ اسے اجرت دینے والے کی مرضی اور پالیسی کے طابع رہنا پڑتا ہے۔ اور اگر انکی مرضی کا غلام نہیں بنتا ہے اور خالص حق بات کہنے کی کوشش کرتا ہے تو اسکی مخالفت کر کے اسے خاموش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ ایسی بہت سی مثالیں پیش کرتی ہے اور آج بھی یہی ہو رہا ہے۔ کیونکہ باطل کے پاس حق بات کا کوئی جواب تو ہوتا ہی نہیں ہے، لہٰذا وہ حق بات کو پیش ہونے سے روکنے کے لئے ہر قسم کی منافقانہ کوشش میں بھی ثواب سمجھتا ہے۔

اگر تعلیم ثقلین پہ جہالت کا پردہ ڈال کر لوگوں کو حقیقت سے بے خبر نہیں رکھنا ہے تو دلیل کا جواب دلیل سے تحریری طور پر دیجیئے ورنہ ہر عقلمند اچھی طرح سمجھ رہا ہے کہ جواب نہ دے سکنا جواب نہ ہونے کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ زبانی باتیں صرف جھوٹا بھرم قائم رکھنے کیلئے کی جاتی ہیں۔ ورنہ قرآن کے اس واضح حکم پر عمل کیوں نہیں کرتے کہ: ''سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔''

''حق کے ساتھ دلیل پیش کرنے والے غالب رہتے ہیں۔'' (ارشادِ رسولؐ)

(تاریخ: ۱۴-۵-۱۹۷۰) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

صرف دو قسم کی کوشش ہمیشہ ہوتی رہی ہے

اللہ کی طرف سے آئے ہوئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں اور ائمہ معصومینؑ نے سخت ترین قربانیاں دے کر حق کو واضح اور روشن طریقہ سے پیش کیا اور حق کو اونچا رکھنے کی کوشش کی۔ بخلاف اس کے فرعون، نمرود، شدّاد، اور یزید قسم کے لوگوں نے مال و دولت اور مکر و فریب کے ذریعہ سے حق کے مقابلہ میں اپنے کو اونچا کرنے کی اور حق کا ساتھ دینے والوں کو ذلیل کرنے کی کوشش کی۔

آیئے ہم اور آپ آج ہی تھوڑا سا وقت نکال کر تنہائی میں سوچیں اور تحقیق کریں کہ ہم لوگ کس

قسم کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ تو یقینی طور پر طے شدہ ہے کہ خدائے عادل ہر شخص کو ہمیشہ کے لئے اس گروپ میں ملا دیگا جس قسم کی اس نے کوشش کی ہے۔

"حساب کرو قبل اس کے کہ تم سے حساب طلب کیا جائے۔" (حضرت علیؑ)

مال اور دولت کے نشہ میں اندھے نہ بن جانا چاہیئے۔ ہوش میں رہنا چاہیئے۔ اور صحیح سوچنا چاہیئے۔ تاکہ انسان رہ سکیں۔ اور حق پرستوں کے ساتھ ہمیشہ رہنے کے لائق بن سکیں۔ مغرور و متکبر انسان محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ساتھ ہرگز نہیں رہ سکتا ہے۔ رسولؐ و آلِ رسولؐ کے ساتھ جس کو رہنا ہو اس کو غرور اور گھمنڈ چھوڑ دینا چاہیئے۔

خدائے عادل کا قانون نہ کبھی بدلا ہے نہ کبھی بدلے گا۔ سمجھنا اور سمجھانا پیغمبروں اور اماموں کا طریقہ ہے اور نہ سمجھنا اور نہ سمجھانا ان کے مخالفین کا طریقہ ہے۔ مؤمن بننے کے لئے پیغمبروں اور اماموں کا تعلیم کیا ہوا طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے اور اس کے لئے تحقیقِ تعلیمِ ثقلین واجب ہے۔ اور تحقیقِ حق سے روکنا حرام ہے۔

(تاریخ: ۱۹۷۰-۴-۳۰) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

جنابِ حرؑ کی پیروی ہر انسان کے لئے ہر زمانے میں شرف ہے کیونکہ یہ ضمیر کی حق پرستی کا اعلان ہے

اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؐ کی تعلیم کو سمجھنے کی کوشش کرنے والوں کو قرآنی زبان میں معقول انسان کہا گیا ہے۔ اور سمجھنے کی کوشش نہ کرنے یا سمجھنے سے روکنے والوں کو حیوان بلکہ حیوان سے بھی بدتر اور شیطان کہا گیا ہے۔

جو لوگ حیوان سے بدتر اور شیطان بننے سے بچنا چاہتے ہوں ان پر لازم و واجب ہے کہ روز آنہ

کچھ آیات قرآنی اور کچھ احادیث معصومینؑ عقل کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں۔ حق کی حمایت کی ذمہ داری در حقیقت اللہ پر ہے اور قادر مطلق اللہ اپنی ذمہ داری کو ہر حال میں اپنی غالب حکمت کے ساتھ پوری کر ہی رہا ہے۔ دراصل تو حق کی حمایت اللہ کی طرف سے ہی ہوتی ہے۔ انسان تو فقط حمایتِ حق کا ظاہری سبب بن کر انسانیت کا مظاہرہ کرتا ہے یا مخالفتِ حق کر کے شیطان کا غلام بنتا ہے۔ حق پرستوں کا بھروسہ ہمیشہ اللہ ہی پر ہوتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

کربلا میں حمایتِ حق کے لئے فوجِ یزید سے جناب حر کا نکل آنا قیامت تک پوری دنیا کے لئے حیرت انگیز سبق ہے بشرطیکہ عقل کی آنکھیں اندھی نہ ہو چکی ہوں۔ کربلا کا واقعہ اسلامی تعلیم کا مکمل ترین نمونہ ہے۔ خالی سننے پر اکتفا نہ کیجیئے بلکہ اس کے ہر ہر حصہ پر غور کیجیئے اور مقصد کو سمجھنے کی کوشش کیجیئے۔

امام حسینؑ نے انسانی زندگی کے بلند ترین مقصد کو مکمل طور پر پیش کر دیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اکرمؐ نے پہلے ہی سے بتلا دیا تھا کہ ''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔''

(تاریخ: ۱۔۶۔۱۹۷۰)　　　　خادمِ ثقلین: وزیر علی

بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

''کیا روشنی اور اندھیرا برابر ہو سکتا ہے؟'' (قرآنِ مجید)

تمام کے تمام بیدار مغز مؤمنین دلی طور پر یہ چاہتے ہیں کہ اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی خالص تعلیم کی اشاعت ہو تا کہ انسانیت دوست لوگ خالص تعلیم دین سے واقف ہو سکیں اور دنیا کی چمک دمک کے لئے دین انسانیت میں ملاوٹ کرنے والے دین فروش تاجرانِ مذہب اور اپنے دنیاوی مقاصد کیلئے ان کو بطور آلہ کار خریدنے والوں سے لوگ اچھی طرح تحقیقی طور پر باخبر ہو جائیں۔

انبیاءؑ، ائمہؑ اور ان کے سچے پیروکار لوگوں کی بے مثال قربانیاں تمام انسانوں سے تقاضہ کر رہی ہے کہ حق کا ساتھ دے کر مقصدِ حق میں تعاون کرو۔ ''ہے کوئی میری مدد کو آنے والا'' کی آواز دراصل انسان کے لئے حقیقی انسان بننے کی دعوت ہے۔ امام حسینؑ محتاج مدد ہرگز نہیں تھے۔ حرؑ کا حسینؑ کی طرف

آنا خود جناب حر کے لئے باعثِ شرف بنا۔

واقعات کربلا سنتے وقت عقل کو اچھی طرح بیدار رکھیئے تا کہ صحیح مقصدِ شہادتِ عظمیٰ سمجھ میں آئے ورنہ بغیر سمجھے صرف ثواب کا تصور عمر بھر مقصدِ امام حسینؑ سے بے خبر رکھے گا۔اور جو شخص مقصدِ شہادت سے بے خبر ہو وہ امام حسینؑ کے انصار میں کیسے شامل ہو سکتا ہے؟ عقل کو استعمال کرنے والے کی سمجھ میں آسانی سے آجائیگا کہ سمجھنے کی دعوت دراصل انصارِ حسینؑ میں شامل ہونے کی دعوت ہے۔ مسلسل کھلی ہوئی تحریروں کے آنے سے لوگ سچی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں۔

اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ نے تو سمجھنے ہی کا تاکیدی حکم دیا ہے کیونکہ سمجھنا روشنی میں آنا ہے اور نہ سمجھنا تاریکی میں رہنا ہے۔اور قرآنِ مجید واضح الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ اللہ لوگوں کو روشنی میں لاتا ہے اور خود غرض شیطانی و طاغوتی طاقتیں اپنے ناجائز مقاصد کے لئے لوگوں کو اندھیرے میں رکھنا چاہتی ہیں۔

(تاریخ: ۱۹۷۰-۶-۱۲) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

”تعلیمِ ثقلین کو حجت نہ ماننے والے کو رسولِ خداؐ نے گمراہ کہا ہے۔“

”اللہ لوگوں کے لئے مثالیں اس لئے پیش کرتا ہے تا کہ لوگ سمجھیں اور نصیحت حاصل کریں۔“ (تعلیم قرآن)

اللہ تو قرآن میں بار بار بیان کرتا ہے کہ ہم نے قرآن کو نازل اس لئے کیا ہے کہ لوگ سمجھیں اور نصیحت حاصل کریں۔ جو لوگ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں وہ اللہ کے ارادے کی کھلی ہوئی مخالفت کرتے ہیں۔اور کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں۔اس لئے ان کو سمجھنے کی طرف متوجہ کرنا واجب ہے۔

جن لوگوں نے کوتاہی کی یا کر رہے ہیں۔ وہ اللہ کی نظر میں مجرم ہیں۔ قرآن پڑھو اور ضرور پڑھو لیکن سمجھ کر پڑھو۔ ایسا کہنے کا مطلب جو لوگ یہ نکال رہے ہیں کہ قرآن پڑھنے کو بیکار کہتے ہیں وہ لوگ اپنی غلطیوں اور پھیلائی ہوئی گمراہیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے دعوتِ حق دینے والوں پر جھوٹا الزام لگا رہے ہیں۔ ان سے پوچھیئے کہ اگر کوئی شخص قبلہ کی طرف منہ کرنے کی بجائے پیٹھ کر کے نماز پڑھ رہا ہو، تو اسے نہیں کہا جائے گا کہ اس طرح نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے یا اگر کوئی شخص بغیر وضو، غسل اور تیمّم کے نماز پڑھے تو اسے سمجھایا نہیں جائیگا کہ اس طرح نماز پڑھنے سے ثواب نہیں بلکہ عذاب ہے۔ کیونکہ بغیر طہارت کے نماز پڑھنا نماز کی توہین ہے۔ یا اگر کوئی شخص اللہ کے حکم کے خلاف حاصل کیئے ہوئے مالِ حرام سے مسجد بنانا چاہے یا حج کرنے جانا چاہے تو اس کو اگر سمجھایا جائے کہ اس طریقہ سے ان کاموں کو کرنے میں ثواب ہرگز نہیں ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ کے احکام کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ مسجد یا حج سے روکا جارہا ہے بلکہ مسجد یا حج کا صحیح طریقہ بتلایا جارہا ہے تاکہ محنت اور وقت بیکار ضائع نہ ہو۔

اب اگر کوئی شخص اللہ اور رسولؐ کی بتلائی ہوئی معقول بات کو نہ مانے اور اپنی جہالت اور حماقت پر اڑا رہے اور حکمِ الٰہی کے خلاف کوئی کام کرے تو کیا، ایسے کام میں ثواب مل سکتا ہے؟ ثواب صرف اس کام میں ہوسکتا ہے جو اللہ اور رسولؐ کے منشۂ کے مطابق ہو، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ کسی کام کو کرنے سے پہلے یہ معلوم کرلیا جائے کہ اللہ نے اس کام کو کس طرح کرنے کے لئے کہا ہے۔

حق بات کو جانتے اور سمجھتے ہوئے جو لوگ چپ بیٹھے ہیں۔ اور حق کی تائید نہیں کرتے ہیں۔ ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ کچھ وقت کے بعد ہم سب مستقل چپ ہوجانے والے ہیں۔ اس سے پہلے جب تک بولنے کا اختیار ہے حق کی کھل کر تائید کرلینا چاہیئے ورنہ میدان حشر میں باطل پرستوں کے ساتھ حشر ہونیکا خطرہ ہے۔ جس سے ہر مؤمن کو بچنا چاہیئے۔

حق صرف وہ ہے جسے اللہ اور معصومینؑ نے حق کہا ہے۔ ''حمایت حق مبین'' نے تمام تحریریں اس معیار پر پیش کی ہیں۔ کیا مومن کی نظر میں یہ معیار حق نہیں ہے؟

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

خیر کی طرف رہنمائی کرنے والا خیر پر عمل کرنے والے کے برابر ہے

اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کے تحقیق شدہ خالص تعلیمات سے دلچسپی رکھنے والے احباب کے نام اور پتوں کی ضرورت ہے۔ صحیح علوم اہلبیتؑ کو دنیا بھر میں پھیلانے کی ضرورت کو سمجھنے والے حضرات سے التماس ہے کہ اپنے اور اپنے احبابِ حق پرست کے نام اور پتہ ادارے کے پتہ پر روانہ فرمائیے۔ یہ ان کا عمل انشااللہ محبتِ اہلبیتؑ کا صحیح اور معقول ترجمان ہوگا اور جہاں جہاں صحیح تعلیم ثقلین کی روشنی پھیلے گی۔ اس میں وہ حضرات قیامت تک شریک رہیں گے۔

عملِ معقول کی یہی صفت ہے کہ ہمیشہ خیر میں اضافہ ہوتا رہتا ہے لہٰذا انسان کو کسی معمولی کام کو معمولی خیال کر کے نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اس کی معقولیت اور نا معقولیت پر سوچنا اور سمجھنا چاہیئے کیونکہ چھوٹے سے چھوٹا کام بھی کرنے والا اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اسی مفہوم میں امامؑ نے فرمایا ہے کہ:

"کھجور کھا کر اس کی گھٹلی یا پانی پی کر پیالے کا بچا ہوا پانی بھی نا معقولیت سے ادھر ادھر پھینکنے والا بھی اسراف کرنے والا ہے۔"

بخلاف اس کے اگر انسان معقولیت سے کام لے گا تو ردی کے ٹکڑے بھی کار آمد ثابت ہونگے۔ جو مذہب کھجور کی گھٹلی اور چند قطرے پانی ضائع کرنے کو اسراف کہتا ہو اور اسراف کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہہ کر مجرم بتاتا ہو وہ مذہب کسی انسان کے انسانی حق کو ضائع کرنے کی یا توہین کرنے کی اجازت دے سکتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ ثقلین کی صحیح تعلیم کو بہت بڑی اکثریت نے سمجھا ہی نہیں۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب مل کر رسولؐ و آلِ رسولؑ کی صحیح تعلیم کی تحقیق کریں۔ اگر ہم ۔۔۔ اگر ہم اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی تعلیم کو انسانیت کے لئے ضروری سمجھتے ہوں تو۔!

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

''ثقلین کی مخالفت کرنے والا منافق ہے۔ چاہے کوئی بھی ہو!''

نہج البلاغہ کے ترجمہ "Hazrat Ali (a.s.) And Philosophy of Religion" کے عنوان سے جو پیش کیا گیا ہے۔اس میں سے چند فقرے یہاں پیش کرتے ہیں:

''تحقیق تعلیم ثقلین'' کے عنوان سے جو تحریریں پیش ہوئیں ہیں ان سب کو حضرت علیؑ کے ارشادات کی روشنی میں دیکھیے۔اگر حضرت علیؑ کی تعلیمات کے مطابق ہوں تو سمجھ لیجئے کہ ''تعلیم ثقلین'' کی مخالفت کرنے والوں کے ذہن میں والی شام اور عمر بن عاس کی فلاسفی کام کررہی ہے۔رسولؐ وآلِ رسولؐ کی تعلیم کو سمجھنے والا تعلیمِ ثقلین کے خلاف کبھی ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتا، کیونکہ وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ تعلیمِ ثقلین کی مخالفت کرنے والوں کا حشر یزید، شمر، ابن سعد اور ابن زیاد کے ساتھ ہوگا۔جن لوگوں نے غلط پروپیگنڈا کے اثر میں آکر مخالفت کی ہو ان پر واجب ہے کہ فوراً توبہ کریں تا کہ فرعون، نمرود، اور شداد کے ساتھ محشور ہونے سے بچ جائیں۔

ہر مؤمن دلی طور پر یہ چاہتا ہے کہ تمام مؤمنین کا حشر حضرت محمدؐ وآلِ محمدؐ کے ساتھ ہو لیکن، حشر ہونا موقوف ہے انکی تعلیم کے سمجھنے اور ذہنی طور پر متفق ہونے پر۔جو لوگ اس حقیقی نقطہ سے لوگوں کو بے خبر رکھ رہے ہیں وہ لوگوں کو حق کے معاملے میں دھوکا دے رہے ہیں۔اور گمراہ کررہے ہیں۔

{How correctly Hazrath Ali taught us that a man without mind is not a man , and a mind without religion is worst than the instinct of a beast, more harmful, more dangerous and more carnivorous. Devotion without understanding will not bring blessing of God, it is useless. He attaches so much value to mind and its correct ways of grasping truth that he

says:your first leader and guide is your mind. At another place he says that nothing is more useful to man than his intelligence, or there is nothing wealthier than wisdom, or there is no greater bounty of the lord than the intellect granted to you or you can dispense with everything but your mind and intelligence, or there is no better guide towards truth than wisdom, or one hour of deep and sober meditation is better than a life of prayers without understanding, or a wise man thinks first and speaks or act afterwards. (Translated by: S.M. Jafery)

خادمِ ثقلین: وزیر علی (تاریخ: ۱۷۔۷۔۱۹۷۰)

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی مخالفت کرنے والا ملعون ہے

اسمع افھم (سنو اور سمجھو) اسمع افھم (سنو اور سمجھو) اسمع افھم (سنو اور سمجھو)

حق کو حق نہ کہنا اللہ اور اسکے رسولؐ کی کھلی ہوئی مخالفت ہے۔ تحقیق تعلیم ثقلین کی تمام تحریروں میں خالص حق پیش کیا گیا ہے، حق کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرنے والوں پر اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ نے لعنت کی ہے۔ جھوٹا پروپیگنڈا کرنے والے اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی لعنت سے کبھی بچ نہیں سکتے، سوائے اسکے کہ سچے دل سے توبہ کریں اور تعلیمِ ثقلین حق ہونے کا تحریری اعلان کریں ورنہ جتنے لوگ غلط پروپیگنڈا کی وجہ سے بے خبر اور گمراہ رہیں گے انکی بہت بڑی ذمہ داری پروپیگنڈا کرنے والوں پر آئے

گی۔موت آنے سے پہلے اپنا حساب دیکھ لو۔یہ ساراٹھاٹھ یہیں پڑا رہ جائے گا۔غروراور تکبر چھوڑ دو۔

یہ مختصر تحریریں شانہ ہلا ہلا کر " اسمع افھم " (سنواور سمجھو) کہہ رہی ہے۔زندگی میں اس سے صحیح فائدہ نہ اٹھانے والوں کومرنے کے بعد کاندھے ہلا کر یہ جملے کہنا کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟

سوچو، عقل سے صحیح کام لو، موت سے پہلے ثقلین کی تعلیم کو سمجھ کر انسانیت کے صحیح مقصد کو پورا کرو۔

یہ خالص دعوتِ حق ہے کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے!

صاحبانِ علم اور صاحبان مال " اسمع افھم " کے مقصد پر غور کرینگے تو لاکھوں انسانوں کی پریشانیاں فوراً دور ہو جائیں گی۔

(تاریخ: ۲۴۔۷۔۱۹۷۰) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

سورۃ الممتحنہ یعنی کسوٹی کی ہوئی

اس سورۃ کی شانِ نزول میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنے رشتہ داروں کی وجہ سے اللہ اور رسولؐ سے غداری کی اور منافقانہ طریقہ اختیار کرتے ہوئے حق کے مقصد کے خلاف سازش کی۔رسول اکرمؐ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے حضرت علیؑ وغیرہ کو اس سازشی خط پکڑنے کیلئے روانہ کیا۔

جو عورت وہ خط لیکر جارہی تھی اس کی سخت تلاشی کے بعد اسکے بالوں (جوڑے یا چٹیا) میں سے سازشی خط نکلا۔(پوری تفصیل انشااللہ آئیندہ۔اس وقت سورۃ کے چند آیتیں پیش کی جارہی ہیں) قرآن پڑھتے وقت یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ کتاب ہر شخص کو صفات کے ذریعہ پہچنواتی ہے اور واضح طریقہ سے بیان کرتی ہے کہ حق کے ساتھ وفاداری کرنے والے اور حق سے غداری کرنے والوں کا حشر ہرگز ہرگز یکساں اور برابر نہیں ہوسکتا ہے۔ایک پاک ہے دوسرا خبیث۔بھلا خدائے عادل دونوں کو ایک ٹھکانے پر

رکھ سکتا ہے؟ اگر کوئی ایسا خیال کرتا ہے تو یہ اسکے ذہن کے نجس اور خبیث ہونیکی دلیل ہے۔

اگر انبیاء اور ایمۂ طاہرینؑ کے ساتھ رہنا ہے تو ذہنی نجاست کو دور کرنا شرطِ اوّل ہے۔ بغیر ذہنی طہارت کے سارے اعمال بیکار ہی نہیں بلکہ خباثت کے ساتھ ہونیکی وجہ سے بھی ہیں۔ جیسے بغیر طہارت کے کوئی شخص عمر بھر نمازیں پڑھتا رہے تو بیکار رہتی ہیں۔ اسی طرح بغیر تعلیم ثقلین سمجھے اور ذہن کو پاک کئے بغیر تمام کام عنداللہ بے کار ہی رہیں گے۔ اسی لئے بار بار کہا گیا ہے کہ ''تھوڑی دیر حق کو سمجھنے کیلئے سوچنا ہزار سال کی عبادت سے اچھا ہے۔''

صحیح منزل کا صحیح راستہ معلوم کئے بغیر دوڑنا حماقت ہے۔ دنیا اور آخرت کو حق اور انسانیت کی نظر میں ٹھیک کرنا ہے تو، پہلے تعلیمِ ثقلین کی تحقیق واجب اور ضروری ہے۔ بغیر تحقیق کے جو بھی کیا جائے گا بیکار اور وبالِ جان ثابت ہوگا۔ اگر صحیح نظر سے تلاش کیجئے تو لاکھوں میں نہیں کروڑوں میں مشکل سے کوئی ایک خالص تعلیم حق پیش کرتا ہوا نظر آئے گا۔ ایسی حالت میں جو لوگ تحقیق حق کرنے والوں کے راستہ میں روڑے اٹکانے کی کوشش کریں گے وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ملعون ٹھہریں گے۔ اور منافقین کے بدترین گروہ کے ساتھ حشر ہوگا۔ اب ذیل میں چند آیتوں کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ ہر صاحبِ عقل ان آیات کی روشنی میں اپنے آپکو جانچنے کی کوشش کرے گا ورنہ اصلاح کا وقت نکل جانے کے بعد اپنے آپ پر ملامت کرنا پڑیگی:

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم انہیں دوستانہ پیغام بھیجتے ہو حالانکہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا جو تمھارے پاس آیا۔ وہ رسولؐ کو اور تمھیں (محض) اس بناء پر (شہر سے) نکالتے ہیں کہ تم اللہ یعنی اپنے رب پر ایمان لائے ہو۔ اگر تم میری راہ میں جہاد کیلئے اور میری رضا جوئی کی جستجو میں نکلے ہو (تو پھر) ان کی طرف چوری چھپے (دوستانہ پیغام کیوں) بھیجتے ہو؟ حالانکہ میں اسے خوب جانتا ہوں جسے تم چھپاتے ہو اور اسے بھی جسے تم ظاہر کرتے ہو اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا تو بے شک وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔''

''اگر وہ تم پر قابو پالیں گے تو تمہارے دشمن بن جائینگے اور وہ تم پر برائی کے ساتھ دست درازی اور زبان درازی کریں گے اور وہ یہی چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ۔''

''تمہیں تمہارے رشتہ دار اور تمہاری اولاد روزِ قیامت ہرگز کوئی نفع نہ پہنچائے گی وہ (اللہ) تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے۔''

''اے مسلمانوں بیشک تمہارے لئے ابراہیمؑ اور اسکے ساتھیوں (کے کردار) میں ایک اچھا نمونہ ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور اس سے جس کی کہ تم اللہ کو چھوڑ کر بندگی کرتے ہو بیزار ہیں (اور) ہم تمہارا (تمہارے اعتقادات کا) انکار کرتے ہیں۔ اور ہمارے تمہارے درمیان ہمیشہ کیلئے عداوت اور بغض پیدا ہو گیا ہے حتیٰ کہ تم اللہ واحد پر ایمان لے آؤ البتہ ابراہیمؑ کا اپنے (بڑے) باپ کیلئے یہ کہنا (اس سے مستثنیٰ ہے) کہ میں تیرے لئے دعائے مغفرت کروں گا اگرچہ مجھے ذرا بھی اختیار نہیں (کہ) اللہ کے حضور تیرے حق میں (کچھ منوا سکوں)۔ اے ہمارے پروردگار! ہم تجھ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور ہم تیری ہی جانب رجوع کرتے ہیں۔ اور تیری ہی جانب (ہماری) بازگشت ہے۔''

(سورۃ الممتحنہ۔ آیت نمبر ۴۔۳۔۲۔۱۔)

قرآنِ مجید واضح الفاظ میں تعلیم دے رہا ہے کہ مخالفین حق کے ساتھ ہمدردی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ خود بھی انکے رنگ میں رنگ جائے اور مخالفین حق بن جائے بلکہ صحیح ہمدردی یہ ہے کہ خود مضبوطی کے ساتھ حق پر قائم رہے اور انکو حق پر لانے کی کوشش کرے تا کہ خود بھی جہنم سے بچے اور دوسروں کو بھی بچا سکے۔

خوب اچھی طرح تحقیق کیجیے۔ یہ ثقلین (قرآن اور اہلِ بیتؑ) کی خالص تعلیم پیش کی جارہی ہے۔ اس کی مخالفت ثقلین کی مخالفت ہے۔ اگر غلطی نظر آئے تو اصلاح واجب ہے اور صحیح ہوتے ہوئے انکار کرنا دینِ ثقلین (یعنی اسلام) سے انکار ہے۔

ہم اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی تعلیم پر زندگی گذارنا چاہتے ہیں، اسی پر مرنا چاہتے ہیں اور اسی پر محشور ہونا چاہتے ہیں۔ انشا اللہ۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کا دشمن یقیناً جہنمی ہے

رسولِ اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ

:''محمدؐ کا دوست وہ ہے جو اپنے اختیارات کو اللہ کے منشہ کے مطابق استعمال کرتا ہے اور محمدؐ کا دشمن وہ ہے جو اپنے اختیارات کو اللہ کے منشہ کے خلاف استعمال کرتا ہے۔''

اس حدیث کی روشنی میں ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ وہ اللہ کا دوست ہے یا دشمن۔ علم، مال اور طاقت جو چیز بھی جو شخص اپنے اختیار میں رکھتا ہے اسے دیکھنا چاہیئے کہ وہ اللہ کے منشاء کے مطابق استعمال کر رہا ہے یا نہیں۔ اگر صحیح طریقہ سے استعمال کر رہا ہے تو انشا اللہ وہ جنت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اور اگر غلط طریقہ سے استعمال کر رہا ہے تو یقیناً جہنم کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اور یہ معلوم کرنا موقوف ہے تعلیمِ ثقلین کی تحقیق پر۔

صحیح حقیقت دنیا پرست دین فروش، عیش پسند، قسم کے لوگ نہیں بتلا سکتے، وہ تو صرف سرمایہ دار کے ذہنی اشارہ پر ہر قسم کی حرکت کر سکتے ہیں۔ صحیح حقیقت کے اظہار کے لئے کربلا کے واقعات سے قربانی کے سبق سیکھنا پڑھتے ہیں۔ اور حرؑ جیسے بہادر حق پرست کی مثال سے روشنی حاصل کرنا پڑتی ہے۔ کہ جس نے مال و دولت کی سرداری کو لات مار کر چند گھنٹوں میں شہید ہونے والی حق پرست فوجِ حسینی میں داخل ہو کر ہر صاحب ضمیر کے لئے قیامت تک بیداری اور حق پرستی کے اسباب مہیا کر دئے۔

ہم میں سے ہر شخص جو علم، مال یا طاقت، کسی قسم کا ذخیرہ رکھتا ہے، اس کا فرض ہے کہ اس کو اللہ کے حکم کے مطابق انسان کو آزاد کرانے میں استعمال کرے۔ لوگوں کو غلام بنانے میں استعمال نہ کرے۔ ورنہ یہ بڑے بڑے ذخیرے اور خزانے جہنم کے بدترین طبقہ میں لے جانے کا سبب بنیں گے۔

واضح رہے کہ صحیح حقیقت صرف ثقلین ہی سے سمجھی جا سکتی ہے۔ ثقلین کو چھوڑ کر جو بھی طریقہ

اختیار کیا جائے گا وہ یقیناً گمراہی کا طریقہ ہوگا۔ یہ خالص ثقلین کی تحریریں ہر مخالفت کرنے والے پر روزِ قیامت حجت ثابت ہوں گی۔ بدترین قسم کی دنیا پرستی کے تاریک ترین دور میں ان تحریروں کے ذریعہ قرآن، رسولؐ وآلِ رسولؑ کی سچی تعلیم کی طرف دعوت دی جا رہی ہے۔

ہر شخص کو اپنے بارے میں اچھی طرح سوچنا چاہیئے کہ وہ حق کا دوست بن کر اس دنیا سے گذر رہا ہے یا دشمن؟ خدائے عادل نے ہر صاحبِ عقل کو اختیار دیا ہے کہ وہ اچھی طرح سوچ سمجھ کر اپنا ہمیشہ کا مستقبل طے کرے۔

''ہم نے انسان کو راہ حق کی یقیناً ہدایت کر دی ہے۔ اب چاہے تو ہدایت قبول کر کے شکر گذار بنے اور چاہے تو کھلے ہوئے حق سے منہ موڑ کر کفر میں ڈوب جائے۔'' (قرآنِ مجید۔)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

''ابلیس کو ظاہری طور پر برا مت کہو جب کہ در پردہ دلی طور پر تم ابلیس سے دوستی رکھتے ہو۔'' (حضرت علیؑ)

ویسے تو دنیا میں ایسا ہوتا ہی رہا ہے لیکن موجودہ دنیا نے اس آرٹ میں غیر معمولی ترقی کر لی ہے کہ ابلیس کے مشن اور مقصد کو رات اور دن آگے بڑھاتے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن ظاہر میں تقدس کا لبادہ اوڑھ کر ''لا حولَ ولا قوت ''کی رٹائی کا اعلان کرتے رہتے ہیں۔ ایسے تمام لوگوں کو امامؑ متنبہ کر رہے ہیں کہ یہ منافقانہ پولیسی مت اختیار کرو کیونکہ منافق کا حشر کافر و مشرک سے بھی بدتر ہونے والا ہے جیسے کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ:

''یقیناً منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔'' (سورۃ النساء)

محترم دوستو! حق بالکل واضح اور روشن تھا اور مذید ہو چکا ہے۔ تعلیمِ ثقلین اور تمسکِ ثقلین کے علاوہ کوئی چیز حق ہو ہی نہیں سکتی ہے۔ لہٰذا جو لوگ حمایت حق اور تائید حق کرنا چاہتے ہوں انکو چاہیئے کہ پہلے تحقیقِ تعلیمِ ثقلین کریں اور عنداللہ اپنے میں صحیح صلاحیت پیدا کریں کیونکہ بغیر صحیح اہلیت اور صلاحیت کے جو کام بھی کیا جائے گا وہ ہدایت کے بجائے گمراہی ثابت ہوگا۔ بنیادی اصول کو عقل کی روشنی میں یقینی طور پر سمجھے بغیر جو بھی کوشش ہوگی وہ گمراہی میں اضافہ کرنے والی ہی ثابت ہوگی۔

ہدایت حاصل کرنے کیلئے علمِ حق کی تلاش وتحقیق کی ضرورت ہے۔ علمِ صحیح، غرور وتکبر کے ساتھ نہیں حاصل ہوسکتا ہے۔ اور نہ مال ودولت سے خریدا جاسکتا ہے۔ مال کے ذریعہ سے بظاہر جو علم خریدا جاتا ہے وہ تحقیقی روشنی میں گمراہی کا ڈھیر ثابت ہوتا ہے اگر گمراہی کی موت نہیں مرنا ہے تو تحقیقِ تعلیمِ ثقلین کے صحیح طریقہ کو اختیار کیجیئے، دعوت حق پر لبیک کہنے ہی میں عنداللہ کامیابی ہے جیسا کہ جناب حرؑ اپنے عمل سے ہم سب کو مسلسل سبق دے رہے ہیں۔

اگر کربلا کے واقعہ سے ہم لوگوں نے اتنا بھی نہ سمجھا تو پھر یہ سینکڑوں مجلسوں میں شریک ہو کر ہم لوگوں نے کیا سمجھا؟ کیا امام حسینؑ نے ابن سعد اور جناب حور دونوں کے سامنے دعوت حق پیش نہیں کی تھی؟ لیکن ایک نے دنیا کی چمک دمک کیلئے حق کے خلاف جنگ کی اور نتیجہ میں ہمیشہ کے لئے ملعون اور جہنمی بن گیا اور اسی یزیدی فوج کے دوسرے سردار جنابِ حرؑ نے عقل وتدبر سے کام لیکر حق کیلئے سب کچھ قربان کردیا نتیجہ میں آج دنیا کا ہر حق پرست جناب حر پر سلام بھیجنے میں روح کی پاکیزگی اور انسانیت کیلئے شرف محسوس کرتا ہے۔

لیکن یہ سب کچھ سمجھنے کیلئے عقل کے صحیح استعمال کی ضرورت ہے۔ جو صحیح طریقہ اختیار کرتا ہے وہ اپنے ہی لئے بھلائی کرتا ہے اور جو حق کے خلاف کجی اور ٹیڑھا پن اختیار کرے گا وہ اپنے ہی لئے جہنم کے اسباب مہیا کریگا۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

تعلیمِ ثقلین پاکیزگی کا لامحدود سمندر ہے۔ ان سے وابستہ ہونے سے روح اور ذہنیت ہر قسم کی نجاست سے پاک ہوجاتی ہے

اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی تعلیم پاکیزگی کا لامحدود سمندر ہے۔ جو شخص ذہنی طور پر اس سے وابستہ ہوجاتا ہے یہ اس کی روح کی پاکیزگی کا ثبوت ہے۔ ایسی پاکیزہ تعلیم کا مزاق اڑانا یا مخالفت کرنا روح کے نجس اور خبیث ہونے کی پہچان ہے۔ اور یہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ نجات کا دارومدار روح کی پاکیزگی پر ہے۔

لٰہذا جو لوگ انبیاء اور مرسلین، شہداء اور صدیقین کے ساتھ ہمیشہ کی پاکیزہ زندگی گذارنا چاہتے ہوں ان کے لئے لازم ہے کہ سب سے پہلے اپنی روح کی پاکیزگی کی فکر کریں۔ کیونکہ روح اگر نجاست کی حالت میں اس دنیا سے روانہ ہوگی تو اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فرعون، نمرود، شدّاد قارون اور یزید پلید جیسے خبیثوں کے ساتھ جہنم میں زندگی گزارنا ہوگی۔ ہر شخص کو خود طے کرنا ہے کہ وہ اپنے کو کس کے ساتھ رہنے کے لائق بنا رہا ہے؟

چونکہ جسمانی پاکیزگی ذہنی اور روحانی پاکیزگی پر موقوف ہے اور روحانی پاکیزگی خالص تعلیمِ ثقلین (قرآن اور اہل بیتؑ) سے ذہنی قرب اور وابستگی پر موقوف ہے۔ بغیر روحانی پاکیزگی کے حوض اور دریا کے غوطے انسان کو بحیثیت انسان کے پاک نہیں کر سکتے۔ اس لئے خالص تعلیمِ ثقلین مسلسل پیش کی جارہی ہے تاکہ جو لوگ اپنی روح کو پاکیزہ رکھنا چاہیں۔ وہ ثقلین کی تعلیم حق سے وابستہ ہو کر پاک رکھ سکے۔

تلاشِ حق کرنے والوں کو ایک مثال کی طرف متوجہ کرتے ہیں تاکہ وہ آسانی سے سمجھ سکیں۔ کہ کون پاکیزگی پسند ہیں اور کون نجاست پسند ہیں۔ ایک طرف بہترین پاکیزہ دودھ اور شربت رکھا ہوا ہے

اور ایک طرف بدترین نشا آور شراب رکھی ہے۔ دیکھیئے کہ کون کس طرف بڑھتا ہے؟ ثقلین کی خالص اور پاکیزہ تعلیم کو چھوڑ کر کسی اور تعلیم کی طرف جانے والوں کی مثال اس سے بھی بدتر ہے۔ لہٰذا ہر صاحب عقل سے التماس کرتے ہیں کہ وہ اپنی عقل سے صحیح کام لے اور خالص تعلیمِ ثقلین کی تحقیق اور اشاعت میں تعاون کرے۔

واضح رہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کا مقصد خالص تعلیمِ ثقلین کی بقاء اور تبلیغ و اشاعت ہی ہے کیونکہ یزید اور یزیدی طاقتیں ہر قیمت پر تعلیم حق کو ختم کرنا چاہتی تھیں۔ آج بھی دنیا میں یہی ہو رہا ہے۔ جس کا دل چاہے حسینی بن کر اپنی روح کو پاک رکھے اور جوار معصومینؑ میں رہنے کے لائق بنے اور جس کا دل چاہے یزیدی نجس ذہنیت رکھ کر ہمیشہ ہمیشہ نجاست اور خباثت بھری ہوئی جہنم میں چلا جائے۔

''ہم نے انسان کو راہ حق کی یقیناً ہدایت کر دی ہے۔ اب چاہے تو ہدایت قبول کر کے شکر گذار بنے اور چاہے تو کھلے ہوئے حق سے منہ موڑ کر کفر میں ڈوب جائے۔'' (قرآنِ مجید۔)

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

انسان کو غفلت سے بیدار کرنا صاحبان علم کا فریضہ ہے

محترم برادرانِ ایمانی!

اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی واضح تعلیم کی مخالفت کھلی ہوئی گمراہی ہے تو جب کہ انہوں نے حکم دیا ہے کہ قرآن ''ٹھہر ٹھہر کے پڑھو'' ''کم پڑھو مگر اچھی طرح سوچ سمجھ کر اور غور و فکر کے ساتھ پڑھو'' تو انکے حکم کے بالکل خلاف بغیر سمجھے، بہت زیادہ اور جلدی پڑھو، ایسا کہنا یا کرنا یا انعامات دیکر لوگوں کو ابھارنا، اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کے حکم کی کھلی ہوئی مخالفت نہیں ہے؟ اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کے حکم کے مطابق ٹھہر ٹھہر کے اور اچھی طرح سمجھ کر پڑھنے میں کیا نقصان ہے؟

قرآن مجید سرچشمۂ ہدایت ہے لیکن ان لوگوں کے لئے جو اسکو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں

اوراس میں غور وفکر کریں ورنہ بغیر سمجھے عمر بھر پڑھتا رہے گا اسکواس کتاب سے کس طرح ہدایت حاصل ہو جائے گی؟ بجائے اس کے کہ معلم صاحب حاضرین سے چند آیتیں پڑھوائیں اور اسکا مفہوم عام فہم الفاظ میں بیان کریں اور لوگوں کواس سلسلے میں کچھ پوچھنا ہوتو موقع دیں تا کہ پڑھنے کا مقصد حاصل ہواور لوگ باخبر ہو جائیں کہ ان آیات میں یہ کہا گیا ہے۔اس طرح قرآن خوانی کرنے میں کیا نقصان نظر آرہا ہے؟ علم وعقل کے خلاف جاہل رہنے اور رکھنے پر اسرار کس کو ہے اور کیوں ہے؟ اپنے کومؤمن کہتے ہوئے اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کے تاکیدی حکم کی مخالفت کیوں کی جائے؟ اللہ تو اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ:

''مومن وہ ہے جو بات کو اچھی طرح توجہ سے سنتا ہے اور اس میں سے بہتر طریقہ اختیار کرتا ہے۔''

اب جن لوگوں کو بغیر سمجھے پڑھنے، پڑھانے پر اسرار ہے وہ بتلائیں کہ سمجھ کر پڑھنا اچھا ہے یا بغیر سمجھے پڑھنا؟ تو جب یہ کہنے پر عقل مجبور کرتی ہے کہ سمجھ کر پڑھنا ہی اچھا ہے، تو اچھا اور معقول طریقہ کیوں نہیں اختیار کرتے ہیں۔؟ معلم صاحب سے کیوں یہ نہ کہا جائے کہ جناب! بغیر سمجھے تو ہم نے بہت مرتبہ کتاب خدا کو پڑھا لیکن جب کوئی پوچھتا ہے اس کتاب میں کیا کیا خاص باتیں سمجھیں تو جواب میں بیخبر اور جاہل کی طرح کہنا پڑتا ہے کہ پڑھی تو کئی مرتبہ لیکن سمجھا کچھ بھی نہیں۔لہٰذا جناب والا! اب ہم کو تھوڑا تھوڑا پڑھائیے۔لیکن اس طرح پڑھائیے کہ کچھ ہم سمجھ بھی سکیں کہ یہ کتابِ خدا ہم کو کیا تعلیم دے رہی ہے اور انسانیت کے کمال کے راستے کیا کیا ہیں۔

واضح رہے کہ قرآن اور اہل بیتؑ کی معرفت انکی تعلیمات سمجھے بغیر **ممکن ہی نہیں** اور جب تک معرفت نہ ہو تمّسک کیسے ہوسکتا ہے؟ اور جب تک تمسک نہ ہو اس وقت تک گمراہی **یقینی** ہے۔یہی وجہ ہے کہ اتنی بلند اور بہترین تعلیم موجود ہوتے ہوئے بدترین گمراہی کی طرف بہت بڑی اکثریت بڑھ رہی ہے۔

اسلئے ہر صاحبِ علم پر واجب ہے کہ لوگوں کو گمراہی سے بچانے کیلئے ثقلین کی صحیح تعلیم واضح طریقہ سے پیش کرے تا کہ اللہ کے سامنے علم کی ذمہ داری کسی حد تک پوری ہوجائے ورنہ یہی ہاتھ چومنے والے میدان حشر میں اس عالم پر یہ کہہ کر لعنت کریں گے کہ تم جانتے تھے کہ ہم جہالت اور گمراہی میں پڑے تھے لیکن تم نے صرف دنیوی فائدے اور جھوٹی عزت کیلئے ہم کو غفلت میں پڑے رہنے دیا اور صحیح تعلیم کے ذریعہ باخبر اور بیدار نہیں کیا۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی (تاریخ: ۱۶-۱۰-۱۹۷۰)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

"جو شخص اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش نفس کی پیروی کرے اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا؟" (سورۃ القصص۔آیت ۵۰)

عرصۂ دراز سے مسلسل تحریری طور پر آیاتِ قرآنی اور احادیث رسولؐ اور آلِ رسولؑ سے یقینی طور پر واضح کیا جارہا ہے کہ اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ نے قرآنِ مجید کو ٹھہر ٹھہر کر اور اچھی طرح سمجھ کر پڑھنے کا حکم دیا ہے۔اللہ کی طرف سے آئی ہوئی یقینی ہدایت کو چھوڑ کر جو لوگ اسکی مخالفت کرتے ہیں ،وہ صرف اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں۔

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

"کیا تم نے ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا خدا بنالیا ہے؟" (سورۃ الفرقان۔آیت ۴۳)

قرآنِ مجید کا پڑھنا لازمی اور ضروری ہے لیکن سمجھ کر پڑھنے کا حکم ہے۔جو لوگ اسکے خلاف کہتے ہیں یا کرتے ہیں وہ اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کے حکم کی کھلی ہوئی مخالفت کرتے ہیں۔اللہ، رسولؐ ،اور آلِ رسولؑ کے حکم کے خلاف اپنی خواہشِ نفس کی پیروی سے بڑھ کر اور گمراہی کیا ہوسکتی ہے؟ ورنہ بے سمجھے پڑھنے کی بجائے سمجھ کر پڑھنے میں کیا نقصان ہے؟

سمجھ کر پڑھنے ہی سے ہدایت اور گمراہی میں فرق سمجھ سکیں گے۔اور علماء حق اور علماء سوء کو پہچان سکیں گے۔سمجھنا روشنی میں آنا ہے اور نہ سمجھنا اندھیرے میں رہنا ہے۔قرآن مجید میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اللہ لوگوں کو روشنی میں لاتا ہے اور شیطان اندھیرے میں رکھنا چاہتا ہے۔

جو لوگ اللہ کی ہدایت کو قبول کرنا چاہیں انکا فرض ہے کہ خود بھی روشنی میں آئیں اور لوگوں کو بھی روشنی میں لانے کی کوشش کریں ورنہ اندھیرے میں رہنا اور رکھنا شیطان کے مقصد میں تعاون

کرنا ہے۔

''یقیناً ہم نے اسے راہ (مستقیم) دکھلا دی (اب یہ اس پر موقوف ہے کہ) خواہ شکر گزار بنے یا ناشکرا'' (سورۃ الدہر۔آیت ۳)

نوٹ: حق کی لامحدود روشنی سے بالکل قریب ہوتے ہوئے بھی بہت بڑی اکثریت بالکل اندھیرے میں ہے۔تاریکی اور گمراہی کا علاج تعلیمِ ثقلین کے سمجھنے پر موقوف ہے۔سمجھنا حق شناسی کا اصلِ اصول ہے۔نہ سمجھنا گمراہی کی بیماری کا اصل سبب ہے۔

صرف ایک آیت صحیح طریقہ سے سمجھنے سے لامحدود روشنی نظر آنے لگتی ہے۔لہٰذا نہ سمجھنے کی رسم کی بجائے سمجھنے کا معقول طریقہ اختیار کیجیئے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

''تلاش حق کیلیئے تھوڑی دیر سوچنا ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔'' (ارشادِ رسولؐ)

ذہنی طہارت کے بغیر کوئی عمل صحیح نہیں ہوسکتا ہے۔جو شخص غرور، گھمنڈ، غفلت وغیرہ کی مدہوشی سے ہوش میں آجاتا ہے تو اسکو خود بخود سمجھ میں آنے لگتا ہے کہ مدہوشی کی حالت میں تمام کام بیکارِ محض بلکہ مضر تھے۔کیونکہ جو بھی عمل بغیر سمجھے کیا جاتا ہے وہ انسانیت کے بنیادی اصول سے ٹکراتا ہے۔

انسانیت کے اصول کو توڑ کر جو بھی مادی منفعت نظر آتی ہے وہ درحقیقت منفعت نہیں ہے بلکہ انسانیت کیلیئے ہمیشہ ہمیشہ کا نقصان ہے۔جیسے کربلا کے میدان میں یزیدی گروپ نے رہنمائے حق و انسانیت سے ٹکرا کر بظاہر مادی فتح اور کامیابی حاصل کرلی لیکن خدائے عادل اور تمام حق پرست انسانوں

کی نظر میں ہمیشہ کیلئے ملعون ٹھہرے اور ہمیشہ کیلئے جہنم میں ٹھکانہ بنایا۔

لہٰذا ہر شخص اگر ہوش میں ہے تو اسے سب سے پہلے ذہنی طہارت کی تحقیق کرنا چاہیئے کیونکہ اس سے پہلے جو بھی عمل کریگا وہ بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہوگا۔ واضح رہے کہ ذہنی طہارت غور وفکر و تدبر اور سوچنے، سمجھنے پر موقوف ہے کیونکہ عقل کے صحیح استعمال کرنے سے ہی رہبرانِ حق کو پہچان سکیں گے اور رہبرانِ باطل یعنی علماء سوء سے بچ سکیں گے۔ جن کے بارے میں رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ:

''زمین پر تمام مخلوق خدا میں سب سے زیادہ شریر (یہ) علماء ہونگے یعنی علماء سوء''

ورنہ علماء حق کیلئے تو رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ:

''میرے امت کے علماء مثل بنی اسرائیل کے انبیاء کے ہیں۔''

لہٰذا ہر شخص کیلئے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ تحقیقِ حق کے ذریعہ طہارتِ ذہنی حاصل کرے ورنہ عمر بھر جو بھی کرتا رہے گا بیکار محض اور وبال جان ثابت ہوگا۔ ائمہؑ طاہرینؑ سے تمسک حاصل کرنے کیلئے ذہنی طہارت شرطِ اول ہے۔ بغیر ذہنی طہارت کے زندگی بھر سمندروں میں غوطے لگانے سے بھی کبھی طاہر نہیں ہوسکتا ہے۔

صاحبان علم حق پر صاحبان مال کو ترجیح دینا اور انکے مقابلہ میں صاحبان مال کی تعظیم کرنا ذہنی نجاست کی دلیل ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو اپنی ذہنیت اور صفات پر اچھی طرح نظر کرنا چاہیئے اور عنداللہ ٹھیک ہو جانے کی ضرورت ہے۔ ورنہ دنیا کے بڑے آدمیوں کی غلامی اور خوشنودی مادی چمک دمک اور سنگِ مرمر کی قبر تو دلوا سکتی ہے لیکن یہاں کی چمک دمک اور شاندار قبریں جہنم سے نہیں بچا سکتی۔ جہنم سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے ''تمسکِ ثقلین'' (یعنی قرآن اور اہل بیتؑ سے دلی وابستگی) جیسا کہ رسول اکرمؐ بار بار فرما چکے ہیں۔

جو لوگ دعوت حق سے بے پروائی یا مخالفت کر رہے ہیں وہ درحقیقت اللہ، رسول اور آلِ رسولؐ سے مخالفت کر رہے ہیں لیکن جہالت یا گھمنڈ کے نشہ کی وجہ سے صحیح حقیقت کو سمجھتے نہیں ورنہ دلی طور پر فوراً توبہ کرتے اور تحقیق کے صحیح ٹھکانے تلاش کرتے۔

ابھی موقع ہے کہ ہم لوگ تحقیقِ حق کر کے صحیح بات کو تسلیم کرلیں ورنہ موت کے وقت کی بیداری کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

سمجھنے کی مخالفت مذہب حق کے بنیادی اصول سے بے خبر ہونیکی دلیل ہے

محترم برادرانِ ایمانی!

مؤمن جہالت پر اصرار نہیں کرتا ہے بلکہ تحقیق کرتا ہے کہ درحقیقت اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ نے تعلیم کیا دی ہے۔ اگر انکی تعلیم کیخلاف کوئی رواج یا رسم ثابت ہو جائے تو وہ حماقت ہی ہوگی۔ اور حماقت کتنی بھی پرانی ہونے سے عقل مندی تو بن نہیں جائے گی لہٰذا بے سمجھی رٹائی پر انعامات دینے کی بجائے صاف صاف سمجھانے کی ضرورت ہے کہ ایک آیت کے سمجھنے کی کوشش کرنا لاکھ مرتبہ بغیر سمجھے رٹنے سے یقیناً اچھا ہے۔ ایسا ثقلین کی تعلیم سے یقیناً ثابت ہے جس سے دنیا کا کوئی حق پرست عالم انکار نہیں کر سکتا ہے۔ تو جو طریقہ ثقلین کی تعلیم سے یقیناً ثابت ہے اس کو چھوڑ کر جاہلیت کے بے سمجھے طریقہ کو کیوں جاری رکھا جائے؟ جس طریقہ کی تعلیم اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ نے نہیں دی ہے بلکہ انکی واضح تعلیم سے ٹکرا رہا ہے وہ جاہلیت نہیں ہے؟

جاہلیت کے کسی طریقہ کو کسی قسم کی مدد پہنچانا، اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ سے جنگ کرنا ہے تو ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیئے اور عقل سے اچھی طرح کام لیجیئے کہ کوئی باخبر اور ہوشمند مؤمن ایسا کر سکتا ہے؟

اگر ہم سب ایک اصول کو تسلیم کر لیں کہ ثقلین کی یقینی تعلیم سے جو بات ثابت ہو اسے مانیں گے اور جو ثقلین کی تعلیم کے خلاف ثابت ہو اسے غلط اور باطل سمجھتے ہوئے جلد از جلد ترک کرنے کی کوشش کریں گے۔ تو کیا مختصر وقت میں جاہلیت کی تمام رسمیں ختم نہیں ہو سکتی ہیں؟

سوچیئے اور سمجھنے کی کوشش کیجیئے۔ چند روز میں جہاں ہمیشہ کیلیئے جانا ہے وہاں کا بھی کچھ خیال کیجیئے۔ عالم الغیب ہم سب کے ظاہر اور باطن کو خوب اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ یہاں کی صدارت اور اونچی کرسی وہاں کام نہیں آئے گی۔ اللہ اور رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے تو خالص حق بات کیجیئے۔ خواہشاتِ نفس کو دینِ حق میں شامل نہ کیجیئے۔

(تاریخ: ۱۹۷۰-۱۱-۲۰) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

''پاک روحیں ہمیشہ ثقلین سے وابستہ رہیں گی۔ صرف خبیث النفس مادی خواہش کے بندے ہی ثقلین کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ روح کو پاک رکھنا ہے تو ثقلین سے تمسّک کیجیئے دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔''

بنی آدم دو قسم میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ایک عقل، سمجھ، دلیل اور انسانیت کے دائرے میں رہنے کو واجب اور ضروری سمجھتے ہیں۔ دوسری قسم ان باتوں کی پرواہ کئے بغیر خلاف عقل باتوں کو بغیر سوچ سمجھے اندھی تقلید کے طور پر مانتے چلے جاتے ہیں۔

قرآن مجید پہلی قسم کو انسان اور مؤمن کہتا ہے اور دوسری قسم کو حیوان سے بدتر بتلاتا ہے۔ ہم میں سے ہر شخص کو سوچنا چاہیئے کہ وہ جو کچھ مانتا ہے وہ عقل اور دلیل سے اچھی طرح تحقیق کر کے مانتا ہے یا بغیر سوچ سمجھے اندھی تقلید کرتا چلا جاتا ہے تاکہ اسے پتہ چلے کہ وہ انسانی زندگی بسر کر رہا ہے یا حیوان سے بدتر۔

دوسری بات یہ بھی خیال میں رکھنا چاہیئے کہ انسانیت کی طرف رہنمائی ہمیشہ حق پرست اور سچے رہبروں نے کی ہے اور عقل و سمجھ کے خلاف رہنمائی ہمیشہ شیطانی گروہ کرتا رہا ہے تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ کون حق پرست ہے اور کون شیطان مغرور!

تحقیقِ ثقلین کی مختلف تحریروں میں سود، شراب، جوا، زنا، سرمایہ پرستی، عریانیت اور بے حیائی کی طرف دعوت دینے والے مناظر پیش کرنے والے آلات وغیرہ کے بارے میں واضح طور پر بیان کیا جا چکا ہے۔ اور عقل رکھنے والے حضرات کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ خود بھی ثقلین کی تعلیم کی روشنی میں تحقیق کریں۔ تاکہ ان کو صحیح حقیقت کا یقین حاصل ہو جائے۔ تاکہ وہ اشاعتِ تعلیمِ حق میں ساتھ دے سکیں۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

"آج تم خود اپنے حساب کیلئے کافی ہو۔" (قرآنِ مجید)

(نمبر۔۱)

ہر شخص اگر اپنے نامۂ اعمال پر نظر کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ وہ کس قسم میں داخل ہے:

قسم نمبرا: طالبانِ حق جو عقل کو استعمال کرتے ہیں اور تحقیق کے بعد جو حقیقت ثابت ہوا سے تسلیم کر لیتے ہیں اور خلافِ عقل و انسانیت خرافات کو ترک کر دیتے ہیں۔

قسم نمبر۲: جو عقل و انسانیت اور دلیل و تحقیق کے بغیر خرافات اور نامعقول رسم و رواج کے غلام بنے رہتے ہیں اور قیمتی انسانی زندگی کو حیوان سے بدتر طریقہ سے گزار دیتے ہیں۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنی غلط روش کے بدلے میں جہنم کے لائق بنتے ہیں۔

ہم میں سے ہر شخص کو ٹھنڈے دل سے اچھی طرح سوچنا چاہیئے کہ وہ کس قسم میں داخل ہے؟

واضح رہے کہ کامل دینِ انسانیت صرف تحقیقِ تعلیمِ ثقلین ہی کہ ذریعہ سے حاصل ہو سکے گا۔ اصلی اور حقیقی تعلیم ثقلین کے خلاف جو بھی ہو گا وہ خلافِ انسانیت، خرافات ہی خرافات ہو گا اور جتنا وقت اس پر صرف ہو گا وہ ضائع اور برباد ہو گا لہٰذا جہالت پر ضد کرنے اور اڑے رہنے کی بجائے فوراً تحقیق حق شروع کر دینا چاہیئے تا کہ حزب اللہ میں شمار ہو سکے۔ موت کے وقت کی بیداری سے سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہو سکے گا۔

نوٹ: تحقیقِ حق اور اصلاحِ نفس کا ارادہ رکھنے والوں کو تحقیق تعلیم ثقلین کے سلسلہ کی ان تمام تحریروں کو بار بار پڑھتے رہنا چاہیئے۔ انشااللہ حقِ خالص کی صحیح تصویر آپ کے سامنے آجائے گی۔ عقل سے صحیح کام لینے والوں کو، اگر وہ خود گمراہ نہ ہونا چاہیں، تو کوئی انہیں گمراہ نہیں کر سکتا ہے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

"آج تم خود اپنے حساب کیلئے کافی ہو۔" (قرآنِ مجید)

(نمبر۔۲)

ہر شخص بذاتِ خود اپنے اوپر حجت ہے۔ حق کو سمجھنے اور حق تک پہنچنے کی کوشش کی یا نہیں؟ اور سمجھنے کے بعد کیا کیا؟ حق کے ساتھ وفادار رہے یا حق سے منہ موڑ کر صاحبانِ مال کے ہاتھ کے کھلونے بن گئے؟ اور انکے اشارے پر مختلف قسم کے پارٹ ادا کرنے لگے؟

اگر ہم لوگ رسول اکرمؐ، حضرت علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ اور دیگر ائمہؑ طاہرینؑ کے زمانے کی تاریخ کا صحیح مطالعہ کریں تو حقائق بہت نمایاں طور پر سامنے آجاتے ہیں۔ اور ان حقائق کو ذہن میں رکھ کر اپنے زمانے کو سمجھنا چاہیں تو آسانی سے حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔

اگر اس وقت مقصد حیات اور فرائضِ انسانی کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی تو، تو دنیا سے روانگی کے وقت سمجھنا کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا بلکہ اس وقت پریشانی میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ لوگوں کے آخری وقت کو دیکھئے اور اس سے سبق حاصل کیجیئے تا کہ آخری وقت اور آخرت میں پریشانی سے بچ سکیں۔ بیدار کرنے والی تعلیمِ ثقلین کو صحیح نظر سے دیکھیئے تو ہر تحریر بیدار کرنے کیلئے یقیناً کافی ہے ورنہ دنیا کے بندوں نے تو ہمیشہ دعوت حق کا مزاق اڑایا ہے۔ اگر آج بھی کچھ لوگ ایسا ہی کرتے نظر آئیں تو تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ جس طرح حق کے پیش کرنے والوں کے صفاتی وارث ہر زمانے میں کچھ نہ کچھ پائے جاتے ہیں اسی طرح باطل نے بھی اپنی نمائندگی کرنے والے صفاتی وارث چھوڑ رکھے ہیں۔

خداوندا! ہم سب طالبانِ حق اور وارثانِ حق بننے میں تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور تیری مدد جب لوگوں کے ساتھ رہی ہے وہ ہی حق اور انسانیت کی نظر میں ہمیشہ غالب رہے ہیں اور انکے مقابلہ میں آنے والے فرعون، نمرود، شدّاد اور یزیدی قسم کے لوگ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے عنداللہ ملعون ٹھہرتے ہیں۔

تعلیمِ حق کی تحقیق کرنا ہر شخص کا انفرادی فریضہ ہے۔ جو لوگ تحقیقِ حق اور تلاشِ حق سے بے پرواہ ہو کر چندروزہ دنیا کی زندگی کے فریب میں آگئے ہیں انکو اچھی طرح سوچ سمجھ کر خود طے کرنا چاہیئے کہ وہ خود اپنے آپ کو کہاں لے جا رہے ہیں؟ ارحمَ الراحمین اللہ کسی کو جہنم میں نہیں لیجا رہا ہے بلکہ انسان خود عقل و انسانیت کی مخالفت کے نتیجہ میں جہنم کا ایندھن بن رہا ہے۔

واضح رہے کہ دنیا اور آخرت کی صحیح کامیابی تمسّکِ ثقلین پر موقوف ہے اور تمسّک بغیر تحقیق کے ممکن نہیں ہے۔ بغیر تحقیق کے جو بھی کیا جائے گا وہ آخر میں وبال جان ثابت ہوگا۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ:

''جاہل جہالتوں میں ہزاروں ٹھوکریں کھانے کے بعد آخر میں صحیح کو صحیح ماننے پر مجبور ہوتا ہے اور عقلمند ابتدا ہی میں صحیح کو صحیح تسلیم کر لیتا ہے۔''

آخر میں تو سب کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ ''نہ سمجھنا'' حماقت تھی اور ہے۔ لہٰذا عقلمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ ابھی سے صحیح طریقہ تسلیم کر لیا جائے اور ثقلین کی تعلیم کے مطابق عمل کیا جائے۔ دنیوی بلندی کیلئے آخرت نہ برباد کی جائے۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ:

''جاہل کے خلاف حجت اور دلیل سے ثابت کرنا تو آسان ہے لیکن جاہل کا اقرارِ جہالت کرنا بہت دشوار ہے۔''

ہر شخص کو ارشادات امامؑ پر مسلسل غور کرنا چاہیئے۔ نفس کی بیماری کا یہ بہترین علاج ہے۔

خادم ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

صرف حق پسند ہی امامِ حق کا منتظر ہو سکتا ہے

مذہب کے نام سے غلط طریقہ رائج کرنا اللہ، رسولؑ اور آلِ رسولؑ پر تہمت رکھنا ہے اور نوعِ انسانی کو گمراہ کرنا ہے۔ تحقیقِ تعلیمِ ثقلین کے سلسلہ کی تمام تحریروں میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ غلط طریقہ چھوڑ کر صحیح طریقہ اختیار کرنا چاہیئے اور صحیح طریقہ وہ ہے جو اللہ، رسولؑ و آلِ رسولؑ کی تعلیمات سے یقینی طور پر دلیل سے ثابت ہو۔ کسی عالم یا لیڈر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ بغیر دلیل کے اپنی مرضی سے کسی طریقہ کو اچھا یا برا بتلا دے بلکہ ہر عالم کا فرض ہے کہ وہ صاف صاف بتلا دے کہ اللہ، رسولؑ و آلِ رسولؑ کا ایسا حکم ہے۔

اگر اسلام کی صحیح تعلیم واضح طریقہ سے پہچانی گئی ہوتی تو نہ ایک طرف دولت کے ڈھیر ہوتے اور نہ دوسری طرف فٹ پاتھ اور نالوں پر اشرف المخلوقات نظر آتی۔ محض چند روزہ خیالی مفاد کیلئے جو لوگ حق کی مخالفت کرتے ہیں انکو سمجھ لینا چاہیئے کہ فیصلہ کا ایک دن یقیناً مقرر ہے۔ وہاں یہ دولت، مال اور جھوٹی عزت کچھ فائدہ نہیں پہنچائے گی لہٰذا عقل سے صحیح کام لو اور ہمیشہ کی بھلائی چاہتے ہو تو اللہ، رسولؑ و آلِ رسولؑ کی خالص تعلیم کو اچھی طرح تحقیق کے بعد قبول کرلو اور تحقیق کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ وہ اہل علم حضرات جو دعوتوں میں شرکت کرنے اور انعامات تقسیم کرنے کی زحمت گوارا فرماتے ہیں انکے سامنے تعلیم ثقلین کی تحریریں پیش کیجیئے اور ان سے عرض کیجیئے کہ اگر صحیح ہے تو تائید کیجیئے اور غلط ہے تو تحریری طور پر رد کیجیئے۔ کیونکہ تحقیقِ تعلیمِ ثقلین ہر شخص پر واجب ہے۔ ''حمایتِ حقِ مبین'' کا مقصد اللہ، رسولؑ اور آلِ رسولؑ کی خالص تعلیم پیش کر کے تائید حق کرنا ہے اور نوع انسانی کو بقدرِ امکان بیدار کرنا ہے اور اس دعوے کے ثبوت کیلئے تمام تحریریں آپکے سامنے موجود ہیں اگر کوئی بات اللہ، رسولؑ اور آلِ رسولؑ کی تعلیم کے خلاف نظر آئے تو متوجہ کیجیئے۔ اصلاح واجب ہے۔

(تاریخ: ۲۷-۱۱-۱۹۷۰)

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

قرآنی تعلیمات

''میرے ان بندوں کوخوشخبری دیدو جو بات کو پوری توجہ سے سنتے ہیں اوران میں سے سب سے بہتر کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی اللہ نے ہدایت کی ہے اور یہی صاحبانِ عقل ہیں۔''

(سورۃ الزمر۔آیت۔۱۸)

تعصب اور ہٹ دھرمی سے آزادرہ کر جب کوئی بھی شخص، قوم کی دینی حالت پر تحقیقی نظر ڈالتا ہے تو اسے سچی حقیقت کا اظہار صاف الفاظ میں کرنا ہی پڑتا ہے۔ جیسا کہ''انجمنِ انسارِاہل بیتؑ کی تحریر نمبر۱۴۳میں کہا گیا ہے کہ:

''ایسا لگتا ہے کہ جیسے پورے کا پورا دین عجائبات پر ہی منحصر ہے۔ پرانے قصے کہانیوں اور افسانوں کا دین ہے۔ دین کے اصل مقصد کو چھوڑ دیا گیا اور کافرانہ طرزِعمل کو آگے بڑھایا گیا۔ تاریخ سے سبق لینے کی بجائے وہی غلطیوں کو دہرانے میں ساری طاقت صرف کرنے میں آئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اصل دین کی حالت ایسی ہوگئی جیسے کباڑ خانہ کے بہت بڑے انبار میں گم ہوجانیوالی سوئی کہیں کھوگئی ہو۔

عجائبات والی ذہنیت کوترغیب دینے سے سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ لوگ شکوک وشبہات کے بھنور میں پھنستے چلے گئے! نتیجہ میں اندھی عقیدت بڑھتی گئی۔ جو دین عقل پر منحصر مانا جاتا تھا اس میں ہی عقل کے استعمال کی ممانعت تھوپ دی گئی۔ اس طرح دین کے نام ہی پر لادینیت کو فروغ ملا۔ نئ نسل اس عجائبات والے دین سے دور ہوتی چلی گئی اور پھر کھل کر دین کو افیون کہا جانے لگا۔

اس سے برعکس اگر عقل کی کسوٹی پر صحیح ثابت ہونے والی محمدؐ وآلِ محمدؑ کی تعلیمات اپنی اصل شکل میں پیش کی جائیں تو معمولی عقل رکھنے والا شخص بھی مرعوب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ گہری سوچ یہ نتیجہ سامنے لاتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کیا عجائبی ممکن ہے کہ اصل دین کی صدیوں قبل کہی گئیں باتیں اس وقت بھی عقل کی کسوٹی پر پوری اتر رہی ہیں بلکہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا جارہا ہے اس کے رمز منکشف ہوکر سامنے آرہے ہیں۔ اگر سمجھا جائے تو یہی بات ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔'' (ماخوذ از تحریر انجمنِ انصارِاہلبیتؑ)

غور کرنے والا جب اس حالت کے اسباب پر نظر کرتا ہے تو اہم ترین سبب یہ نظر آتا ہے کہ جس دین نے عقل کے استعمال کو لازم و واجب اور شرطِ اول قرار دیا تھا اسی میں عقل کو ممنوع قرار دیا گیا۔ نتیجہ میں بہت بڑی اکثریت دین کے بنیادی اصول اور حقیقی روح سے بے خبر رہی اور ہدایت اور روشنی کے بجائے گمراہی اور توہمّات کے اندھیروں میں ڈوبتی چلی گئی۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ثقلین کے ماننے کا دعویٰ کرنے والی قوم میں ثقلین کی تحقیقی اور یقینی صحیح تعلیم کو پیش کرنا دشوار سے دشوار تر بنا دیا گیا۔ لہٰذا ایسی حالت میں ہر صاحب عقل پر واجب ہی نہیں بلکہ اوجب ہے کہ ثقلین کی صحیح تعلیم کی تحقیق کرے اور لوگوں کو واقف کر کے ہمیشہ کی ہلاکت سے بچانے کی کوشش کرے اور جو لوگ حقیقت سے باخبر ہوتے ہوئے بھی صحیح تعلیمِ حق پیش نہیں کرتے ہیں وہ نیچے درج کی ہوئی آیتوں کا ترجمہ پڑھیں اور اپنے بارے میں عنداللہ طے کریں کہ وہ کس طرف جارہے ہیں:

''بے شک وہ لوگ جو واضح نشانیوں اور ہدایت میں سے اس (حق) کو جو ہم نے نازل کیا، چھپاتے ہیں، بعد اس کے کہ ہم نے لوگوں کیلئے کتاب (قرآن اور توریت) میں اس کی وضاحت کر دی، وہ وہی ہیں جن پر اللہ لعنت کرتا ہے، اور لعنت کرنے والے (بھی) ان پر لعنت کرتے ہیں۔''

''سوائے ان کے جنہوں نے توبہ کر لی اور اصلاح کر لی، اور حق کو واضح کر دیا، پس وہی ہیں جن کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا رحیم ہوں۔'' (سورۃ البقرۃ۔ آیت ۱۶۰۔۱۵۹)

''تحقیق وہ لوگ جو چھپاتے ہیں اس کو جو اللہ نے کتاب میں نازل کیا۔ اور اس کو تھوڑی قیمت میں (متاعِ دنیا کیلئے) بیچ دیتے ہیں، وہی تو ہیں جو صرف انگاروں سے اپنے پیٹ بھرتے ہیں، اور اللہ ان سے قیامت کے دن نہ تو کلام کرے گا، اور نہ (ہی) ان کا تزکیہ کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔''

''وہی تو ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں اور عذاب کو مغفرت کے عوض خریدا، کتنی جرأت (دلیری) سے انہوں نے (جہنم کی) آگ پر صبر کیا!'' (سورۃ البقرۃ۔ آیت ۱۷۵۔۱۷۴)

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

"مالك يوم الدين" یعنی روزِ جزا کا مالک

اے انصاف کے دن کے مالک، ہر حق پرست تیرا شکر ادا کر رہا ہے کہ تو نے کائنات کو لاوارث اور بے یارومددگار نہیں چھوڑا ہے بلکہ ہر مظلوم اور حقدار کا حق دینے اور ہر زمانے کے فرعون، نمرود، شدّاد، اور یزید پلید کو سزا دینے کی اور ہر باریک سے باریک حساب کی ذمہ داری تو نے اپنے اوپر لی ہے۔

"پس جو کوئی ذرّہ بھر نیکی بھی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرّہ بھر برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔" (سورۃ الزلزال ۸۔۷)

بیشک تیرا وعدہ حق ہے اور ہر عارفِ حق مطمئن ہے کہ اسکا مالک قادر المطلق ہے اور ہر ذرّے سے باخبر ہے اور وہ ہر فرعون اور یزید کی ناک رگڑنے کیلئے کافی اور وافی ہے۔ اس کے سامنے نہ کسی فرعون و یزید کی چلے گی اور نہ کوئی عالمِ سوء عبا و قبا و جُبّہ و دستار کے ذریعہ دھوکا دے سکے گا۔ نہ کسی کی اونچی عمارت اس کو مرعوب کر سکے گی اور نہ سونا چاندی اور مال و دولت کا ڈھیر بڑائی کا ذریعہ بن سکے گا۔ بس اسکے پاس کام دینے والی چیز صرف حق پسندی اور حق پرستی ہی ہے اور حق پرست بننے کیلئے عقل کے صحیح استعمال کے ذریعہ تعلیمِ ثقلین (قرآن اور اہل بیتؑ کی تعلیمات) سمجھنا واجب و لازم ہے۔

وقت نہ مل سکنے کا عذرِ لنگ یوم حساب خدائے عالم الغیب کے سامنے کام نہیں دے سکے گا۔ یہاں احسان فراموش اور محسن کش بن جانا آسان ہے۔ جیسے یزید اور یزیدی فوج نے پیغمبرِ اسلامؐ کے نواسے حضرت امام حسینؑ کے ساتھ احسان فراموشی اور محسن کشی کی۔ اور ہر زمانے کے یزیدی ذہنیت رکھنے والے انہی شیاطین کی پیروی کرتے چلے جا رہے ہیں لیکن ایسی نجس ذہنیت والوں کو بھولنا نہیں چاہیئے کہ خدائے عادل کے فیصلے میں ہر یزیدی ذہنیت اور فرعون مزاج کا ٹھکانہ ایک ہی ہے جس کو قرآن مجید کے الفاظ میں جہنم کہا گیا ہے اور ہر انسانیت پسند آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ جہاں فرعون و نمرود، شدّاد و یزید قسم

کی مخلوق جمع ہو اس ٹھکانے کا نام جہنم ہونے میں کیا شک ہے؟

جو شخص عنداللہ اپنی بھلائی چاہتا ہو اسکا فرض ہے کہ تحقیق حق کرے اور جو تعلیم یقینی طور پر حق ثابت ہو اسکے ساتھ وفادار رہے کیونکہ ثابت شدہ تعلیمِ حق سے غداری درحقیقت اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کے ساتھ غداری ہے۔ ہر شخص کا یہ انفرادی فریضہ ہے کہ اچھی طرح تحقیق کر کے تعلیمِ حق کے بارے میں رائے قائم کرے کیونکہ امامؑ نے فرمایا ہے کہ:

''حکم خالق کے مقابلہ میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔''

تحقیقِ تعلیمِ ثقلین کے ذریعہ صرف یہی دعوت دی گئی ہے کہ ہر بات میں صرف منشئہ ثقلین معلومؑ کرنا چاہیئے کیونکہ ثقلین کے مقابلہ میں جو بھی آئے گا وہ جاہل، ذلیل اور گمراہ ہی ٹھہریگا۔

یقین کے بارے میں امیر المومنینؑ کے ارشاد کو پڑھیئے اور یقینِ حق حاصل کرنے کے لئے مسلسل غور کرتے رہیئے۔ ہر حقیقت (انشااللہ) کھلی ہوئی سامنے نظر آنے لگے گی۔

''یقین کی حالت کی نیند شک کی حالت کی عبادت سے اچھی ہے۔'' (حضرت علیؑ)

دعوت تحقیقِ تعلیمِ ثقلین دعوتِ یقینِ حق ہے۔ ذرا انصاف سے سوچیئے۔ خالق عادل کے مقرر کئے ہوئے انصاف کے دن کو بھول نہ جایئے۔ دعوت حق کے مقابلہ میں غرور و تکبر سے پیش آنے والوں کا حشر نظامِ عدلِ الٰہی میں وہی ہوگا جو فرعون، نمرود، شداد اور یزید وغیرہ کا ہو چکا ہے۔ ہر صاحب عقل کو گزشتہ واقعات سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے اور اپنے آپ کو ویسا نہیں بنانا چاہیئے جن پر اللہ اور تمام حق پرستوں کی ہمیشہ ہمیشہ لعنت برستی رہے۔ پوری زندگی دنیا کیلیئے قربان نہ کر دیجیئے۔ تھوڑا سا وقت تلاشِ حق کے لئے بھی نکالئے۔ ورنہ روانگی کے وقت صرف افسوس ہی افسوس بچے گا۔

''تھوڑی دیر تلاشِ حق کے لئے سوچنا ہزار سال کی عبادت سے اچھا ہے۔'' (ارشاد رسولِ اکرمؐ)

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

عقل اور انسانیت مذہب کی روح ہے

اللہ کا شکر ہے کہ قوم کے باشعور افراد میں مذہب کے بارے میں شعوری کیفیت بیدار ہو چلی ہے اور انہوں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ بے سمجھی کی تمام باتیں حماقت ہی ثابت ہوتی ہے۔ سمجھدار افراد کی بر ملا اعلان سمجھنے کی تائید نے جہالت کی مسنوئی چمکدار گدّی کو لاوارث بنا دیا ہے اور نا سمجھی کی موافقت میں ایک تحریر بھی لکھ کر کوئی سمجھدار جہالت کی تاج پوشی کیلئے تیار نہیں ہو رہا ہے اور آثار و علامت سے پتہ چل رہا ہے کہ مذہب کے سمجھنے کی طرف داری کرنے والوں نے ہمت سے کام لیا تو ہر انجمن اور محفل پر بورڈ نظر آنے لگیں گے کہ ''عقل اور انسانیت مذہب کی روح ہے۔''

واضح رہے کہ عقل و انسانیت کی تائید دراصل تعلیمِ ثقلین کی تائید ہے اور عقل کی مخالفت در حقیقت اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی مخالفت ہے۔ قرآنِ مجید اور رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی تعلیم کو سمجھنے کی ضرورت کو محسوس کرنے والے تمام اداروں سے تمسک ثقلین کے ماتحت اپیل کی جاتی ہے کہ وہ آپس میں تعاون سے کام لیں تا کہ قوم سے جہالت کو دور کر کے سینکڑوں کی تعداد میں خدا پرست اہلِ علم پیدا کیئے جا سکیں۔

ثقلین کی تعلیم سے جہالت ہمیشہ کی بدترین ہلاکت ہے اور اس سے نجات کا راستہ صرف تحقیقِ تعلیمِ ثقلین ہے۔ اللہ نے ہم سب کو محمدؐ اور آلِ محمدؑ کی صحیح تعلیم کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اسے برباد نہیں کرنا چاہیئے اور وہ توفیقِ خیر ''عقلِ سلیم'' ہے، بشرطیکہ ہم اسے دنیا اور مالِ دنیا کی غلام نہ بنا دیں۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

"عقل کے صحیح استعمال سے مذہب سمجھ میں آسکتا ہے بغیر عقل کا مذہب جنون ہے۔"

محترم دوستو!

رسولِ اکرمؐ کے مشہور صحابی حضرت ابوذرؓ نے آج سے ۱۳۵۸ سال پہلے آج کی تاریخ یعنی ۸ ذی الحج ۳۲ھ کو ربضہ کے ویران مقام میں جلاوطنی کی حالت میں تنہائی اور بے سروسامانی کے عالم میں رحلت فرمائی۔

جلاوطنی کی سزا کا سبب یہ تھا کہ حضرت ابوذرؓ اللہ اور رسولؐ کے حکم کو خالص اور صحیح شکل میں علی الاعلان بیان کردیتے تھے۔ قرآنِ مجید کی آیتِ کنز اور عفو کو مسلسل بیان کرتے رہتے تھے، جس میں سونا چاندی (مال و دولت) کو جمع کر کے رکھنے اور اللہ کے منشاء کے مطابق ضرورت مندوں پر خرچ نہ کرنے والوں کو کہا گیا ہے کہ یہی مال جہنم کی آگ میں تپا کر تمہاری پیشانی، پہلو اور پیٹھ میں داغا جائے گا اور کہا جائے گا کہ "لو اپنے جمع کئے ہوئے کا مزا چکھو۔" تو یہ باتیں مال و دولت کے ذخیرہ رکھنے والوں کو بہت گراں گزرتی تھی اور ابوذر کو خاموش کرنے کیلئے دین فروش قسم کے علماءِ سوء کو خرید کر ابوذر کے خلاف فتوہ دلوانے کیلئے کوشش کرتے تھے۔ لیکن جب فتووں سے بھی کام نہ چلا تو آخر میں جلاوطن کر کے بے سروسامانی کی حالت میں موت کے منہ میں دھکیلا گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ظاہری طور پر اس دردناک واقعہ پر افسوس کیا جاتا ہے اور حق بات کہنے سے روکنے والوں کی مذمّت کی جاتی ہے لیکن جب حقیقت کی نظر سے معاشرے کو دیکھا جاتا ہے تو خیال یہ آتا ہے کہ اگر حضرت ابوذرؓ اس وقت بھی اللہ اور رسول کا خالص حکم سنانے کی کوشش کریں تو

موجودہ معاشرے کے بڑے لوگ اور کاروباری قسم کے عیش پرست علماء انکو جلا وطنی سے بھی زیادہ سخت سزا دینے کی کوشش کریں کیونکہ زبانی طور پر تو ابوذرؓ کے ساتھ ہونے کا دعوہ کرتے ہیں لیکن ذہنی طور پر قطعاً مخالف ہیں۔

برادرانِ ایمانی! شدید ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت ابوذرؓ کے پیش کئے ہوئے تعلیماتِ حق کو وسیع پیمانے پر پھیلایا جائے تاکہ موجودہ دور کے انسان کو اسلام کے صحیح معاشی نظام سمجھنے میں روشنی مل سکے لیکن افسوس کہ جن حضرات کو یہ کرنا چاہیئے انکی بہت بڑی اکثریت خود دنیا پرستی میں ڈوب چکی ہے اور تھوڑے سے لوگ جو اس قسم کے کام انجام دینا چاہتے ہیں وہ اسباب و وسائل سے محروم کردئے گئے ہیں۔

ہر شخص کو جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کے بدلے کیلیئے خدائے عادل کے مقرر کیئے ہوئے فیصلہ کے دن کیلیئے تیار رہنا چاہیئے جو ہوسکتا ہے کہ بہت قریب ہو جہاں فرعونیت، قارونیت اور یزیدیت کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی اور ہر شخص کو پتہ چل جائے گا کہ وہ کیا کر کے آیا ہے۔

یاد رکھیئے! ثقلین کی خالص تعلیم سے جو شخص بیدار نہ ہوا اس کو موت کے وقت مجبوراً بیدار ہونا پڑے گا لیکن اس وقت کی بیداری کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکے گی۔ اگر بیدار ہونا ہے تو آج اور ابھی ہو جائیے۔ ثقلین کی صحیح تعلیم کی روشنی میں ذہنیت کو معلوم کیجیئے۔ ثقلینی ذہنیت حسینی ذہنیت ہے اور ثقلین کی صحیح تعلیم کی مخالفت یزیدیت ہے۔

(تاریخ: ۵-۲-۱۹۷۱) خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

''روح بدن کیلئے زندگی ہے اور عقل روح کیلئے زندگی ہے۔'' (حضرت علیؑ)

انسانیت کو زندہ رکھنا ہے تو روحِ انسانی کو بیدار کیجیئے۔ روحِ انسانی کی حیات اور بیداری کا دارو مدار صرف عقل اور اسکے صحیح استعمال پر منحصر ہے۔

اسی وجہ سے قرآنِ مجید اور رسولؐ وآلِ رسولؑ کے کلام میں بار بار غور وفکر وتدبر وتفکر پر ابھارا گیا ہے اور عقل سے کام نہ لینے والے کو حیوان سے بھی بدتر کہا گیا ہے۔ حضرت علیؑ نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ:

'' بغیر سمجھے پڑھنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔'' جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بغیر سمجھے پڑھنے میں بھی فائدہ ہے وہ حضرت علیؑ کے واضح ارشاد کو جھٹلا رہے ہیں۔ حضرت علیؑ جہالت کو شر فرماتے ہیں اور نہ سمجھنے میں بھی فائدہ ہے ایسا کہنے والے حضرت علیؑ کے قول کی کھلی ہوئی مخالفت کر رہے ہیں۔ جو لوگ خلافِ عقل باتوں کی نسبت معصومینؑ کی طرف دیتے ہیں وہ انکی توہین کرتے ہیں اور معصومینؑ پر یہ بہتان رکھ رہے ہیں۔

دوستو! ایک حق بات پر جم جانے کی ضرورت ہے وہ یہ کہ بات کے صحیح ہونے کا معیار نہ ہم ہیں نہ آپ ہیں اور نہ کوئی اور صاحب ہیں۔ بلکہ صحیح ہونے کا معیار صرف قرآنِ مجید اور رسولؐ وآلِ رسولؑ ہیں۔'' جو بات انکی تعلیم سے صحیح ثابت ہو جائے وہ صحیح ہے اور جو غلط ثابت ہو جائے وہ غلط ہے۔'' جو شخص اس معیار پر بات ثابت کر سکتا ہو وہ ضرور کرے۔ اس کی یہ کوشش بہترین خدمتِ دین وانسانیت ہے اور انکی کوشش میں تعاون کرنا انسانیت اور ایمان کی دلیل ہے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

''حق واضح اور روشن ہو چکا ہے گمراہ وہ ہیں جو عقل سے صحیح کام نہیں لے رہے ہیں۔'' (تعلیم کربلا)

نوعِ انسانی دو گروہوں میں تقسیم ہوتی چلی آ رہی ہے۔ ایک حزب اللہ اور ایک حزب الشیطان۔ ہر شخص انہی دو گروہوں میں سے ایک کا یقینی ممبر ہے۔ اگر اس نے عقل وانسانیت سے صحیح کام لیکر راہ حق تک پہنچنے کی تمام امکانی کوشش کی تو وہ حزب اللہ میں داخل ہے اور اگر عقل وانسانیت سے صحیح کام نہیں لیا اور سوچنے سے بھاگتا رہا اور تعصب، ہٹ دھرمی اور خواہشات نفس میں پڑا رہا تو وہ حزب الشیطان میں داخل ہے۔

قرآنی آیات میں دونوں گروہوں کے واضح صفات بیان کئے گئے ہیں۔ اگر انسان سمجھنا چاہے تو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ وہ کس گروہ کا ساتھی ہے۔ مختصر وقت میں سمجھنے کیلئے چند آیات کا مفہوم پیش کیا جا رہا ہے:

''کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ اللہ جانتا ہے۔ جب تین (آدمیوں) کا پوشیدہ مشورہ ہوتا ہے تو چوتھا وہاں اللہ ضرور ہوتا ہے اور جب پانچ کا ہوتا ہے تو چھٹا اور اس سے کم ہو یا زیادہ اور چاہے جہاں کہیں ہو انکے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ پھر جو کچھ یہاں کرتے رہے ہیں قیامت میں اس سے انکو باخبر کریگا۔ اللہ تمام باتوں سے خوب اچھی طرح باخبر ہے۔''

اس سورۂ مجادلہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ حق بات کو سمجھنے اور حق میں تعاون کرنے کیلئے مشورہ کرنا حزب اللہ کے صفات ہیں اور حق کے خلاف روڑے اٹکانے کیلئے مشورے کرنا شیطانی گروہ کی علامت ہے۔ اگر انسان عقل وانسانیت سے کام لے اور تعصب، ہٹ دھرمی، اندھی تقلید اور دنیا پرستی سے دماغ کو آزاد کرلے تو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ کس مشورہ کا محرک اور مقصد حقیقی کیا ہے۔ کون سا مشورہ

حقائق تعلیمِ ثقلین سے قریب ہونے کیلئے کیا جا رہا ہے اور کونسا حق سے دور، بے خبر اور اندھیرے میں رکھنے والا ہے۔

''ہر وہ مشورہ جو ثقلین سے قریب کرنے والا ہو وہ حزب اللہ کا مشورہ ہے اور ہر وہ مشورہ جو ثقلین سے دور کرنے والا ہو وہ حزب الشیطان کا مشورہ ہے۔'' جب کسی مشورے، گفتگو اور میٹینگ میں شریک ہو تو انسان کو پوری طرح بیدار اور ہوش میں رہنا چاہیئے اور اس بات پر بھی یقین رکھنا چاہیئے کہ ہمارے مشورے کی نگرانی دل کے حالات سے باخبر، آخری فیصلہ کے دن کا مالک کر رہا ہے اور یہ ہماری میٹینگوں کے ریکارڈ میدانِ حشر میں سامنے آنے والے ہیں۔

قرآنِ مجید واضح طریقہ سے بیان کر رہا ہے کہ دنیا کیلئے بنے ہوئے باطل پرست دوست قیامت میں ایک دوسرے پر لعنت کریں گے کہ تمہارے مکر وفریب سے ہم حق سے بے خبر اور اندھیرے میں رہے اور انسانیت کی کھلی ہوئی دعوت اور مقصدِ حق کو کچلتے رہے۔ درحقیقت وہ انسان ہی نہیں ہے جو خوب اچھی طرح سوچے سمجھے بغیر کسی چیز کے بارے میں فیصلہ کرے۔

نوٹ: قرآنِ مجید واضح طریقہ سے بیان کرتا ہے کہ:

''اہلِ جہنم جب جہنم میں ڈالے جائیں گے تو خازن پوچھے گا کہ کیا تمہارے پاس کوئی بیدار کرنے والا نہیں آیا تھا؟ تو اہل جہنم کہینگے کہ کیوں نہیں۔ ضرور آیا تھا۔ کاش کہ ہم نے عقل سے کام لیا ہوتا یا (انسانیت کے) کان سے سنا ہوتا تو آج ہم جہنم میں نہ ہوتے۔''

محترم دوستو! ہم سب کو چند روزہ زندگی کو غنیمت سمجھتے ہوئے عقل سے صحیح کام لینا چاہیئے اور انسانیت کے کان سے دعوتِ ثقلین کو سننا چاہیئے تاکہ ہمارا حشر رسولؐ وآلِ رسولؐ کے ساتھ ہو سکے۔ ہٹ دھرمی سے لکیر کے فقیر نہیں رہنا چاہیئے بلکہ تعلیم ثقلین کی یقینی تحقیق کرنا چاہیئے اور وہ عقل وتدبر پر موقوف ہے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

مذہب اور انسانیت

تحقیق حق اور حمایت حق انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے۔ لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ وہ درحقیقت مقصد حیات سے غافل ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اس دنیا میں مقصد حیات سے بے خبر اور اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اور بھٹکا ہوا رہے گا۔

انسان کا انسانیت پر باقی رہنا انسانی حقوق وفرائض سے واقف ہونے پر موقوف ہے اور انسانی حقوق وفرائض سے واقف ہونے کا صحیح اور مکمل ذریعہ اللہ اور رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی تعلیم ہے۔ جو لوگ انسان رہنا چاہتے ہیں اور انسانیت سے ہمدردی رکھتے ہیں ان پر لازم و واجب ہے کہ تمام انسانوں تک اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی تعلیم کو عقل اور انسانیت کی روشنی میں پہنچانے کی امکانی کوشش کریں کیونکہ یہی تعلیم ہے جس کی وجہ سے انسان ہمیشہ ہمیشہ انسانیت کی کامیاب زندگی گذار سکتا ہے اور بدترین قسم کی ہلاکت سے بچ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ:

''وہ عالم جس کے علم سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہو وہ ستر (۷۰) ہزار عبادت گزار لوگوں سے بہتر ہے۔'' جس قول کا جناب تھاریانی صاحب نے انگریزی میں ان الفاظ میں ترجمہ کیا ہے کہ

"That man of learning from whom people benefit is better than seventy thousand pious men (busy in offering prayers). Imam Baqir (a.s.) Jems and Jewels, page No.3

Sabir Thariani."

لہٰذا جو لوگ مذہب کو عقل اور انسانیت کی روشنی میں سمجھنا اور سمجھانا چاہتے ہوں اور اللہ، رسولؐ اور آلِ رسولؑ کی تعلیمات کو مختلف زبانوں میں دنیا کے ہر حصہ میں پہنچانا چاہتے ہوں، ان سے تعاون کی التماس کی جاتی ہے۔ مقصد خیر میں تعاون انسانیت کے فرائض میں شامل ہے۔ علم کے پھیلانے کی اہمیت کے سلسلہ میں حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ:

''ہر آنکھ والا نہ تو صحیح دیکھتا ہے اور نہ ہر کان والا صحیح سنتا ہے۔ لہٰذا تمہارا فرض ہے کہ ضعیف العقل اور حیرانی میں مبتلا لوگوں کو علم دے کر نیکی کرو کیونکہ علم پہنچانے کی نیکی دوسری نیکیوں سے بہت اونچی ہے۔''

یہ فرمانے کے بعد امامؑ نے یہ آیت پڑھی:

''ہم نے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے جو واضح تعلیمات اور ہدایات نازل کی ہیں۔ اس کو جو لوگ چھپاتے ہیں۔ ان پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔'' (قرآنِ مجید)

ہر صاحب عقل پر اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ اور رسولؐ کی تعلیمات کو پھیلانا کتنا ضروری ہے۔ اور چھپانا کتنا بڑا گناہ ہے۔ بہترین مقاصد کو انجام دینے والوں کی ہمت افضائی کرنے کے بدلے ہمت شکن طریقہ اختیار کرنا۔ اللہ اور رسولؐ کے منشہ سے ٹکرانا ہے۔ ہر صاحب عقل کو صحیح طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ یہی روحِ اسلام ہے جس کو قرآنِ مجید نے مختصر الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ: ''ہر چیز کو اس کی مناسب جگہ پر رکھو''۔ صرف یہ ایک آیت پر عمل کرنے کے لئے لوگ اگر آمادہ ہو جائیں۔ تو ابھی ابھی پوری دنیا کا نظام درست ہو جائے۔ تمام پیغمبروں اور اماموں نے بڑی سے بڑی قربانیاں دیکر نوع انسانی تک پیغام حق پہنچایا جن لوگوں نے پیغام حق کو پہنچایا اور جنہوں نے اسے قبول کیا اور اس کو آگے بڑھانے میں تعاون کیا اس گروپ کو قرآنِ مجید نے حزب اللہ کہا ہے۔ اور جن لوگوں نے پیغام حق کو قبول کرنے سے انکار کیا اور اس کو آگے بڑھانے میں روڑے اٹکائے، اس گروپ کو قرآنِ مجید نے حزب الشیطان کہا ہے۔ ہر زمانے میں ہر شخص اپنے بارے میں آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ وہ حزب اللہ کا ممبر ہے یا حز ش طان کا اور اچھی طرح سمجھ کر ارادے کی صحیح تبدیلی کے ساتھ ہر سیکنڈ میں ہر شخص ایک گروپ سے دوسر پ شامل ہو سکتا ہے۔

خادمِ ثقلین: وزیر علی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

’’افسوس قوم کی حالت پر جبکہ بہت سے امراض پیدا ہو جائے تو کبھی ان افراد کو اپنی زندگی پر فخر و ناز نہ کرنا چاہیئے۔‘‘

’’قوم افراد کا مجموعہ ہے اسلیئے فرد کی ترقی قوم کی ترقی ہوئی اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب یہ ترقی قومی احساس کے ساتھ ہوئی ہو۔ لیکن اگر یہ احساس کیساتھ نہ ہو تو افراد چاہے کتنی ہی ترقی کر جائیں قوم پھر بھی پستی کی حالت میں ہوگی۔

اسلیئے کہ قوم نام ہے اجتمائی رشتہ کا اور وہ مختلف افراد کے جوڑنے سے ہوتا ہے جو قوم کو ملائے اور جوڑے رکھتا ہے۔ جب تک یہ جوڑ و بندھن قائم رہتے ہیں قوم قائم ہے اور اگر یہ ختم ہو جائے تو قوم بھی ختم ہو جاتی ہے چاہے پھر اس قوم کے افراد زندہ ہوں!

اسی لئے اسلام ایسی زندگی چاہتا ہے جو قومیت کے احساس کے ساتھ ہو۔ اگر آپ مال و دولت کو انفرادی طور پر خزانوں میں بھر کر رکھ دیں جس سے کہ نہ آپکو فائدہ پہنچتا ہو نہ دوسروں کو، تو یہ مال ہو سکتا ہے کہ آپکی ترقی کا سبب بنے لیکن قومی حیثیت سے آپکو کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

مال و دولت زندگی کا سرمایہ ہے۔ ہمارے جسم میں موجود خون کی مثال کی طرح ہے۔ خون جسم میں پھرتا رہتا ہے اور تمام اعضاء کو خوراک پہنچاتا رہے تب تک جسم میں جان ہے۔ اگر وہ خون منجمد ہو کر جسم میں کسی جگہ جمع ہو جائے، جسم کے دوسرے اعضاء کو خون سے پرورش کی غذا نہ ملے تو یہ جسمانی بیماری ہے اور اسکی موت کا پیش خیمہ ہے۔ جسم میں کہیں بھی خون جم گیا تو انسان کو فالج ہو جانے سے اعضاء ناکارہ ہو جائینگے۔ نتیجتاً جسم کے جن حصوں میں خون ہوگا بھی تو وہ بھی معدوم ہو جائے گا۔ خون بہہ جائے گا تو بھی انسان کی موت واقع ہوگی۔ افسوس قوم کی حالت پر جبکہ بہت سے امراض پیدا ہو جائے تو کبھی ان افراد کو اپنی زندگی پر فخر و ناز نہ کرنا چاہیئے۔‘‘

(سید العلماء علی نقی نقن صاحب کی کتاب ’’زندگی کا حکیمانہ تصور‘‘ سے ماخوذ)

برادرانِ ایمانی!

مندرجہ بالاتحریر تاریخ کے مشہور مصنف کے مؤرخہ ۱۹۶۷۔۹۔۲۹ کو شائع ہونیوالے پمفلٹ کا ایک حصہ ہے اس دور میں شائع ہونیوالے قومی رسالے ''ویلفیر'' نے اپنے رسالے میں قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے عام سوال کیا تھا کہ:

''خوجہ شیعہ اثنا عشری قوم کی تاریخ کے ۷۵ سال کے دور میں مختلف میدانوں میں قومی ترقی کے نام پر جو مال و دولت اور اسباب خرچ کئے گئے ہیں اسکا تخمینہ لگایا جائے تو شرح کا اندازہ زبردست نکل سکتا ہے لیکن نتائج کے اعتبار سے اثر کیوں نہیں؟!''

یہ بات (آج بھی) اصل حقیقتوں کا راز فاش کرتی ہے۔ ترقی کے بنیادی اصولوں اور انسانی فرائض کی مضبوطی سے نگاہ داشت نہ ہو یا پھر کیا ہو تو ایسے منفی اور الٹے نتائج آئیں؟ یہ سوال آج بھی انتہائی غور طلب اہم ترین سوال ہے۔

واضح رہے کہ عیب کاٹو کرا کسی خاص گروہ یا جماعت پر ڈال کر اس حقیقت سے مفر نہیں ہوسکتا۔ ہر با اختیار انسان اس بات کیلئے جوابدہ ٹھہرتا ہے جس کا میدان وسیع تر ہے۔ جس سے جو ہوسکتا ہے وہ اسے کرنا چاہیئے۔ اس طرح انسانی مفادات کی حفاظت پورا معاشرہ کرنے لگے تو مشینری صحیح مثبت نتائج کی ذمہ داری کے ساتھ کام کرنے لگتی ہے۔

''اسلامی شریعت فطرت کے قانون کی پابند ہے اسلئے اس نے بھی ہر چیز کیلئے بہت سے اسباب مقرر کئے ہیں اگر ایسے اسباب اکٹھے ہو جائیں تو شریعت اپنے قانون کے مطابق ایسے نتائج مرتب کریگی ۔یہ اسباب سے وابستہ ہے۔'' (''زندگی کا حکیمانہ تصور'' سے ماخوذ)۔

اصولی گفتگو میں شخصیات صفت کی رو سے رونما ہوتی رہتی ہیں۔ اور اس احاطہ سے کوئی بھی آزاد رہ نہیں سکتا۔

یہ مسئلہ جب تک اپنی بنیادی شکل میں ہے تب تک اعتباری وسائل کے حوالوں سے اس پر بات چیت خیر مقدم گفتگو ہے۔ لیکن فاسد اور غلط صورتحال اچھی بات نہیں۔ اس ضمن میں بمبئی (انڈیا) کے مرحوم

مجتہد مولانا شیخ محمد حسن نجفی صاحب کے عملیہ ''ارمغانِ اسلام'' کے اقتباسات غور طلب ہیں۔

(تقلید کو بہانا بنا کر عقلی سوال کو نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھنے کے سماجی رویہ کے سلسلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ اقتباس بالکل صحیح تھا) ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ:

''واضح رہے کہ اصولِ دین میں تقلید نہیں ہے بلکہ ہر شخص پر لازم ہے کہ بقدرِ امکان اصولِ دین کی تحقیق کرے۔ اللہ، رسولؐ اور امامؑ کو پہچاننا اور روزِ قیامت پر یقین رکھے۔ نیز ضروریاتِ اسلام و مذہب میں بھی تقلید نہیں ہے۔'' (ارمغانِ اسلام سے ماخوذ)

مذہب نے تمام مخلوقات میں گراں قدر مخلوق بنی نوع انسانی کو ٹھہرایا ہے اور یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے۔

''اسلام نے یہ اصول پیش کیا کہ موجودہ زندگی (حیات) قابل احترام ہے۔ اسکا استعمال اس طرح ہونا چاہیئے کہ آنیوالی زندگی کا پیش خیمہ بنے۔''

''اسلام وہ ہے کہ جو بنی نوع انسانی کی بقا کا ذمہ دار بنکر آیا ہے فنا کا نہیں۔''

''اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے۔ تم کو پریشانیوں میں نہیں ڈالنا چاہتا۔''

''اس نے اس ڈھنگ کے قانون وضع کئے کہ شرعی احکام کی بجا آوری میں اگر غیر معمولی دشواری پیدا ہو جائے تو قانون کو برطرف کردے۔''

''تمہارے لئے مذہبی احکام میں تنگی اور حرج نہیں ٹھہرائے گئے۔''

''یہ قانون (کلیہ) بنا دینے کے بعد اسے سب پر نافذ کیا جا سکے ایسا آفاقی اصول بنا دیا گیا۔ یہی مذہبِ اسلام کی مقبولیت اور غیر فانی وجاویداں ہونیکی دلیل ہے۔''

('زندگی کا حکیمانہ تصور' سے ماخوذ)

(پیشکش: جناب پیار علی ہیرانی)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ابھی وقت ہے

بے شک ہم سب کے لئے ابھی بھی وقت ہے۔ جب تک برائی اور اچھائی کرنے کی طاقت ذرا سی بھی موجود ہے۔ سمجھ لیں مہلت ملی ہوئی ہے۔ دنیا کی سب سے زیادہ قیمتی شے وقت ہے۔ وقت کی رفتار بہت تیز اور زیادہ ہوتی ہے، وقت ہاتھ سے نکل جائے تو واپس نہیں آتا لیکن اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ ایسا کھلا رکھا ہوا ہے جو ماضی کے تمام گناہوں کو دھو سکتا ہے، مگر یہ وہ توبہ ہو جو اِختیارات اور طاقت ہونے کے باوجود احساسِ ندامت کے ساتھ دل کی گہرائی سے کی جائے۔ اپنی موت کا کسی کو علم نہیں جو توبہ کو مؤخر یا ٹالتے رہتے ہیں وہ بہت بڑے گھاٹے کا سودا کر رہے ہیں۔ فارسی کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

''در جوانی توبہ کردم شیوۂ پیغمبری۔۔۔ وقتِ پیری گرگِ ظالم مے شود پرہیز گار۔۔''

اسکا مطلب یوں ہے کہ جو جوانی میں گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے وہ ایسا ہے جیسے کہ پیغمبر۔ اور دوسرے مصرعے کا مطلب ہے کہ بڑھاپے کے وقت ظالم بھیڑیا اگر توبہ کرتا ہے کہ وہ ظلم نہیں کرے گا تو اس کی یہ کوئی پرہیز گاری نہیں بلکہ وہ اس لئے ظلم کرنے سے رک گیا ہے کہ اس کے پنجوں اور دانتوں میں طاقت ہی نہیں رہتی کہ وہ کسی بکری کے بچّے کو جھپٹ کر کھا سکے۔ اس سے یہ سبق ملا کہ اگر ہم زیادہ اجر و ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں جوانی ہی میں گناہوں سے کنارہ کش ہونا پڑے گا لہٰذا اس قیمتی وقت کو جو تیزی سے نکلا جا رہا ہے ضائع مت کیجیئے۔

جوانی میں ادم کے واسطے سامان کر اے غافل۔۔۔۔ مسافر شب کو اٹھتے ہیں جب جانا دور ہوتا ہے۔

علم سے محبت کیجیئے جتنا علم حاصل کرتے چلے جائیں گے عمل کی راہیں اتنی ہی آسانی سے نظر آتی چلی جائیں گی۔

یاد رکھیں! اگر دنیا اور اپنی خلقت پر غور و فکر اور آسمانی و دینی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہیں گے تو

یقیناً معلوم ہو جائے گا کہ انسان کو فنا نہیں، یعنی حقیقت میں انسان کبھی نہیں مرے گا بس عارضی طور پر اس دنیا میں موجود ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی موت یعنی منتقلی کے بعد شروع ہو جاتی ہے لہٰذا جب انسان ہمیشہ باقی رہے گا یا جنت میں یا پھر جہنم میں، تو پھر ہمیں اپنی وہ جگہ سنوارنے کی زیادہ فکر ہونی چاہیئے جو لامحدود ہے۔

دنیا میں انسانوں کی کئی قسمیں ہیں۔ اکثریت وہ ہیں جو اپنی دنیا ہی کو سنوارنا چاہتے ہیں وہ اس لئے کہ یا تو وہ کافر ہیں یا پھر مسلمان ہونے کے باوجود آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ دوسرے وہ ہیں جو اپنی دنیا بھی سنوارنا چاہتے ہیں اور کچھ کچھ آخرت بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ شک میں پڑے ہوئے لوگ ہیں اور اکثر ایسے بھی ہیں جو دنیا و آخرت سے بے خبر دونوں کو تباہ و برباد کر رہے ہیں یہ انتہائی جاہل اور نکمے لوگ ہیں۔ انسانوں کے گروہ میں ایک گروہ وہ بھی ہے جو اپنے تمام معاملات میں آخرت کی زندگی ہی کو ترجیح دیتا ہے، یہ حقیقی مؤمنوں کا گروہ ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہمارا شمار ایسے ہی حقیقی مؤمنوں کے گروہ میں سے ہو، اس کے لئے شدید جدوجہد کی ضرورت ہے۔ خود کے اندر انقلابی تبدیلیاں پیدا کرنی ہوں گی۔ جہاد کا جذبہ ہونا چاہیئے۔ جہادِ اکبر اور جہادِ اصغر دونوں جہادوں کا۔ جہادِ اصغر کا تو موقعہ کبھی کبھی ملتا ہے مگر جہادِ اکبر تو چوبیس گھنٹے جاری رہنا چاہیئے۔ جس طرح جنگ کے موقع پر انسان خوفزدہ ہو جاتا ہے، اسی طرح مؤمن ہر وقت شیطان یا نفسیاتی خواہشات کے حملے سے خوفزدہ رہتا ہے۔ تنہا اس مسلسل جنگ سے نمٹنا کسی کے بس میں نہیں ہے۔ اس جنگ میں اللہ کی مدد کے بغیر ہم کبھی بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھیں، اگر اللہ تعالیٰ سے دوستی ہے تو کوئی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا جب تک کہ اللہ نہ چاہے۔

ویسے بھی یہ دنیا تو مؤمن کیلئے قید خانہ ہے۔ مؤمن دنیاوی نقصانات کی تو ذرّہ برابر بھی پرواہ نہیں کرتا اور اللہ تو مؤمنوں کا دوست ہوتا ہے اسے مصیبت میں ڈالتا بھی ہے اور مصیبت سے کامیابی کے ساتھ نکلنے میں بھرپور مدد بھی کرتا ہے لہٰذا قرآن مجید اور اللہ کے بھیجے ہوئے مقرب ترین بندوں کی سیرت اور تعلیمات کا مطالعہ کرتے رہیئے اور پھر بھرپور عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اپنے تمام واجبات یعنی وہ فرائض جو حقوق العباد کے ذمرے میں آتے ہیں ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے رہیں۔ مکافاتِ عمل

یعنی جیسی کرنی ویسی بھرنی کا مظاہرہ آخرت میں تو سو فیصد ہوگا ہی مگر غور کریں گے تو اس دنیا میں بھی آپ کو مکافاتِ عمل کی کئی جھلکیاں نظر آتی رہی ہوں گی، مکافاتِ عمل اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی، وہ آپکے ہاتھ میں ہے۔

آخر میں کچھ ہدایات عرض ہیں:

(۱) ظاہری عبادتیں مثلاً نماز، روزے وغیرہ کا اہتمام اسکی روح کے ساتھ کریں۔

(۲) ان تمام برے کاموں سے جن کو ہم اہمیت نہیں دیتے اس پر توجہ دیں مثلاً جھوٹ بولنا، فضول کاموں میں اپنا وقت برباد کرنا، وقت پر نماز کا نہ پڑھنا بلکہ نماز کا سرے سے نہ پڑھنا، گالیاں بکنا، فضول اور فحش گفتگو کرنا، خود پسندی میں مبتلا ہونا، پردے کی معلومات کا نہ ہونا یعنی محرم اور نامحرم کی تمیز نہ کرنا، فلم، ٹی وی، وی سی آر، اور ڈش انٹینا یا کمپیوٹر کا غلط استعمال اور بے حیائی والے پروگرام دیکھنا، پڑوسیوں اور رشتے داروں سے معمولی باتوں پر لڑائی جھگڑا کرنا، شراب، چرس اور سگریٹ وغیرہ جیسی نشہ آور چیزوں کا استعمال کرنا، سود کے کاموں میں ملحوظ ہونا، ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائی یا غیبت کرنا وغیرہ وغیرہ۔

(۳) دنیا کا سب سے آسان کام دوسروں پر تنقید کرنا ہے اور سب سے مشکل کام خود پر تنقید کرنا ہے لہٰذا سب سے پہلے اپنا احتساب کریں۔

(۴) وہ تمام رسومات اور حرکات جو شرک کے زمرے میں آتی ہیں ان سے دوری اختیار کریں کیونکہ شرک ایسا گناہ ہے جس کی معافی نہیں ہے۔

''یہی وقت ہے ورنہ پچھتاوا ہی پچھتاوا ہے۔''

والسلام (ادارۂ تحقیقِ تعلیمِ ثقلین) (ستمبر ۱۹۹۸ء)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

یقین۔روح کی صحت

جب قرآن حکیم نے حکمت کے موتی بکھیرنے شروع کیۓ تو ایمان والوں نے بے تابی سے ان جواہر پاروں کو چننا شروع کر دیا۔اور ایک جگہ اپنی موتیوں کی گوہرفشانی سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جسمِ انسانی موجبِ فنا ہے، زوال پذیر ہے۔اور اس جسم میں خدائے دانا و یکتا نے جو روح پھونکی ہے وہ ناقابلِ فنا ہے، لازوال ہے، دائمی ہے، صفتِ بقا سے مذیّن ہے۔روح کو محض ایک قلیل مدت کے لئے اس دنیا میں جسدِ آدم میں مقید کر کے بھیجا گیا ہے۔

جب روح کو داخلِ جسدِ آدم کیا گیا تو وہ پاک و پاکیزہ و طاہر و مطہر تھی۔ابنِ آدم اس روح کو اپنے جسم کے جلو میں لئے ہوئے واردِ دنیا ہوتا ہے اور۔۔اگر ہدایت یافتہ ہے یا با الفاظ دیگر فطرت پر قائم رہتا ہے اور حتہ الامکان کوشش کر کے اس روح کو اس کی اصلی حالت یعنی صحتمند رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔نتیجتاً جب وہ روح اس ابنِ آدم کے جسم کو چھوڑ کر جانبِ آسمان پرواز کرتی ہے، تو ایک مرتبہ پھر وہ اسی ماحول میں پہنچ جاتی ہے، جہاں وہ جسم میں داخل ہونے سے پہلے موجود تھی۔

اب دوسری طرف ایک ایسا انسان ہے جو ہدایت سے منہ موڑ کر، فطرت سے ناطہ توڑ کر، راہِ راست سے بھٹک کر، رہنما کی معرفت کے بغیر، حکمِ خداوندی کے برخلاف، تقاضۂ فطرت کے منافی عمل کر کے وہ روح جو اس کے جسم میں موجود ہے اس کو پراگندگی اور خباشتوں سے آلودہ کر دیتا ہے۔ وہ روح جو اولاً اپنی اصلی حالت میں ایک صحتمند روح تھی، اسکی صحت میں فتور واقع ہو جاتا ہے اور جب ایسی روح اپنے دنیاوی گھر یعنی اس انسان کے جسم سے پرواز کر کے عالمِ بالا پر پہنچتی ہے تو بجائے اس کے کہ وہ اپنی اسی اصلی حالت میں جو وہ انسان کے جسم میں داخل ہونے سے پہلے موجود تھی، دوسری نئی اور تکلیف دہ حالت میں پہنچ جاتی ہے۔

جس طرح انسانی جسم میں ہمیشہ تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں بالکل اسی طرح روح انسانی

بھی کار ہائے انسانی سے، اعمال انسانی سے، افعال انسانی سے متاثر ہوتی ہے۔

جس طرح جسمِ انسانی کبھی بیدار ہوتا ہے کبھی خوابیدہ، کبھی صحتمند ہوتا ہے، کبھی بیمار، کبھی زندہ ہوتا ہے اور کبھی مردہ (یہ جسم انسانی کی چھ ممکنہ کیفیات ہیں) بالکل اسی طرح آئمہ معصومینؑ نے روح کی بھی چھ (۶) کیفیات بیان فرمائی ہیں۔

''روح کی زندگی علم، روح کی موت جہل، روح کی نیند غفلت، روح کی بیداری انتباہ یا متنبہ کرنا، روح کی بیماری شک اور روح کی صحت یقین ہے۔''

گفتگو کا ماحصل یہ ہوا کہ روح یا تو عالم ہوگی یا جاہل، غافل ہوگی یا ہوشیار، شک میں مبتلا ہوگی یا یقین کی موجودگی میں مطمئن ہوگی۔

''علم و یقین بڑی دولت ہے۔ اگر علم ہے تو عمل کرو، اگر یقین ہے تو اقدام کرو اپنے علم کو جہل سے نہ بدلو اور نہ یقین کو شک سے، مسلسل شک روح کی بیماری ہے۔'' نہج البلاغہ۔

معلوم ہوتا ہے انسان کے اقدامات اور اعمال اس کے یقین اور علم کی وسعت پر دلالت کرتے ہیں۔

''دیکھو جو عالم اپنے علم کے خلاف عمل کرتا ہے وہ سرگرداں جاہل کی مانند ہے جو اپنی جہالت کی نیند سے ہوشیار ہی نہیں ہوتا بلکہ اس پر (جاہل کی بہ نسبت) اللہ کی حجت زیادہ ہے اور لازمی طور پر حسرت و ندامت ہوگی اور وہ اللہ کے نزدیک زیادہ ملامت کے قابل ہے۔'' (نہج البلاغہ)

کُلِّ ایمان، علی مرتضیٰؑ وصی احمد مجتبیٰؐ نے ایمان کی تعریف کچھ اس طرح سے کی ہے۔

''ایمان چار ستونوں پر قائم ہے۔ صبر، یقین، عدل اور جہاد۔''

لیکن ہمارا موضوع چونکہ یقین ہے اس لئے ہم صرف یقین ہی کو لیتے ہیں۔ آگے چل کر امامؑ نے یقین کو بھی چار شعبوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ فہم کی درستی ۲۔ حکمت کی گہرائی تک پہنچنا ۳۔ عبرت سے سبق حاصل کرنا اور ۴۔ پہلے لوگوں کی سنت پر چلنا۔

''چنانچہ جس نے فہم میں درستی اختیار کی، حکمت اس پر آشکارہ ہوگئی اور جس پر حکمت آشکارہ ہوگئی اس نے عبرت کو پہچان لیا اور جس نے عبرت کو پہچان لیا وہ ایسا ہوگیا جیسے کہ پہلے لوگوں میں رہ چکا ہو۔''

یقین کی تین اقسام بتلائی گئی ہیں: ۱۔علم الیقین ۲۔ عین الیقین ۳۔حق الیقین

ان تینوں اقسام کو مثال کے ذریعے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ آگ میں ہاتھ ڈالا جاتا ہے تو ہاتھ جل جاتا ہے یہ علم الیقین ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آگ میں ہاتھ ڈالا گیا اور ہاتھ جل گیا یہ ہے عین الیقین۔ اور اب ہمارا یقین کسی تجربے کا محتاج نہیں ہے یعنی اب ہم دل سے اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ آگ میں ہاتھ ڈالا جاتا ہے تو ہاتھ جل جاتا ہے۔ اب ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم بھی اپنا ہاتھ آگ میں ڈال کر دیکھیں کہ آیا واقعی آگ ہاتھ جلاتی بھی ہے یا نہیں یا یہ کہ یہ آگ کسی کسی کا ہاتھ جلاتی ہے یا سب کا ہاتھ جلاتی ہے۔ یہ ہے حق الیقین۔

معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا پچھلی امتوں کے واقعات کا قرآن مجید میں ذکر کرنا خالی از علت نہیں ہے بلکہ ان واقعات کا بیان ہمارے لئے باعثِ عبرت ہے، تا کہ ہم صفت یقین کو اپنے اندر پیدا کریں۔

''تم سے پہلے بہت سے واقعات گذر گئے، چلو پھرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ یہ کل آدمیوں کے لئے سمجھانا ہے اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت و نصیحت۔'' (سورۃ آل عمران)

اور اب قرآن مجید کی ایک آیت کے ذریعے ایک مثال کہ ہم پچھلی امتوں سے کس طرح سے عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

''اور کئی بستیاں ہم ہلاک کر چکے، پس ہمارے عذاب نے راتوں رات ان کو آلیا تھا یا (دن میں) جبکہ وہ قیلولہ میں تھے۔ پھر جس وقت ان پر ہمارا عذاب آیا تو ان کی واویلا اس کے سوا کچھ بھی نہ تھی کہ اس کے قائل ہو گئے کہ بیشک ہم ظالم تھے۔'' (سورۃ اعراف ۴۔۵)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وجہ عذاب ظلم تھا۔ انہوں نے ظلم کیا اور اللہ نے عذاب نازل کیا گویا اب ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر حالت میں اور ہر موقع پر عدل سے کام لیں۔

جس طرح ہم نے یقین کی تشریح کو بلاغت علیؑ کے آئینہ میں دیکھا اسی طرح آیئے اب یقین کی ضد یعنی شک کو بھی فصاحت علویہ کے ذریعے سے پہچاننے کی کوشش کریں۔

شک کے چار شعبے ہیں: ا۔ کج بحثی (فضول تکرار) ۲۔ خوف ۳۔ تردّد ۴۔ تن بہ تقدیر ہونا۔

''چنانچہ جس نے کج بحثی کو دین بنایا اس کی رات کی کبھی صبح نہیں آتی اور جو سامنے کی چیزوں سے خوف کھاتا ہے وہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جو شک میں ڈانواں ڈول رہتا ہے اسے شیطانوں کے کُھر کچل دیتے ہیں اور جو دنیا و آخرت کی بربادی کے آگے تن بہ تقدیر ہو کے رہ گیا وہ دونوں جہانوں میں تباہ رہ گیا۔'' (نہج البلاغہ)

''(امامِ حق) کا یقین رکھتے ہوئے سو رہنا اس نماز سے بہتر ہے جو شک (کی حالت) میں ادا کی جائے۔'' (نہج البلاغہ)

''بندہ کا ایمان اس وقت تک صادق نہیں ہو سکتا جب تک اسے اپنے قبضے کی چیزوں پر زیادہ بھروسہ نہ ہو جو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔'' نہج البلاغہ)

تاریخ ۱۹۸۳ء

خاک پائے اہل بیتؑ

محمد رضا پیرانی ولد امیر علی پیرانی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

مولانا وزیر علی صاحب کے نام ایک خط

محترم مولانا وزیر علی صاحب!

''السلامٌ علیکم''

تحقیقِ تعلیم ثقلین کے سلسلے کی تحریروں کو ہم نے اچھی طرح پڑھا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان کو اگر عقل کے استعمال پر اُبھارا جائے جو دینِ حق سمجھنے کے لئے واجب، لازم اور شرطِ اوّل ہے، تو پھر انسان اس تعلیم سے صحیح معنوں میں دلچسپی لینے لگے گا۔ امامؑ کے ان دو اقوال کو بڑی بے پروائی سے نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ:

''جہاں عقل نہیں ہے وہاں دین (مذہب) نہیں ہے۔''

''دینِ حق کی بنیاد عقل پر ہے۔''

اگر انسان تھوڑی دیر غور کرے اور عقل کو استعمال میں لائے تو سب حماقتیں اور خرافات جو مذہب کینام پر ہو رہے ہیں، اسے کھلے ہوئے طریقہ سے سامنے نظر آنے لگیں گے اور اُسکی الجھنیں دور ہو جائیں گی۔ بے شک آپکی شائع کی ہوئی تحریروں سے الجھے ہوئے انسان کو دینِ حق تک پہنچنے میں کافی حد تک مدد ملتی ہے۔ ہم تحقیقِ تعلیمِ ثقلین کی تحریروں کے پڑھنے کے بعد یقین کے ساتھ دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں دینِ حق عقل و انسانیت کے سو فیصد مطابق نظر آ رہا ہے۔

لِوجہ اللہ عمل کا مطلب ہر کام اللہ کے منشاء کے مطابق ہو۔ مقصدِ حیات صرف ذاتِ واجب کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا ہو۔ اور لِوجہ النفس عمل سے مراد انسان اپنے عمل میں صرف اپنے نفس کو (یعنی خود کو) ترجیح دیتا ہو۔ یہ عمل صرف اپنی ذات کیلئے ہوتا ہے۔ ہدایت یافتہ (مؤمن) کا امکانی عمل لِوجہ اللہ ہوتا ہے اور گمراہ انسان کا ہر فعل لِوجہ النفس ہوتا ہے۔ انکا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ لِوجہ اللہ عمل کرنے

والا اللہ کو خوش کر کے خوشنودیٔ خالق (جنّت) حاصل کرتا ہے۔ اور لِوجہ النفس پر عمل کرنے والا اللہ کو ناراض کر کے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حلاکت میں (جہنم میں) پہنچ جاتا ہے۔

* لِوجہ اللہ عمل کی بہترین مثال ہمیں حضرت علیؑ کے اس رات بسترِ رسولؐ پر سو رہنے سے ملتی ہے جب رسولِؐ خداؐ نے ہجرت کی اور حضرت علیؑ انکے بستر پر سو رہے، یہ عمل خالص لِوجہ اللہ تھا، جسمیں اللہ کے رسولؐ کی جان بچانا مقصود تھا۔ اسکے برعکس لِوجہ النفس کی بدترین مثال ہمیں امیرِ شام کی طرز زندگی سے ملتی ہے۔ اُس نے بظاہر سخاوتیں کی، لوگوں کی امداد کی اور لنگر چلائے، لیکن اُسکا محرک اُسکا نفس تھا۔ اس نے حق کے خاص نمائندوں سے تعاون نہ کیا بلکہ انکے خلاف جنگ کی، صرف اپنی خواہشاتِ نفس کی تکمیل کیلئے اس نے حرام وحلال میں کوئی تمیز نہ رکھی، سخاوتیں اور امداد کی تو لوگوں کو خریدنے کیلئے، اور لوگوں کو کھانا کھلایا تو انہیں لوگوں کے حقوق غصب کر کے انہیں کھلایا۔

* یہ حقیقت ہے کہ اگر انسان، انسان کو صحیح راہ بتا سکتا ہو اور نہ بتائے تو وہ انسان نہیں رہے گا اسلئے کہ امامؑ کا قول ہے کہ:

''اگر تم اچھی بات کہہ سکتے ہو اور خاموش رہو تو یہ ایسا ہی ہے کہ تم حماقت اور جہالت کو پھیلا رہے ہو۔''

امامؑ کا ایک اور قول ہے کہ:

''جو شخص برے کام کو دل، زبان اور ہاتھ سے منع نہ کرے تو وہ زندوں میں مردہ کے برابر ہے۔''

مؤمن اوروں کیلئے بھی وہی پسند کرتا ہے، جو اپنے لئے کرتا ہے۔ جو انسان خود ہدایت تک پہنچ گیا ہو اور دوسروں کو بتلا بھی سکتا ہو اور نہ بتلائے تو یہ بہت بڑا جرم ہوگا۔

* اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ میں سوچ سمجھ کر یقینی مقصدِ حیات کے بارے میں فیصلہ کن رائے قائم نہیں کر سکتا تو ایسی حالت میں وہ اپنے آپ کو انسان نہیں کہہ سکتا، اس لئے کہ انسان کو اشرف المخلوقات کا لقب صرف صفتِ خاص یعنی عقل کے عطا ہونے کی وجہ سے ملا۔ اور جو انسان عقل کو صحیح

استعمال کریگا وہ یقینی طور پر مقصدِ حیات سے باخبر ہو جائے گا۔قرآنِ مجید صاف الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ:

''بہت سے جنّات اور آدمی ایسے ہیں جنکو گویا کہ ہم نے جہنم کے واسطے پیدا کیا ہے۔(وہ کون اور کیسے ہیں) جنکے پاس عقل ہے لیکن سمجھنے کو کوشش نہیں کرتے، جنکے پاس آنکھیں ہیں مگر دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے، کان ہیں لیکن سننے کا کام نہیں لیتے، یہ لوگ مثل جانوروں کے ہیں بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ، یہی لوگ ہیں جو (حق سے) بے خبر ہے۔''

اوپر درج کی ہوئی آیت سے پتہ چلتا ہے کہ انسان اگر چاہے تو سوچ سمجھ کر یقینی مقصدِ حیات کے بارے میں فیصلہ کن رائے قائم کرسکتا ہے، اور اگر نہیں کرتا تو وہ انسان نہیں رہے گا بلکہ جانوروں سے بھی نیچے کے درجہ میں آئے گا اسلئے کہ جانوروں کو خالق نے عقل نہیں عطا فرمائی۔

* فیصلہ کن رائے قائم کرلینے کے بعد فیصلہ کے پابند نہ رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا، اسلئے کہ مقصدِ حیات کے سمجھ لینے کے بعد اس فیصلے کی پابندی کے بغیر نجات ممکن نہیں۔اور قرآنِ مجید بھی انسان کو بیدار کرتے ہوئے تنقید کرتا ہے کہ:

''آج کے دن تم خود اپنے حساب کیلئے کافی ہو۔''

* حدیث کی روشنی میں انسان فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے اسلئے اس میں قوّت وصلاحیتِ تحقیق وتمیزِ حق و باطل موجود ہے۔یہ اچھے برے کام کے نتیجہ سے واقف ہے۔کیونکہ عقل کو صحیح استعمال کرنے سے حق اور باطل میں نمایاں فرق نظر آنے لگتا ہے۔اس قوت اور صلاحیتِ تحقیق کو امکانی حدود میں استعمال نہ کرنے والا مجرم ہے، کیونکہ چیز کا صحیح استعمال نہ کرنا ظلم اور جہالت ہے۔مناسب استعمال کرنے والا اور نہ کرنے والا ان دونوں کا حشر یکساں نہیں ہوسکتا اسلئے کہ خدائے عادل کے نظام کے ماتحت ظالم اور مظلوم کا حشر یکساں نہیں ہوگا۔قرآنِ مجید کا ارشاد ہے کہ:

''کیا اندھیرا اور روشنی برابر ہوسکتے ہیں؟''

کھلی ہوئی دعوتِ حق پر لبیک نہ کہنا جرم ہے کیونکہ دنیا میں صرف دو ہی پارٹیاں ہیں۔ایک ''حزب اللہ'' اور دوسری ''حزب الشیطان''۔حزب اللہ والے خدا کے حق پرست بندے جب کبھی اور

جہاں سے بھی دعوتِ حق کی آواز آتی ہے تو لبیک کہتے ہیں۔ برعکس اس کے حزب الشیطان والوں کو دنیا پرستی اور خواہشاتِ نفس کی پیروی سے فرصت ہی نہیں ملتی۔

ہمارے زمانے میں تحقیقِ تعلیمِ ثقلین کے نام سے دعوتِ حق، تحریری اور تقریری طور پر پیش ہوئی ہے۔ اس دعوتِ حق پر قوم کے بظاہر ذمہ دار اور کہلاتے بڑے لوگوں کی اکثریت کا ردِّ عمل خود انکے گمراہ ہونے کی دلیل پیش کرتا ہے۔ اُنکے دنیوی مفادات سے حق کی آواز ٹکراتی ہے، کیونکہ انکی بنیادیں جہل پر ہے اور جہل قائم رہنے سے ہی اُنکا بڑا پن اور چودھراہٹ قائم رہتی ہے، اس لئے انکا ردِّ عمل ہمت افزا کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ کہلاتے بڑے لوگ مسلسل اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ حق کی آواز لوگوں تک نہ پہنچنے پائے۔ ہمت شکنی ان کا نصب العین ہے جو منافقین کا شیوہ ہے۔

ہماری نظر میں موجودہ دور میں دعوتِ حق کا بہترین ممکن ذریعہ یہی ہے کہ اخلاق اور حکمت کے ساتھ لوگوں کو تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ سے بنیادی اصولوں سے آگاہ کیا جائے۔ عقل جو شرطِ اوّل کی حیثیت رکھتی ہے، اس کے استعمال پر اُبھارا جائے، تعلیمِ ثقلین کی اشاعت کے سلسلہ میں جو مواد ابھی تک لوگوں کے ہاتھ تک نہیں پہنچا ہے یا نہیں چھپا ہے اسے امکانی طور پر انفرادی تعاون سے جلد از جلد شائع کیا جائے اور جو مواد شائع ہو چکا ہے اسے بھی ترتیب دے کر کتابی شکل میں لایا جائے، اس لئے کہ حق کی آواز پر لبیک کہنے والوں کیلئے مشعلِ راہ بنے۔

جب دینِ حق یقینی طور پر ہماری نظروں میں ثابت ہو گیا ہے تو یقین کا تقاضہ بھی تعاونِ اشاعتِ دینِ حق ہوگا۔

خاکپائے اہلِ بیتؑ (۷ مارچ ۱۹۷۳ء)

از: امیر علی اے پیرانی (شمشیر)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

مولانا وزیر علی صاحب کے نام ایک خط

محسنِ من، بزرگوار محترم جناب مولانا وزیر علی صاحب قبلہ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ،

بعد از سلام عرض ہے کہ چونکہ اس وقت ایک قابل صد تحسین و آفرین، علمی شخصیت سے مخاطب ہونے کا شرف حاصل کرر ہا ہوں اس لئے قلم اٹھانے سے قبل بھی اور اس وقت بھی جب یہ قلم صفحۂ قرطاس پر سیاہی بکھیرنے لگ گیا ہے ایک قسم کی ہچکچاہٹ اور زبان وقلم میں لڑکھڑاہٹ کا ہونا فطری امر ہے۔

آپ سے ملاقات کے بعد کچھ عجیب سی کیفیت ہو رہی ہے۔ سوچتا ہوں کہ ایک گناہ ہی کا تو مرتکب ہوتا رہا تھا۔ جی ہاں، عمر کے بائیسویں سال میں قدم رکھ چکا ہوں اور تقریباً بچپن ہی سے آپ کے متعلق سنتا چلا آرہا ہوں۔ میرے والدِ محترم اکثر بڑی چاہ اور بڑی ہی عزت سے آپ کا ذکر کرتے اور اس دورِ کم سنی میں بھی آپکی باتیں میرے گوش گزار کرتے رہتے تھے۔ اس کے بعد جب حدودِ فہم و سمجھ میں قدم رکھا تو دل میں آپ سے شوقِ ملاقات جو پیدا ہوا تو گویا وہ تقاضۂ فہم و سمجھ ہی تھا مگر۔۔۔ اب جو کچھ بھی کہوں مجھے معلوم ہے کہ بہانہ طرازی ہی کے ضمرے میں شمار ہوگا، چاہے یہ کہوں کہ کوتاہ دامنیٔ وقت مزاحم تھا یا یہ کہ گوناگوں مصروفیات قدموں میں زنجیریں ڈال دیتی تھیں یا یہ کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ آپ سے ملاقات کا جو خیال ذہن میں تھا اس پر عرصے تک نسیان کا پردہ پڑا رہتا۔ بہرحال میں شرمندہ ہوں کہ کیوں اتنے طویل عرصے تک آپ سے ملاقات سے باز رہا۔ اور پھر شرمندگی میں اضافہ کرنے کے لئے آپ کے یہی الفاظ کیا کم ہیں کہ ’’جب ہمیں آپ کے متعلق معلوم ہوا کہ آپ ہم سے ملنا چاہتے ہیں مگر مل نہیں پا رہے تو ہم نے کہا کہ ہم خود ہی مل آتے ہیں، ایسی کیا بات ہے!‘‘

بزرگوار! صد شکر ہے اس خدائے برحق کا کہ جس نے مجھے ایک ایسے باپ کا فرزند بنایا کہ جو اس دورِ جہالت میں بھی علم کی ایک شمع اپنے اندر روشن کیئے ہوئے ہے کہ جس باپ نے بچپن ہی سے مجھے

مذہب کی اس تعلیم سے روشناس کرانا شروع کر دیا تھا کہ جو اصلِ تعلیم ہے کہ جس نے مجھے صحیح مقصدِ حیات سے اس زمانے میں ہم آشنا کروایا جبکہ لوگ متاعِ حیات کو مقصدِ حیات بنا بیٹھے ہیں کہ جب دین زندگی کی ہر جہت پر چھایا ہوا ہونے کے بجائے ایک ضمنی شعبۂ حیات بن کر رہ گیا ہے کہ جب لوگ نماز، روزہ اور حج زکوٰۃ ہی کو دین کی کل اثاث سمجھنے لگے ہیں۔ درحالانکہ۔۔۔۔ مؤمن کا تو ہر عمل عبادت ہوتا ہے۔ لمحہ بھر کا غور وفکر بھی ہزار سال کی عبادت سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ غور وفکر کیلیئے استعمال عقل کی ضرورت ہوتی ہے وہ عقل کہ جس کو نبیٔ باطن کہا گیا ہے وہ عقل کہ جس پر دین کی بنیاد قائم ہے۔ جانے کیوں اسی عقل سے لوگوں کی اکثریت کو خدا واسطے کا بیر ہے!

اور جناب! میں کیوں نہ آپ کو اپنا محسن کہوں جبکہ میرے والدِ محترم کے استاد آپ ہی ہیں۔ میں کیوں نہ آپ کو نجات دہندۂ دورِ حاضر کہوں کہ میرے والد نے بھی آپ ہی کے نعرہ '' بغیر سمجھے قرآنِ مجید پڑھنا عبث ہے۔'' پر ہڑبڑا کر آنکھیں کھولی تھیں۔ میں کیوں نہ آپ کا مشکور ہوں کہ میری پرورش کرنے والے باپ نے آپ ہی کی جلائی ہوئی شمع کی روشنی میں اپنی عقل کے اندھیاروں کا تریاق ڈھونڈا تھا۔ یہ آپ ہی کی سکھلائی ہوئی باتیں تھیں جو میرے والدِ محترم مجھے ازبر کرواتے رہتے تھے۔ وگرنہ۔۔۔۔ ہم تو۔۔۔ اس زمانے میں دین کے نام پر جو خرافات ہو رہے ہیں وہ سب ''دین ہی کا ایک حصّہ ہے'' کا جھوٹا بھرم دلوں میں لیئے قبر میں جا سوئے ہوتے۔ ہو، ہو کر ہوتے بھی تو یہی ظاہری رواجی مومن ہوتے۔ عقائدِ کورانہ کی مریدانہ پیروی ہوتی، گلے میں اصولِ دین سمجھے بغیر طوقِ مقلّد ہوتا، عقل وشعور اور فہم و بصیرت کے بجائے ظاہری رسم ورواج کے پابند ہوتے۔

بزرگوارِ محترم! یہ سب لکھ کر میں ہرگز ہرگز یہ جتانا نہیں چاہتا کہ میں تو اصل تعلیمات سے پورے طور پر روشناش ہوں۔ ایسا نہیں ہے۔ میں تو تشنہ ہوں حضور! آبِ یخ پینے سے تو تشنگی سوا ہو جاتی ہے نا! میری روح بھی تشنہ کام ہے۔ میری حیثیت ہی کیا ہے؟ خاکپائے رسولؐ وآلِ رسولؐ بھی تو نہیں، جب خود شہرِ علم نے ''ربّ زدنی علماً'' کہا تھا تو پھر۔۔۔ دریائے علم کا دوسرا کنارہ کہاں نظر پڑے گا۔ علم ایک بحرِ ذخّار ہی تو ہے! حدِ نظر تک پھیلا ہوا صحرا ہی تو ہے! جس کا جتنا ظرف اتنا چلو بھرے۔ جس کا جتنا ظرف اتنی خاک چھان لے!!

اصطلاحِ امروز میں آپ عالم کہلواتے ہیں۔آپ علم رکھتے ہیں۔آپ بصیرت رکھتے ہیں۔ آپ علم کی تجویز کرتے ہیں۔خدا آپ کو صد جذائے دوام عطا فرمائے۔اجرِ عظیم عطا فرمائے۔علمائے خیر کے ساتھ آپ کو محشور فرمائے۔ جنت میں آپ کو بنی اسرائیل کے انبیاء کا ہم پیالہ و ہم نوالہ و رفیق بنائے۔

اب حالانکہ آپ بڑی حد تک واقف ہو چکے ہیں، کچھ اپنے بارے میں کہنا چاہوں گا۔واجب کفائی کی نیّت سے میں نے میڈیکل ایجوکیشن کی لائن اختیار کی ہے کہ خلقِ خدا کو ڈاکٹروں طبیبوں کی ضرورت ہے۔جسم کی بیماریاں انسان کی سوچنے، سمجھنے کی صلاحیتیں سلب کر لیتی ہیں۔لہٰذا اگر جسم تندرست ہوئے تو کبھی نہ کبھی، جب جب لوگوں پر حجّتِ خدا پوری ہوگی، تب تب وہ غور و فکر کر سکیں گے۔اور پھر یہ کہ ڈاکٹری ایک معزز پیشہ بھی ہے۔لیکن۔۔۔۔اکثر جب پورا پورا دن بلکہ ہفتوں پڑھائی کی مشغولیت میں صَرف ہو جاتے ہیں تو دل کڑھتا ہے کہ دین کے معاملات میں کوشش نہیں کر پا رہا ہوں۔یوں تو اگر نیّت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو میرا اپنی پڑھائی میں مشغول رہنا بھی ایک عبادت ہی ہے مگر جانے کیوں بار بار دل میں یہ خیال آتا ہے کہ آخر رسولؐ و ائمہ طاہرینؑ اور اصحاب کی اس رات رات بھر والی عبادت کا متبادل نہیں ہو سکتی ہیں!؟ اس ذہنی خلش کو مٹانے کے لیئے اس دن آپ سے سوال کیا تھا اور آپ کا جواب بہت ہی اچھا اور بہت ہی سادہ تھا کہ بھئی جس دنیاوی زندگی کے پیشے کو اختیار کرنے کے واسطے آپ دس پندرہ سال مسلسل کوشش کرتے ہیں تو پھر وہاں کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کے لئے بھی تو کچھ کیجیئے نا۔۔ بحر حال۔آپ نے مجھے ایک نئی سوچ دی ہے۔

انشااللہ جلد ہی دوبارہ آپ سے شرفِ ملاقات حاصل کروں گا۔اس خط میں کوئی غلطی ہو تو ازراہِ کرم معاف فرما دیجیئے گا کہ ہنوز اس فن میں نو آموز ہوں۔اجازت چاہتا ہوں۔خدا حافظ

تاریخ: ۸-۴-۱۹۸۳ فقط: احقر العباد: محمد رضا پیرانی ولد امیر علی پیرانی۔

"(اے رسول) ہم نے بابرکت کتاب (قرآن) تمھاری طرف
نازل کی تاکہ لوگ اس میں غور کریں اور عقل والے نصیحت حاصل کریں"
(سورۃ ص۔ آیت ۲۹)

"جو لوگ سمجھ رکھتے ہیں انکے لئے ہم نے اپنی آیتیں
تفصیل کے ساتھ بیان کر دیں ہیں۔"
(سورۃ الانعام۔ آیت ۹۹)

"جو قرآن پڑھتے پڑھتے مر گیا اور (پھر بھی) دوزخ میں جا پڑا تو اس
کا شمار ان لوگوں میں سے ہے جو آیات الٰہی کی ہنسی اڑایا کرتے تھے"۔
(حضرت علی علیہ السلام)

Title by: ICCW